وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

سلسلہ مواعظ ۲

جواہر علمیہ

(المعروف بہ ”ضرب کلیم“)

(جلدِ ثانی)

از

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ، راندیر)

ناشر

مکتبہ عزیزیہ آملی پورا اسٹریٹ، راندیر، سورت، گجرات (انڈیا)

تفصیلات کتاب ھذا

نام کتاب........ضرب کلیم (جلد ثانی)

مواعظ............حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

تعداد..............۱۱۰۰ (گیارہ سو)

کمپوزنگ.......محمد طاہر بن مولوی بشیر الحق ڈیلیپ الخلیفہ ضلع: سورت

کتابت سیٹنگ....عثمان غنی ملا راندیری۔ مدرس جامعہ حسینیہ راندیر سورت

عبدالقیوم اورنگ آبادی۔ مدرس جامعہ فیض سبحانی سورت

مرتب.....مفتی عبدالقیوم اورنگ آبادی۔ مدرس جامعہ فیض سبحانی۔ سورت

ناشر...........مکتبہ عزیزیہ آتی پورا اسٹریٹ راندیر سورت

☆ملنے کے پتے☆

مکتبہ عزیزیہ (آتی پورا اسٹریٹ راندیر سورت) 09824757991

مدرسہ فیض سبحانی (راندیر روڈ سورت) 9875767335

مولوی عبدالصمد لوہاروی (لوہار مسجد کے سامنے لوہار) 09714168841

مفتی عبدالقیوم اورنگ آبادی۔ (یوجے والی کالونی اورنگ آباد GJ.9016350100

مہاراشٹر) M.H 9860172337

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

ضروری گذارش

کوئی بھی انسان جب کسی کتاب پر محنت کرتا ہے تو اس کی ہر ممکن کوشش یہی رہتی ہے کہ اس کی یہ کتاب غلطیوں سے بالکل پاک ہو، لیکن ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے، ہمارے قارئین سے یہ گذارش ہے کہ انہیں کوئی بھی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے، اور کسی بھی طرح کی غلطی کو مرتب کی طرف سے سمجھی جائے۔

تقریظ وکلمات تبرک

از حضرت الاستاذ مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت محی السنہ شاہ ابرارالحق ہردوئی و مہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر وشیخ الحدیث مدرسہ صوفی باغ، سورت)

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد

عزیزم مولوی مفتی محمد کاسم لوہاروی ۱۹۸۰ء میں بچپن کی عمر میں دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھنے کے لئے آئے، خوب محنت سے پڑھے اور ماشاء اللہ ہر درجہ میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فارغ ہوئے۔ پھر دارالعلوم ڈابھیل سے افتاء کرکے یہاں دارالعلوم اشرفیہ میں پہلے ابتدائی اور متوسط کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ اب علیا کی اور احادیث کی کتابیں بھی ماشاءاللہ بحسن وخوبی پڑھارہے ہیں۔ اور جب سے پڑھانے بیٹھے ہیں فتاوی نویسی میں بھی مشغول ہیں، مختلف ابواب کے اردو، گجراتی میں بڑے چھوٹے کافی فتاوی لکھ چکے ہیں اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں۔ طلبہ میں بھی ان کے لئے بڑی محبت اور چاہت ہے۔

درس وتدریس مشغلہ کے ساتھ قرب وجوار کی مساجد ومدارس میں اور دور دراز کے اسفار میں بھی بسلسلۂ وعظ وارشاد واصلاح امت کے اہم کام میں لگے ہوئے ہیں۔

دراصل وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ قدیم سے ہے، ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے ہمارے بزرگوں نے تو اس سے بڑے اہم اہم کام لئے ہیں۔ ہماری گجراتی میں جو مولوی وعظ نہ کہتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ ea1 aitedt ajoit e3 (یہ مولوی گنگا ہے)

اور ان مواعظ کا سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ اس دور میں اس طرح کے مواعظ کی

اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک شاندار کڑی عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی کے مواعظ ہیں جو ”ضرب کلیم“ کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو عزیزم کے لئے تمام قارئین و ساری امت کے لئے نافع بنائے اور عزیزم اور انکی ترتیب میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔ فقط والسلام

خاک پائے بزرگاں

یعقوب اشرف راندیری

(خادم اشرفیہ راندیر سورت۔ ۵)

۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

۵ رجولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل

تقریظ وکلمات دعائیہ

سیدی ومولائی ،سندی ومرشدی ، جامع الشریعت والطریقت ، مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ وصدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

علمائے حقانی وربانی ہر زمانہ میں مختلف طریقوں سے دین اور علم دین کی اشاعت و حفاظت کی خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ جن میں درس وتدریس ،تصنیف وتالیف ، دعوت وتبلیغ کے ساتھ وعظ وتذکیر کا سلیقہ عطا کیا جاتا ہے لوگ انکی تقاریر ووعظ کو شوق ورغبت سے سنتے ہیں اور فائدہ بھی اٹھاتے ہیں، محب مکرم مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی حفظہ اللہ بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں آپ دارالعلوم اشرفیہ میں کئی سال سے تدریسی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اطراف وجوانب میں اپنے مواعظ سے بھی سامعین کے قلوب کو گرمانے کا کام کررہے ہیں۔ عوام بھی آپ سے محبت وچاہت کا تعلق رکھتے ہیں۔ آپکی انہیں مواعظ کو جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف مجلسوں پر تذکیر واصلاح کی غرض سے کئے ہیں آپکے بعض شاگرد جمع اور مرتب فرماکر انکی اشاعت بھی کرنے جارہے ہیں تاکہ ان مواعظ کی افادیت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالی ان مواعظ کو قارئین کے حق میں مفید ومؤثر بنا کر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کی توفیق وسعادت عطا فرمائے اور مولانا موصوف کے حق میں اسکو صدقۂ جاریہ بنائے ،فقط

املاہ: احمد خانپوری (۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ)

تقریظ

مشفق ومحسن حضرت الاستاذ مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ ومجاز حضرت شیخ زکریاؒ وشیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ،امابعد !

حضورﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک دوسرا کوئی نبی اور رسول آنے والانہیں ہے۔حضور اقدسﷺ خاتم النبیین ہیں،اسلئے اب حضور اقدسﷺ کا کام العلماء ورثة الانبیاء کے تحت علماء ربانیین کے ذمہ ہےاور علماء یہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کر رہے ہیں۔

دین کی نشر واشاعت ،تعلیم ،تبلیغ ،تحریر،تصنیف اور تقاریر سے بھی ہو رہی ہے۔جن سے اللہ تعالی یہ کام لینا چاہتے ہے انکو اللہ تعالی خصوصی ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ہمارے مفتی کلیم صاحب بھی میرے خیال سے انہیں خوش نصیبوں میں سے ہیں کہ تدریسی اور تقریری دونوں میدان کو فتح کرتے جارہے ہیں۔دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نظر بد سے بچا کر کامل اخلاص کے ساتھ خوب ترقی کی سعادت نصیب فرمائے اوران کے فیض سے لوگوں کو خوب مستفیض فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

تقریظ و کلمات دعائیہ

از شیخ زادۂ محترم و مخدومی و استاذی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر)

اللہ اللہ اللہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً ، و بعد !

مشائخ و بزرگانِ دین کے مواعظ کا سلسلہ اصلاحِ امت کی ایک قوی کڑی ہے۔ اس کی برکت سے نہ معلوم کتنے ہی لوگوں کی دل کی دنیا بدلی اور کتنوں کو راہِ راست کی روشنی سے رہ یاب کیا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اسی سلسلۃ الذہب کا ایک شاندار ورق حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب مدظلہ العالی کے بیانات کا یہ مجموعہ بھی ہے۔

مختلف عناوین پر نظر پڑی اجمالاً دیکھنے سے ہی ان کے مفید تر ہونے کا یقین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور فرمائے اور ہم سب کو استفادے کی سعادت عطا فرمائے اور اس کد و کاوش کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین۔

فقط

احقر رشید احمد اجمیری

راندیر شریف

مقدمہ

مفکر ملت قائد علماء حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین، الداعی الی اللہ والی صراط المستقیم، وعلی آلہ واصحابہ ھاداۃ الدین القویم، وعلی من تبعھم الی یوم الدین.

امابعد..... اللہ رب العزت نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا، اور انکی فطرت میں اطاعت وفرمابرداری کا مادہ رکھا، وہ اللہ کے حکم کی بجا آوری میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے(لَایَعْصُوْنَ اللہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ)

دوسری مخلوق جنات ہے، جس کی سرشت میں تمرد وعصیان ہے، انکی اکثریت احکام الٰہی سے روگردانی کرنے والی ہے، تیسری مخلوق انسان ہے، ان کی فطرت میں دونوں چیزیں رکھی گئی ہیں، جب وہ اطاعت پر آتی ہے تو فرشتوں سے آگے بڑھ جاتی ہے، اور نافرمانی کی طرف رخ کرتی ہے تو شیطان کو شرمندہ کرتی ہے، اس تیسری مخلوق کو گمراہی اور بے راہ روی سے بچانے اور اسکو سیدھے راستے پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیشہ پیغمبروں اور رسولوں کو مبعوث فرماتے رہے، جیسے ارشاد فرمایا(ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا) (پ ۱۸ رکوع ۳) اس سلسلہ رسالت کا اختتام خاتم النبیین محمد ﷺ پر ہوگیا، ہدایت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی یہ ذمہ داری آپ ﷺ کی امت پر ڈالی گئی (کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ.... الآیۃ)

چنانچہ قرون اولیٰ سے لے کر آج تک کوئی دور، کوئی ملک، کوئی قوم مصلحین اور دعوت حق سے خالی نہیں رہی، امت میں ہمیشہ ایسے علماء وصلحاء پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اصلاح

وہدایت کا فریضہ پوری دیانت داری اور اخلاص سے ادا کیا، انہی دعاۃ حق میں حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی (مہاراشٹر) مدظلہ کی ذات گرامی بھی ہے، موصوف گجرات کے قدیم ترین اور معروف دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے استاذ حدیث اور مفتی ہیں، درس وتدریس اور افتاء کی اہم ذمہ داری کے ساتھ آپ امت اسلامیہ کو اپنے رب کی تعلیم پر عمل کرنے اور زندگی کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق گذارنے کی طرف اپنے موثر بیانوں کے ذریعہ متوجہ فرماتے رہتے ہیں، زبان سادہ اور عام فہم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لئے یہ بیانات مفید ثابت ہوتے ہیں، احباب اور اہل تعلق کے شدید تقاضوں کی وجہ سے اب ان تقریروں کو ٹیپ سے نقل کرکے "ضرب کلیم" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے، اس کتاب کے بارے میں ملک کے چیدہ اور فاضل علمائے کرام نے اپنے تأثرات تحریر فرمائے ہیں جو کتاب کے شروع میں پڑھے جاسکتے ہیں، ان اکابر امت کی قیمتی تحریروں کے بعد مجھ جیسے کم علم شخص کا کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کا مصداق ہے۔

مگر مولانا مدظلہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ چند سطریں لکھ دی ہیں، اللہ تعالی سے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی مولانا موصوف کے علم وعمل میں برکت عطاء فرمائے، اور امت کو ان کے علم وعمل سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین.

ھذا ما عندی والصواب عند اللہ تعالی

نوٹ:۔ "ضرب کلیم" حکیم مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی مشہور کتاب ہے، اسلئے اگر "ندائے کلیم" نام تجویز ہوتا تو بہتر ہوتا، تاکہ قارئین کو اشتباہ نہ ہوتا۔

والسلام

احقر عبداللہ (غفرلہ) کاپودروی

۴ رذی الحجہ ۱۴۳۲ھ۔ ۱۱/۱۱/ ۲۰۱۱ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی شکیل احمد سیتاپوری

(سابق مدرس دارالعلوم دیوبند حال مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم سیتاپور)

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی دامت برکاتہم کے مواعظ بہت عجلت میں دیکھنے اور سننے کا موقع ملا، معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے مواعظ جو ضرب کلیم کے نام سے شائع ہونے ہیں بہت پر مغز اور معلومات پر مبنی ہے انکو پڑھنے سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑیگا میری تمام حفاظ ائمہ مساجد اور واعظین سے گذارش ہے کہ وعظ کی اس کتاب کو پہلی فرصت میں حاصل کریں یہ کتاب اپنے پڑھنے والوں کی اصلاح کی ضامن ہے نیز بہت سے لوگوں کو واعظ اور خطیب بناتی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اور واعظین اسکی طرف متوجہ ہونگے۔

فقط والسلام

محمد شکیل احمد سیتاپوری

محمد اسلام الحق خادم دائرۃ المعارف

۱۱ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا سلمان صاحب گنگوہی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! اس دور میں عامۃً یہ ذہن بنتا جارہا ہے کہ آدمی کو خوب ترقی کرنی چاہئے بعض مسلم احباب دوسروں کی ترقی دیکھ کر سوچتے ہیں کہ ہم کو بھی اس میدان میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور یہ نظریہ رکھنے والے حضرات بعض مرتبہ شریعت کے حدود سے بھی تجاوز کرجاتے ہیں اور جائز ناجائز کا کوئی بھی خیال نہیں رکھتے، مثلاً تجارت میں اپنی جوان عورتوں کو دکان پر بٹھا کر خرید وفروخت کراتے ہیں، نیز کاروبار بڑھانے کی غرض سے زکوۃ کو روکتے ہیں یا پورے سال کا حساب کرکے پوری زکوۃ نہیں نکالتے ہیں۔ بلکہ بعض مسلمان تو سودی کاروبار سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں جبکہ ان چیزوں پر شریعت مطہرہ میں بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں علمائے امت اور بزرگان دین نے ہر زمانہ میں امت میں پھیلی ہوئی برائیوں کا جائزہ لے کر اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے تقریر وتحریر نیز وعظ ونصیحت کے ذریعہ اس پر تنبیہ فرمائی اور قرآن واحادیث میں سے مسائل اخذ کرکے امت مسلمہ کے سامنے اسکو پیش کیا، اسکی ایک کڑی پیش نظر کتاب ''ضرب کلیم'' ہے جو حضرت مفتی کلیم صاحب لوہاروی دامت برکاتہم خلیفہ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدھم کے خطابات کا مجموعہ ہے جس میں مفتی صاحب موصوف نے ماشاء اللہ ہر مضمون کو کما حقہ عام فہم زبان میں سمجھایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب کو قبولیت عطا فرمائے امت کی اصلاح کا اسکو ذریعہ بنائے اور حضرت مفتی صاحب کو دارین کی ترقیات سے نوازے آمین

۱۰/۰۹/۱۴۳۴ھ

مکتوب گرامی:

حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب دامت برکاتہم مقیم بلیک برن یو کے

(خادم خاص حضرت مولانا حافظ قاری مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ)

آپ نے اس دور افتادہ ناکارہ کو یاد فرمایا اور اپنی قیمتی کتاب ارسال فرمائی بندۂ ناکارہ صمیم قلب سے آپ کا شکر گذار ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

ماشاء اللہ آپکے علمی بیانات سے استفادہ کیا اللہ تعالیٰ بقیہ بیانات کو شائع ہونے کی سبیل فرمائیں اور امت کو ان بیانات سے فیض پہنچائے علماء کے لئے اور بیان کرنے والوں کے لئے بہت قیمتی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مفید ونافع بنائیں حضرت اقدس حضرت مرشدی مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے محبوب ومعتمد اور محبوب العلماء حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ العالی کا فیض آپکے ذریعہ بحمد اللہ جاری ہے اس سے بے حد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس میں خوب برکت عطا فرمائیں اور امت کی اور طلباء عزیز کی اصلاح کا آپکو ذریعہ بنائیں آمین

فقط والسلام

بندۂ ناکارہ العبد اکرام الحق غفر لہ ولوالدیہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

تاثرات

(۱) مولانا موصوف ایک مشفق مؤلف اور بہترین مدرس ہیں ان کی تقاریر و مواعظ آیات و احادیث سے مزین ہیں ہر بات کو آیات و احادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں رد بدعت اور اصلاح معاشرہ پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

(حضرت مولانا عبد الحق اعظمی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

(۲) (اس کتاب میں) مختلف طرح کے عنوانات اور اس کے تحت مندرج مضامین سے دل متأثر ہوتا ہے۔

(بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب محدث دار العلوم دیوبند)

(۳) ہمارے کرم فرما جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ کے مرتب کردہ مواعظ میں نے دیکھے موضوعات اور عنوانات کے تنوع گونا گوں بوقلمونی اور اس کے تحت مندرجات سے دل بیحد متأثر ہوا استفادہ کیا انشاء اللہ یہ مجموعہ مواعظ "ضرب کلیم" خاصے کی چیز ہوگی۔

(حضرت مولانا قاری ابو الحسن صاحب اعظمی صدر القراء دار العلوم دیوبند)

(۴) مولانا موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ تقریر کے ذریعہ تبلیغ و اشاعت کے اہم کام میں مصروف ہیں زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی تقاریر سے استفادہ کرسکیں اس کے لئے ان کی تقاریر کا پیش نظر مجموعہ "ضرب کلیم" زیور طبع سے

آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہا ہے۔ ان تقاریر میں مولانا موصوف نے بڑے سلیقہ سے عوام الناس کو مخاطب کیا اور ان کے سامنے دینی تعلیم کو پیش کیا ہے۔

(حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن نئی دہلی)

(۵) بحمد اللہ حضرت مولانا مفتی کلیم لوہاروی صاحب خلیفہ اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب کی تقاریر کا مجموعہ ''ضرب کلیم'' نظر سے گذرا۔ اپنی مصروفیات کی بناء پر مکمل طور پر نہ پڑھ پایا۔ تاہم اسکے مضامین وعناوین سے اس کی اہمیت اجاگر ہورہی ہے۔

(حضرت مولانا محمد راشد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند)

(۶) حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر کی تقاریر کا مجموعہ ''ضرب کلیم'' دامن وقت کی تنگی اور درپیش سفر کی بنا پر پورے مجموعہ کے مطالعہ سے مستفیض نہیں ہوسکا تاہم اس کے عناوین ومضامین سے واضح ہوتا ہے کہ احیاء سنت ورد بدعات کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ پر خوب زور دیا گیا ہے۔

(حضرت مولانا سید محمود صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

پیش لفظ

الحمد لله على نعمائه الشاملة وعلى آلائه الكاملة والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين محمد المصطفى والمجتبى وعلى آله واصحابه الذين هم اوفوا عهده اما بعد!

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ یہ ہے کہ اس نے اپنے ایک حقیر بندے کو اپنے دین متین کی خدمت سے وابستہ فرمایا فللہ الحمد والشکر گزشتہ سال ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء اوائل شعبان میں مجموعہ مواعظ جلد اول (ضرب کلیم) کے نام سے شائع ہوئی متعدد علماء کرام نے ملک و بیرون ملک سے بہت ذرہ نوازی وحوصلہ افزائی فرمائی نیز بقیہ جلدوں کے لئے اپنی خواہشات کا اظہار فرمایا۔

الحمدللہ دوسری جلد بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے ان جلدوں کی تیاری میں قاری محسن کاوی (مدرس مدرسہ جامعہ حقانیہ کھڈور)، نیز قاری اسماعیل صاحب (مدرس دارالعلوم اشرفیہ)، مفتی عبدالعزیز صاحب نے (فاضل اشرفیہ) بڑی محنت وعرق ریزی سے حصہ لیا نیز دوسری جلد کی احادیث کی تخریج اور شخصیات کا تعارف ، ضروری حوالجات مولوی عبدالقیوم اورنگ آبادی (متعلم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ) نے انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی حضرات کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جن جن حضرات نے جس کسی قسم کا تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ انکو بھی دارین کی بھلائیوں سے مالامال فرمائے اور اس حقیر کاوش کو قبول فرما کر احقر اور والدین اور اساتذہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین

(مفتی) محمد کلیم لوہاروی

۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۵ جون ۲۰۱۲ء

(اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا)

دین میں استقامت کی اہمیت

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا یہ بیان ۲۲ رمضان المبارک کو شب منگل میں مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

دین میں استقامت کی اہمیت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم أما بعد فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَنْ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيٰؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ الرَّحِيمِ (سورہ حٰم سجدہ پ ۲٤ ۔آیت ۳۲)

یہ سورۂ حم سجدہ کی آیت ہے اسکا ترجمہ یہ ہے بیشک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اپنے اس قول پر جمے رہے ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور فرشتے کہتے ہیں) تم آئندہ کسی چیز کا خوف مت رکھنا اور جو دنیا تم سے چھوٹ گئی ہے اس پر غم بھی مت کرو، اور خوش ہو جاؤ تم اس جنت سے جسکا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست تھے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور جنت میں تمہارے لئے وہ ساری نعمتیں اور چیزیں ہیں جس کا تمہارا جی چاہے، اور اس میں جو کچھ بھی تم طلب کرو گے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے حاضر کر دینگے۔

تشریح آیت:

یہ تو اس آیت کا ترجمہ ہوا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اپنی زبان اور دل سے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، دل سے بھی اسے مان لیا اور زبان سے بھی اقرار کر لیا پھر اپنے اس ایمان پر وہ جمے رہیں اسطرح کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی انکو اس سے ہٹا نہ سکی تو ان لوگوں

کے لئے بشارت ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ان کے پاس آتے ہیں اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم دنیا میں ایمان اور اعمال پر جمے رہے ڈٹے رہے اسلئے اب تمہیں آئندہ آخرت میں جو عذاب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں قبر کا عذاب قبر سے اٹھنے کے بعد حشر کے میدان میں جو عذاب اور سختیاں ہونگی اسی طرح جہنم کا عذاب اس کا ڈر اور خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرشتے انکو تسلی دیتے ہیں اب ظاہری بات ہے کہ انسان دنیا چھوڑ کر جاتا ہے تو اسے اسکا افسوس اور غم بھی ہوتا ہے اپنی Proprty اور اپنے بال بچے سب کو چھوڑ کر جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یہ چھوڑنے کا غم بھی مت کرو کیوں کہ وہاں جو نعمتیں اللہ نے تمہارے لئے رکھی ہے وہ یہاں کی نعمتوں سے بہت زیادہ ہے۔ یہاں کی نعمتیں تو ختم ہو جانے والی ہے وہ ہمیشہ کی نعمتیں ہیں اسلئے کہتے ہیں کہ جنت کی بشارت لے لو وہ جنت جسکا اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کیا کرتا تھا، پھر فرشتے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست رہے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔

ہر انسان کے ساتھ بھلائی اور برائی پر انگیختہ کرنے والے دو قرین

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مسلط فرمایا ہے حدیث شریف میں ہے[1] کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ بھی رکھا گیا ہے جو اچھے اور نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اسی لئے انسان کے دل میں بیٹھے بیٹھے اور کام کرتے کرتے اچانک نیکی کا تقاضہ ہو جاتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ اس فرشتہ کا اثر ہے، اور شیطان ہمیشہ انسان کے دل میں برائی کا خیال ڈالتا ہے، جب بھی گناہ اور برائی کا خیال آئے تو سمجھنا چاہئے کہ شیطان وسوسہ ڈالتا

---

[1] عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان للشیطان لمة بابن آدم و للملک لمة. فاما لمة الشیطان فایعاد بالشر و تکذیب بالحق و اما لمة الملک فایعاد بالخیر و تصدیق بالحق فمن وجد ذالک فلیعلم انه من الله فلیحمد الله و من وجد الاخری فلیتعوذ بالله من الشیطن ثم قرأ الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء الایة (ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸)

ہے۔

فرشتے کب آتے ہیں؟:

تو یہ فرشتے دنیا کے اندر بھی ہر مؤمن کے ساتھ تھے، ویسے تو ہر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اہلِ ایمان کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں تو وہ ایمان والے ان فرشتوں کی دل میں ڈالی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں، نیکی کرتے ہیں، تو پھر یہ فرشتے قبر میں آجاتے ہیں اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ تین موقعوں پر یہ فرشتے آجاتے ہیں۔ جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو اس وقت بھی آجاتے ہیں، جب قبر کے اندر چلا جاتا ہے تو اس وقت بھی آتے ہیں، پھر قبر سے انسان کو جب اٹھایا جائیگا، حشر کے میدان میں لے جایا جائیگا وہاں بھی یہ فرشتے ہوں گے اور انکو کہیں گے کہ گھبرانے کی بات نہیں دنیا میں بھی ہم تمہارے ساتھ تھے اور یہاں آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور اب جو نعمتیں تم مانگو گے وہ ملے گی۔

جنت کا پرندہ:

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص بیٹھے بیٹھے دیکھیگا کہ جنت میں پرندہ اڑ رہا ہے اسکے جی میں آئیگا کہ اس پرندہ کا گوشت کھاؤں تو اسی وقت وہ پرندہ بھونا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے سامنے آجائیگا نہ اسے ذبح کرنے کی تکلیف، نہ اسے صفائی کی ضرورت، نہ پکانے کی فکر، پکا پکایا آجائے گا نہ کوئی کڑواپن ہوگا نہ تیزپن ہوگا جو انسان جس طرح چاہیگا اس کے سامنے حاضر ہو جائیگا۔[1]

جنت میں آدمی کی اولاد کی خواہش

فرمایا کہ وہاں ایک انسان چاہیگا کہ میری اولاد ہو تو وہاں انسان کی بیوی بھی ہوگی اور اس کے

---

[1] عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انک لتنظر الی الطیر فی الجنۃ، فتشتہیہ فیخر بین یدیک مشویا (صفۃ الجنۃ للحافظ ابی نعیم الاصبھانی ج ۱ ص ۱۸۳)

علاوہ جنتی شخص کو وہ حوریں دی جائیں گی دنیا کی بیوی بھی ایمان اور نیک عمل کرنے والی تھی تو جنت میں یہی بیوی ہوگی اور ان حوروں کی سردار بنی ہوگی حالانکہ وہ حوریں تو اتنی خوب صورت ہے کہ دنیا میں کوئی ان کے حسن وجمال کا اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن اس کے باوجود دنیا کی بیوی سردار بنائی جائیگی اب انسان وہاں چاہے گا کہ حمل قرار پائے تو فوراً حمل قرار پائیگا بچہ پیدا ہوگا اور وہ جوان بھی ہو جائیگا تھوڑی دیر میں استقرار حمل بھی ہوگیا، وضع حمل بھی ہوگیا اور بچہ بھی ہوگیا اور جوان بھی ہوگیا تھوڑی دیر میں اسکی ساری تمنا پوری ہو جائیگی [1]

جنت میں کھیتی کی تمنا:

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کھیتی کا ذوق رکھتے ہیں حدیث میں ہے کہ ایک انسان چاہیگا کہ دنیا میں تو بہت کھیتی کی جنت میں بھی ذرا کھیتی کرلوں وہاں تو کچھ کمی نہیں لیکن دل چاہیگا تو اسے اجازت ملیگی، وہ ابھی دانہ ڈالیگا وہ آگے چلا جائیگا اور پیچھے اُگتا جائیگا اور کھیتی کٹ کر پہاڑوں کی طرح ڈھیر لگ جائیگا [2] بہرحال یہ سب چیزیں جنتی کا دل خوش کرنے کے لئے ہیں۔

اس بشارت کے لئے شرط:

فرمایا جنت میں وہ ساری چیزیں ہیں جو انسان چاہیگا لیکن شروع آیت میں اسکے لئے

---

[1] عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ المؤمن اذا اشتہی الولد فی الجنۃ کان حملہ ووضعہ وسنہ فی ساعۃ واحدۃ کما یشتہی (ابن ماجہ ص ۳۲۳، رقم ۴۳۳۸)

[2] عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ کان یوما یحدث وعندہ رجل من اہل البادیۃ ان رجلا من اہل الجنۃ استأذن ربہ فی الزرع فقال لہ الست فیما شئت قال بلی ولکنی احب ان ازرع قال فبذر فبادر الطرف نباتہ واستواءہ واستحصادہ فکان امثال الجبال فیقول اللہ تعالی دونک یا ابن آدم فانہ لا یشبعک شیء فقال الاعرابی واللہ لا تجدہ الا قرشیا او انصاریا فانہم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک ﷺ (بخاری شریف، کتاب البیوع، باب کراء الارض بالذہب والفضۃ ج ۱ ص ۳۱۱)

کیا شرط بتلائی کہ یہ نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے دل سے یقین کرلیا، زبان سے اقرار کرلیا کہ اللہ ہمارا رب اور پروردگار ہے وہی ہمارا مالک وخالق ہے صرف ماننا ہی کافی نہیں ماننے کے بعد مرتے دم تک ایمان واعمال پر جمار ہا تو اسکو اللہ تعالی یہ نعمتیں عطا فرمائیگا

حضور علیہ وسلم پر سب سے زیادہ مشقت والی آیت:

اس آیت کے اندر خاص ایمان اور اعمال صالحہ پر استقامت اور جمے رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسکی بشارت سنائی گئی ہے، اسی وجہ سے استقامت یعنی گناہوں سے بچتے پڑے رہنا یہ اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ ایک آیت نازل ہوئی ہے. فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ [ہود آیت ۱۱۲] میں حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ جن چیزوں کا آپکو حکم دیا گیا ہے ان پر جمے رہو. حضرت عبداللہ بن عباسؓ[1] فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر جتنی بھی آیات نازل ہوئی ہیں یعنی پورا قرآن ان میں سب سے زیادہ مشقت والی اور بھاری آیت یہی تھی کیوں کہ کسی بھی کام کو آٹھ دس دن کرلینا بہت آسان ہے لیکن زندگی بھر جمے رہنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں اسلئے آپ ﷺ کو یہ آیت سن کر اثر ہوا، آپکی طبیعت پر بڑا وزن ہوا کہ اتنا مشکل اور سخت حکم اللہ تعالی کی طرف سے آیا کہ کوئی بات چھوٹنے نہ پائے، ہر چیز کو بجالانا ہے اور زندگی بھر تک کرتے رہنا ہے، اس آیت کے بوجھ کی وجہ سے ہی حضور ﷺ کے بالوں میں سفیدی آنے لگی تھی اور آپ ﷺ کے چند بال سفید ہو گئے تھے تو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ کے بالوں میں سفیدی آرہی ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا (سورۂ ھود اور ان کے جیسی دوسری سورتوں نے میرے بڑھاپے کے آثار اور نشانیاں شروع کردی ہے)[2] مطلب یہ ہے کہ استقامت بہت اہم چیز ہے.

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات جلد اول ص ۱۵۵ پر ملاحظہ ہو۔

[2] اگلے صفحہ پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع نصیحت:

ایک صحابی ہے حضرت سفیان الثقفی[1] انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے مختصر نصیحت کیجئے اور ایسی نصیحت کیجئے کہ آپکے بعد کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ بہت لمبی چوڑی نہیں مختصر نصیحت فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائیں قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ[2] یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سفیانؓ سے فرمایا کہ تم کہہ دو کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں پھر اس ایمان پر اور اسکے تقاضوں پر ہمیشہ کے لئے جم جاؤ، چاہے تمہیں جلا دیا جائے یا تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں لیکن کوئی چیز تمہیں ایمان سے ہٹا نہ سکے۔ یہ نصیحت فرمائی۔ اسی لئے محدثین عظام فرماتے ہیں یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔ جوامع الکلم کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مختصر الفاظ ارشاد فرماتے لیکن پوری شریعت اس میں آجاتی ہے فرماتے ہیں کہ قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ اس میں سارے عقائد آگئے ثُمَّ اسْتَقِمْ کے اندر جو ساری عبادتیں ہیں وہ بھی آگئیں۔ ثُمَّ اسْتَقِمْ کے جملے میں دونوں باتیں آگئیں کہ سارے گناہوں سے بچنا اور اوامر کو بجالانا۔

(حاشیہ ماقبل صفحہ) ... عن ابی جحیفۃ قال قالوا یا رسول اللہ نراک قد شبت قال قد شیبتنی ھود واخواتھا (شمائل ترمذی ص ۲ باب ماجاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقم ۳۵۳)

[1] حضرت سفیان الثقفیؓ آپ کا نام سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ ہے کنیت ابو عمرو ثقفی حجازی طائف کے قبیلہ بنو ثقیف کے رہنے والے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں انکو طائف کا گورنر بنایا تھا

[2] عن سفیان بن عبداللہ الثقفیؓ قال قلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولا لا أسئل عنہ احدا بعدک وفی حدیث ابی اسامۃ غیرک قال قل آمنت باللہ ثم استقم (مسلم شریف، باب اوصاف الاسلام ج ۱ ص ۴۸، رقم ۳۸)

استقامت کی مثال:

استقامت کے متعلق بزرگوں نے لکھا ہے غالباً امام غزالیؒ[1] لکھتے ہیں کہ یہ دنیا کے اندر ایمان پر اور اعمال صالحہ کے اوپر چلنا ایسا ہی ہے جیسا کہ پل صراط پر چلنا، پل صراط پر چلنا کتنا مشکل ہے ایسا ہی اعمال صالحہ پر جمے رہنا ہے، لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسان کردیتے ہیں حضرت ابوبکرؓ[2] نے استقامت کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک دفعہ اللہ پر ایمان لائے تو مرتے دم تک اس پر جمے رہنا ہے، کسی بھی حال میں ایمان کو نہ چھوڑے اسکا نام ہے استقامت۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اسکے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، اگرچہ تمہیں قتل کردیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی ایمان پر استقامت:

چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ اور پہلی امتوں میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں کہ وہ اپنے ایمان پر

---

[1] امام غزالی کے حالات: امام غزالی ۴۵۰ھ میں طوس شہر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی پھر وہاں سے جرجان جاکر ابونصر اسماعیلی سے علم حاصل کیا اور انکی تقریریں قلمبند کرکے واپس آئے انکی نسبت غزّالی (زاء پر تشدید کے ساتھ) اور غزالی (بغیر تشدید کے) دونوں طرح پڑھی گئی پہلی صورت میں یہ نسبت انکے والد کے پیشہ کی طرف ہے کہ وہ سوت کی تجارت کرتے تھے اور دوسری صورت میں (علامہ سمعانی کے قول کے مطابق) غزالہ اسنا دوں یا محلہ کا نام تھا جہاں وہ پیدا ہوئے لیکن بیشتر محققین نے پہلی بات کو زیادہ ترجیح دی ہے مدرسہ نظامیہ بغداد میں آپ نے انکے ساتھ بہت کم لوگوں کو میسر آتا ہے نظام الملک کی قدردانی سے وہ اعلیٰ درجہ کے عہدوں اور مناصب پر بھی پہنچے لیکن بالآخر تمام عہدوں اور مناصب کو ترک کرکے مجاہدہ اور ریاضت کی زندگی اپنائی اور اسی دوران احیاء العلوم جیسی کتب تالیف کی نیز تہافۃ الفلاسفہ کے ذریعہ یونانی فلسفہ کی دھجیاں بکھیریں اور فقہ، اصول فقہ، عقائد کلام اور تصوف میں اپنی تالیفات کا وہ بڑا ذخیرہ چھوڑ گئے۔ امام غزالیؒ کے بھائی احمد ابوالفتح الغزالی بھی بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں ہے انہوں نے اپنے بھائی کی وفات کا واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد انہوں نے اپنا کفن اٹھایا اور اسے آنکھوں پر رکھ کر فرمایا بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے سرتسلیم خم ہے۔ اسکے بعد لیٹے اور طلوع آفتاب سے پہلے انتقال ہوگیا۔

[2] حضرت ابوبکرؓ کے حالات ج ا ص ۴۰ پر ملاحظہ ہو۔

جمے رہیں اور دنیا کی کوئی طاقت انکو ہلا نہ سکی۔ حضرت عمر بن خطابؓ[1] کے دورِ خلافت میں حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روم کے بادشاہ قیصر کے پاس بھیجا (قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا) رومیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مسلمانوں کی تعداد کم تھی روم کے بادشاہ نے اعلان کیا کہ جس طرح ہو سکے مسلمانوں کو دھوکے سے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ لڑتے وقت مسلمان جہاں ملتے تو قید کر کے قیصر روم کے سامنے لے جاتے ایک جماعت مسلمانوں کی اسی طرح پکڑی گئی تو فوج نے ان کو قیصر روم کے سامنے حاضر کیا ان میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہؓ[2] تھے وہ بھی پکڑے گئے بڑے کامل الایمان تھے تو قیصر روم نے ان سے کہا کہ آپ کو میں ایک اچھی اور بھلی بات کہتا ہوں آپ یہ اسلام چھوڑ کر عیسائی بن جاؤ تو تمہیں بھی چھوڑ دوں گا اور تمہارے ساتھیوں کو بھی چھوڑ دوں گا تم قتل نہیں کئے جاؤ گے فرمایا کہ ایمان تو کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا تو کہا مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ فرمایا بالکل تیار ہوں، قیصر روم نے جلادوں سے کہا سولی لٹکائی جائے، چنانچہ سولی لٹکائی گئی اور اس نے ہدایت کی کہ ایک تیر نکال کر اس کے ہاتھ کے پاس لگایا جائے اور ان کو کھینچا جائے اور انکو پھر کہا جائے کہ دیکھو اب بھی موقع ہے تیر چھوٹنے والا ہے اب بھی عیسائی بن جاؤ، اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بچ جائے گی جلادوں نے اسی طرح کہا انہوں نے فرمایا کچھ بھی ہو جائے اپنا ہے جان

---

[1] حضرت عمر فاروقؓ کے حالات جلد اول ص ۹۹ پر ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی [illegible] قریش کے [illegible] بنو سہم سے تعلق رکھتے تھے جب حضرت عبد اللہ [illegible] ہجرت [illegible] آپ ﷺ کے [illegible] دنیا کی [illegible] آپ سے [illegible] حضرت عمر بن خطاب نے ۱۹ ہجری میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی جس میں حضرت عبداللہ بھی شریک تھے۔

چلی جائے میں تو ایمان چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ قیصر روم نے پھر کہا کہ اب ہم سے پاس تیر کو تانا جائے اور پھر ڈرایا جائے جلاد نے پھر کہا تو آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا قیصر روم پر بڑا اثر ہو رہا تھا کہ کتنا مضبوط آدمی ہے جان جانے کی تیاری ہے پھر بھی ایمان اور دین نہیں چھوڑتا۔ پھر ایک تدبیر سوچی کہ شاید مان جائے بڑی دیگ میں تیل گرم کروایا اور جب تیل کھولتا ہوا گرم ہو گیا تو ایک مسلمان قیدی کو بلایا اور اس دیگ کے اندر اسکو ان کے سامنے ڈال دیا جسکی وجہ سے اس مسلمان کا گوشت تو فوراً گھل گیا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آنے لگا، وہ نکال کر بتلایا کہ تم ابھی بھی اپنا دین چھوڑ دو ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوگا تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے فرمایا کہ یہ کیا اس سے بھی بدتر میری حالت ہو جائے تب بھی میں ایمان چھوڑنے والا نہیں۔ قیصر روم سوچنے لگا کہ بڑا مضبوط آدمی ہے بالآخر اس نے انہیں سولی پر چڑھانے کا حکم دے دیا سولی پر لٹکایا جانے لگا تو حضرت عبداللہؓ ہنسنے لگے، مسکرانے لگے پھر رونے لگے، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، قیصر روم سمجھا کہ اب اس کا دل پگھل گیا کہ اسکو رونا آرہا ہے پوچھنے لگا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اپنی جان پیاری ہے تو ہم کہہ ہی رہے ہیں کہ اسلام چھوڑ دو تمہاری جان بخش دی جائیگی فرمایا کہ میں اپنی جان کی خاطر نہیں رو رہا ہوں بلکہ مجھے افسوس اس بات پر ہو رہا ہے کہ میرے پاس فقط ایک ہی جان ہے کاش میرے بدن پر جتنے بال ہیں اگر اللہ تعالیٰ اتنی جانیں دیتا تو اتنی مرتبہ اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاتا لیکن افسوس ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں ایک ہی جان دے رہا ہوں اس پر افسوس کرکے رو رہا ہوں، قیصر روم نے کہا کہ یہ بہت ہی پکا مسلمان ہے اس کے دل پر اثر ہوا اس نے کہا اچھا چلو ہم آپ سے کوئی درخواست نہیں کرتے بس اتنا کام کر دو کہ میری پیشانی پر بوسہ دیدو میں تمہاری جان چھوڑ دوں گا حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا کہ فقط مجھے نہیں میں اور میرے ساتھ جو میرے ساتھی آئے ہیں سب کو چھوڑ دو تو میں بوسہ دوں گا، چنانچہ اسنے

وعدہ کیا کہ میں سب کو چھوڑ دوں گا تو عبداللہ بن حذافہؓ نے قیصر روم کی پیشانی پر بوسہ دیا کہ اس میں تو کیا حرج ہے کہ ایک انسان ہے اسکی پیشانی کو چوم لیا، چنانچہ انکو اور انکے ساتھیوں کو چھوڑ دیا، جب سارا لشکر مدینہ منورہ تشریف لایا حضرت عمرؓ کو انکی استقامت کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی پیشانی کو بوسہ لیا اور انکی حسن تدبیر کی تعریف کی۔ تو بتلانا یہ ہے کہ اس آیت میں جو نعمتیں ہیں وہ ایسے کامل ایمان والوں کے لئے ہیں کہ دنیا میں حالات تو آتے ہی ہیں، اور اہل ایمان پر آزمائش تو آتی ہی ہے اصل ایمان کا امتحان یہی ہے کہ کچھ بھی ہو جائے لیکن اپنا ایمان ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

حضور ﷺ کی صحابہ کو تربیت:

حضرت خباب بن ارتؓ[۱] کو اسلام کے بارے میں بہت ستایا گیا ایک مرتبہ انہوں نے کعبۃ اللہ کے پاس حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ مسلمانوں پر کتنی تکلیفیں آرہی ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ مسلمانوں سے یہ پریشانی دور ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ ایمان کے بارے میں اتنا ستائے گئے وہ حالت تو ابھی تم پر آئی نہیں پہلی امتوں میں بعض لوگ ایسے گذرے ہیں اور کہ ایمان کی وجہ سے انکو گڑھے میں آدھا گاڑ دیا جاتا اور پھر انکے بدن پر آرا چلایا جاتا۔ انکے بدن کے دو ٹکڑے کر کے پھینک دیے جاتے تب بھی وہ لوگ ایمان نہیں چھوڑتے تھے اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں کہ انکو ایمان کی وجہ سے ایمان کے دشمنوں نے لوہے کی کنگھیاں بنائی اور ایمان

---

[۱] خباب بن ارتؓ: حضرت خباب بن ارتؓ کی کنیت ابوعبداللہ تمیمی تھی، اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا حضرت زید بن ارقم کے گھر میں اسلام لائے تھے، اسلئے اسلام کی خاطر کافی تکالیف برداشت کی تھی بڑے درجے کے مہاجرین صحابہ میں سے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ کو مسکن بنالیا تھا اور وہیں پر ۷۳ سال کی عمر پاکر ۳۷ھ میں وفات پاگئے آپؓ سے بہت سے صحابہ اور تابعین روایت نقل کرتے ہیں مرویات کی تعداد ۳۲ ہے جن میں سے ۳ بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

والوں کے بدن کے اوپر سے ان کنگھیوں سے گوشت کھینچا جسکی وجہ سے انکی چربی نکل گئی پھر بھی ایمان پر جمے رہے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ایسے حالات تو ابھی تم پر آئے بھی نہیں ہیں۔[1]

اصحاب الاخدود کا واقعہ:

قرآن پاک میں سورۃ بروج میں ایک واقعہ اصحاب الاخدود کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ (سورۃ بروج آیت ۱ تا ۷) (قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ دیئے ہوئے دن کی اور جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن کی قسم، خندق والے لوگ ہلاک کر دیئے گئے وہ ایک شعلہ زن آگ تھی جس میں انکو قتل کر دیا گیا، اور وہ وار کر دیتے کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ قرآن کریم میں تو اس واقعہ کا فقط اشارہ کیا گیا ہے لیکن حدیث کی کتابوں میں اصحاب خدود کا واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔[2]

پچھلی امتوں میں سے کسی امت میں ایک بادشاہ تھا جو خدائی کا دعوی کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اسکے یہاں ایک مشہور جادوگر تھا جسکے جادو کے زور سے اس نے اپنی

---

[1] عن خباب بن الارت قال شكونا الى النبي ﷺ وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة فقلنا الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا قال كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيها فيجاء بالمنشار فيوضع على راسه فيشق باثنين وما يصده ذلك عن دينه ويمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب وما يصده ذلك عن دينه والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضرموت لا يخاف الا الله او الذئب على غنمه ولكنكم تستعجلون (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۰)

[2] اخرجه صحيح مسلم كتاب الزهد والرقاق

حکومت بڑھائی تھی جب یہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں، یہ جادو کا فن میرے ساتھ قبر میں نہ چلا جائے اسلئے مجھے ایک ہوشیار بچہ دیدو تا کہ میں اس پر محنت کر کے اسے یہ جادو کا فن سکھا دوں جس سے آپ کا کام چلتا رہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک ذہین بچہ اسکے سپرد کر دیا نوعمر لڑکا تھا تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر سے آتا اور جادوگر کے یہاں کچھ وقت رہتا جادوگر اسے جادو سکھایا کرتا اسکے گھر اور جادوگر کے گھر کے راستہ میں اسوقت کے مذہب حق کا ایک عبادت گذار زاہد و عابد اللہ کا ایک بندہ رہتا تھا جو اپنی عبادات میں مشغول رہتا تھا، اور کبھی کبھی لوگوں میں وعظ و نصیحت اور بیان بھی کیا کرتا تھا یہ لڑکا بھی آتے جاتے مجلس دیکھتا تو تھوڑی دیر ٹھہر کر سنتا تھا یہاں تک کہ وہ ایمان لے آیا اور اس زاہد و عابد کی باتیں سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگا، اب یہ مجلس میں ٹھہرتا تو جادوگر کے یہاں جانے میں دیر ہوتی تھی تو جادوگر اسے مارتا کہ کیوں دیر سے آتا ہے اور پھر ماں باپ کے یہاں جانے میں بھی دیر ہوتی تو وہ بھی پیٹتے تھے۔ جب دونوں طرف سے بہت زیادہ مار پٹائی ہونے لگی تو اس نے اس راہب سے شکایت کی کہ آپکی مجلس میں رکنے کی وجہ سے دونوں طرف سے مجھ پر ظلم ہوتا ہے، تو راہب نے کہا کہ اب ایسا کرنا کہ جادوگر کے یہاں دیر ہو جاتے تو کہنا کہ ماں باپ کے یہاں سے دیر سے چھٹی ملی تھی اس وجہ سے آپکے یہاں دیر سے پہونچا اور ماں باپ پوچھے تو کہنا کہ جادوگر نے دیر سے چھوڑا اسلئے دیر ہوگئی اس طرح کہہ کر اپنی جان چھڑا لینا۔

ایک مرتبہ جادوگر کے پاس جانے لگا وہ راہب کی وعظ و نصیحت سن کر آرہا تھا تو راستہ میں ایک بہت بڑا جانور آکر کھڑا ہوگیا جس نے سارے لوگوں کے راستے کو بند کر دیا کسی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ راستہ پار کرے، تو اس نوجوان بچے کے دل میں خیال آیا کہ اب امتحان کا موقع ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ اگر تیرے یہاں اس راہب کا دین سچا ہے جس کو میں نے قبول کیا ہے تو تو اس جانور کو ختم فرما اور راستہ سے ہٹا دے، راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کا مجمع ہوگیا تھا چنانچہ اس نوجوان نے اللہ کا نام لے کر اور اس

راہب کے مذہب کا واسطہ دیکر ایک پتھر مارا تو ایک پتھر پڑتے ہی وہ بھاری بھرکم جانور ڈھیر ہو گیا، لوگوں نے دیکھا کہ اس نوجوان کے ہاتھوں کرامت ظاہر ہوئی تو لوگ اس سے متاثر ہوئے اور سارے شہر میں اسکا چرچا ہو گیا، چنانچہ اس نوجوان نے آکر راہب کو واقعہ سنایا کہ ایسا ایسا ہوا تو راہب نے بشارت سنائی کہ اب تمہارا علم و ایمان مکمل ہو گیا بلکہ تم مجھ سے بھی افضل ہو گئے، لیکن بتلایا کہ دیکھو! اب تمہارے اوپر حالات آئیں گے تو تمہارے قدم ڈگمگانا نہیں چاہئے، ثابت قدم رہنا راہب نے اسے یہ نصیحت کی اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ میرا نام کسی کو مت بتلانا۔ اب حال یہ ہوا کہ لوگ آہستہ آہستہ اس نوجوان کے پاس آنے جانے لگے کہ اس سے کرامت ظاہر ہوئی ہے، یہ بڑا آدمی ہے لوگ اسکے پاس دعاء، علاج وغیرہ کے لئے آتے، اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کے ہاتھوں میں شفاء رکھدی کہ مادرزاد نابینا پر ہاتھ پھیر دیتا تو اللہ کے فضل سے اسکو شفاء ہو جاتی، کتنے کوڑھ والوں کو، جذام کے مرض والوں کو اسکے ہاتھ پھیر دینے سے شفاء ہوئی۔ جتنے لوگ اسکے پاس بیماریاں لیکر آئے سب کو اللہ کے حکم سے شفاء ہو جاتی۔ ساتھ میں یہ نوجوان سبکو ایمان کی دعوت دیتا اور لوگ ایمان لے آتے۔ آہستہ آہستہ یہ خبر بادشاہ کے ایک ریٹائرڈ وزیر کے پاس پہونچی جسکی آنکھیں چلی جانے کی وجہ سے اسکو وزارت سے ہٹا دیا گیا تھا وہ بھی اس نوجوان کے پاس آیا اس نے آکر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے ہاتھ سے شفاء ہو جاتی ہے اس نوجوان نے کہا میں شفاء نہیں دیتا، شفاء تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، اس شرط پر میں تم لوگوں کو ہاتھ پھیروں گا کہ میں تمہیں جو ایمان کی دعوت دوں اسے قبول کر لو تو تمہیں شفاء ہوگی۔ اس نوجوان نے پھر دعوت دی کہ ہمارا اللہ ایک ہے، اسی نے ہمیں پیدا کیا، وہی ہمارا خالق و مالک ہے اسکو مان لو تو تمہیں شفاء ہوگی۔ چنانچہ وہ وزیر ایمان لے آیا اور خدا کے فضل سے اسکی بینائی بھی واپس آگئی، وہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ کو تعجب ہوا کہ تو کیسے دیکھنے والا ہو گیا، وزیر نے کہا کہ میرے رب نے مجھے شفاء دی ہے، بادشاہ سمجھا کہ مجھے ہی رب کہہ رہا ہے، تو کہنے لگا کہ ہاں! میں ہی ہوں شفاء دینے والا، تو اس

وزیر نے کہا کہ تو نہیں! میرا اور تیرا رب جو ایک ہی ہے اس نے مجھے شفا دے دی، تو بادشاہ نے کہا کہ میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ تو کہا اللہ میرا بھی اور تیرا بھی رب ہے اور تو کسی کا رب نہیں۔ تو بادشاہ کو غصہ آگیا اور وزیر کی بہت پٹائی کی کہ بتلا تو کس کو رب مانتا ہے؟ اور یہ مذہب تجھ کو کس نے بتلایا؟ اس نے مار کھا کھا کر قبول کرلیا کہ ایک نوجوان لڑکا ہے اس نے مجھے سکھلایا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ تو ہمارا ہی پلا ہوا ہے۔ ہم نے اسے جادوگر کے پاس بھیج کر جادو سکھلایا، کیا جادو کے زور سے اس نے نیا مذہب اختیار کرلیا؟ چنانچہ اس نوجوان کو بلایا گیا کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں ہی تو ہوں تمہارا رب۔ تو کہا کہ تو نہیں میرا رب اور تیرا بھی اور ساری مخلوقات کا رب تو اللہ تعالیٰ ہے تم تو کوئی رب نہیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ تو بادشاہ نے کہا کہ ہم نے تجھے جادو سیکھنے بھیجا جب ماہر ہوگیا تو اس قسم کی باتیں کرنے لگا۔ تو نوجوان نے کہا کہ تمہارے جادو کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا یہ تو ایمان کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے مجھے یہ نعمتیں عطا کی۔ اس نوجوان کی بھی پٹائی شروع ہوگئی۔ خوب مارا پیٹا لیکن وہ نوجوان قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ بس میں تو مؤمن ہوں۔ اسکو کس نے یہ مذہب سکھایا یہ بات بادشاہ کو پتہ چل نہ سکی۔ پھر کسی ذریعہ سے بادشاہ کو پتہ چل گیا کہ اصل میں اسکا استاذ وہ راہب وعابد ہے چنانچہ بادشاہ نے اس راہب کو گرفتار کروایا اور اس نوجوان کے سامنے دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اب وہ بیچارہ اکیلا رہ گیا اسکے لئے یہ سزا تجویز کی کہ سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے سب سے بلند پہاڑ پر لے جاؤ اور پھر پوچھو کہ اب بھی بادشاہ کو خدا مان لیتا ہے یا نہیں؟ مان لے تو واپس لے آنا ورنہ پہاڑ سے گرادینا۔ چنانچہ سپاہیوں کی جماعت اسے ایک بڑے پہاڑ پر لے گئی کہ اب بھی تو اپنے پرانے مذہب کی طرف واپس آجا تو ہم تجھے چھوڑ دینگے، تو اس نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا کیوں کہ میں تو اسی اللہ کو ماننے والا ہوں جو ہم سب کا رب اور پروردگار ہے اس کے بعد اس نے اللہ سے دعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ (اے اللہ جو کچھ بھی یہ لوگ میرے ساتھ

کر رہے ہیں تو میرے لئے انکی طرف سے کافی ہو جا) یہ کہنا ہی تھا کہ پہاڑ لرزا اور سارے فوجی پہاڑ سے گر کر مر گئے اور یہ نوجوان پھر سے بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، پوچھا یہاں کیسے؟ وہ سپاہی کہاں گئے؟ کہا اللہ نے سب کا کام تمام کر دیا۔ بادشاہ نے دوسری تدبیر اختیار کی سپاہیوں کو بلا کر کہا کہ اسے کشتی میں لے جاؤ اور بیچ سمندر میں پھینک دینا تو سپاہیوں کی ایک جماعت اسکو لے گئی۔ جب درمیان میں پہنچے تو نوجوان نے پھر دعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ (اے اللہ جو کچھ بھی یہ لوگ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو میرے لئے انکی طرف سے کافی ہو جا) یہ کہنا ہی تھا کہ طوفان آیا اور سارے سپاہی غرق ہو گئے اللہ نے اسے نجات دی اور کنارہ پر آ گیا پھر بادشاہ کے دربار میں آ گیا اب تو بادشاہ بھی ڈرنے لگا کہ اب کیا ہوگا؟ لیکن اللہ کو تو سارے شہر میں ایمان پھیلانا تھا اسلئے نوجوان کے دل میں بات ڈالی تو اس نوجوان نے بادشاہ سے کہا تو مجھے مار ہی نہیں سکتا۔ بادشاہ نے کہا پھر تجھے کیسے مار سکتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ایک تدبیر ہے اس سے میری موت ہوگی۔ وہ کیا ہے؟ تو کہا کہ ایک سولی کا تختہ تیار کرو پھانسی کا پھندہ میرے لئے تیار کرو اور میرے ہی ترکش سے تمہیں تیر نکالنی ہوگی اب اس تیر کو کمان کو تان کر یہ پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ (اس اللہ کے نام سے تیر چلاتا ہوں جو اس نوجوان کا رب ہے) یہ کہہ کر تیر چلاؤ تو میری موت ہو سکتی ہے۔ بادشاہ نے سوچا کہ اسکو دوسرے طریقے سے مارنے میں فوجیوں کی جان جاوے اس سے اچھا یہی ہے کہ یہ کہتا ہے اسی طرح ختم کر دو۔ چنانچہ پھانسی کا تختہ تیار کیا گیا اور پھندہ اسکے گلے میں ڈالا گیا اور تیر چلانے والے کو کہہ دیا کہ اسی طرح تیر چلانے چنانچہ تیر چھوڑی جو اسے لگی اور وہ کلمہ پڑھتا ہوا شہید ہو گیا۔ جب شہر والوں نے یہ منظر دیکھا کہ دو مرتبہ بادشاہ نے اسے مارنا چاہا لیکن نجات پا گیا اور تیسری مرتبہ اسکے رب کے نام سے اسے مارا تو وہ مر گیا تو سب شہر والوں کو یقین ہو گیا کہ اس نوجوان کا رب ہی حقیقی رب ہے، اور یہ بادشاہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہے تو سارا شہر (اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ) کے نعرے سے ایمان میں داخل ہو گیا سوائے بادشاہ اور اسکے ہم

نوازوں کے۔ بادشاہ اور حیران ہوگیا کہ یہ تو معاملہ اور الٹا ہوگیا، ہم نے سوچا تھا کہ اس کا دین مٹ جائیگا اور یہ دین تو سارے شہر میں پھیل گیا۔ بادشاہ نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ یہ جتنے ایمان لے آئے ہیں سب کو ختم کردو۔ پوچھا انہیں کیسے ختم کرنا ہے؟ کہا کہ محلوں اور گلیوں کے اندر بڑی بڑی خندقیں کھودی جائے۔ اس کو اس سورۃ بروج میں اُخْدُوْد کہا گیا کہ بڑی بڑی خندقیں کھودی گئی اور اس کے اندر آگ بھڑکا دی گئی، جتنے ایمان والے تھے سب کو ان خندقوں کے اندر ڈال دیا گیا اور سب جل کر راکھ ہوگئے۔ اور یہ بادشاہ اور اسکے وزیر اور درباری تماشہ دیکھتے رہے ایک ایمان والی عورت جسکے ہاتھ میں بچہ تھا وہ ادھر ادھر ہورہی تھی کہ میں آگ میں کودوں یا نہ کودوں۔ تو اس چھوٹے سے بچہ کو اللہ نے زبان دی اور وہ بولا کہ ماں! تو دیکھتی کیا ہے ہمیں جنت کا پروانہ ملا ہے جلدی سے کود جا تاکہ جنت میں پہنچ جائیں چنانچہ بچہ کے کہتے ہی ماں کود گئی اور شہید ہوگئی۔

عجیب ثابت قدمی:

قرآن میں اصحاب اخدود کی ثابت قدمی کا یہ واقعہ مختصر ذکر کیا ہے جس میں بڑی عبرت ہے کہ ایک تو راہب کہ اس نے جان دیدی اور اپنا ایمان چھوڑنا پسند نہیں کیا اور دوسرے جو لوگ بھی نوجوان کی وجہ سے ایمان لائے تھے انہوں نے جلنا پسند کیا لیکن ایمان سے نہیں ہٹے تو اصل یہی چیز ہے کہ ہر حال میں ایمان اور اسکے تقاضوں پر جمے رہنا ہے اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (سورۃ حم سجدہ ۳۰) (بیشک وہ لوگ جنہوں نے دل و جان سے ایک مرتبہ کہدیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے یہ ایسے لوگ ہیں جنکے پاس مرتے وقت فرشتے آتے ہیں) قبر میں بھی آتے ہیں اور میدانِ حشر میں بھی آئینگے اور انکو بشارت دینگے کہ جنت کی خوشخبری لے لو۔ بہرحال یہ بہت بڑی بات ہے ثابت قدم رہنا۔

آج ایمان واعمال پر استقامت کی ضرورت:

آج میرے بھائیوں! دنیا فتنوں سے بھری ہے، آج ہمارے ایمان واعمال کو ختم کرنے کے لئے دشمنان اسلام نے طرح طرح کی چیزیں ایجاد کر رکھی ہے، ایک کامل مسلمان کا حق یہ ہے کہ لوگ چاہے کچھ بھی خسارہ بتلائیں کچھ بھی نفع بتلائیں ہمارے سامنے تو ایمان اصل ہونا چاہئے ایمان کے مقابلہ میں کسی چیز کو برداشت نہیں کرسکتے۔ پوری دنیا کی حکومت مل جانے اور ایمان جانے یہ بھی ہمیں گوارہ نہیں اور ہمارا سب کچھ لوٹ لیا جائے اور ایمان سلامت رہے یہ ہمیں گوارہ ہے۔ یہ اصل ایمان کا تقاضہ ہے۔

اسلاف عظام کے یہاں استقامت کا مصداق:

حضرت ابوبکرؓ نے استقامت کی یہی تعریف کی کہ استقامت کا مطلب ایمان پر جمے رہنا ہے[1] حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ استقامت کا مطلب ہے کہ ایمان تو لے آیا لیکن ایمان کے جو تقاضے ہیں نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ ان سب کو بجالانا، اور جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے آپ کو بچانا یعنی اوامر کو بجالاؤ اور نواہی سے رک جاؤ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ لومڑی کی طرح ادھر ادھر کو دنے والے مت بنو کہ کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہیں پڑھی، کبھی روزہ رکھا تو کبھی نہ رکھا، کبھی یہ گناہ تو کبھی وہ گناہ جیسے لومڑی کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی ادھر کودتی ہے اور کبھی ادھر، تم ایسے مت بنو۔ حضرت عمرؓ کی اس تشریح کا مطلب یہ ہے کہ استقامت پورے دین کو حاوی ہے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہے کہ ثابت قدم رہو اور اپنے عمل کو خالص اللہ کے لئے کرو۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہے کہ فرائض

---

[1] وسئل هذه الامة واعظمها استقامة ابوبكرؓ عن الاستقامة فقال ان لا يشرك بالله شيئا (التعليق الصبيح ج ا ص ۳۰)

کے ادا کرنے میں ثابت قدم رہو۔ ابن تیمیہ فرماتے ہے کہ اللہ کی محبت اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو[1]۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے دونوں چیزیں رہیں۔ وہ استقامت کے پہاڑ تھے۔ جن چیزوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کرنا ہے اسکو زندگی بھر کرتے رہے اور جس چیز سے منع کیا کہ یہ نہیں کرنا ہے اس چیز سے زندگی بھر بچتے رہے، دو چار واقعے سنیں گے تو ہمیں اس کا اندازہ ہوگا کہ کیسے دل گردہ والے لوگ تھے کہ حضور ﷺ نے جس چیز کی ہدایت کی دنیا ایک طرف ہو جائے لیکن اسے چھوڑنا گوارا نہیں۔

حضرت زید بن حارثہؓ[2] اور انکے بیٹے حضرت اسامہؓ[3]:

ایک صحابی ہیں حضرت اسامہ بن زیدؓ جنکا لقب حِبّ رسول اللہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا

---

[1] وقال عمر بن الخطاب الاستقامة ان تستقيم على الاوامر والنهي ولا تروغ روغان الثعالب وقال عثمان بن عفان استقاموا اخلصوا العمل لله وقال علي بن ابي طالب وعن ابن عباس استقاموا ادوا الفرائض وسمعت شيخ الاسلام ابن تيمية يقول استقاموا على محبته وعبوديته فلم يلتفتوا عنه يمنة ولا يسرة التعليق الصبيح ج ۱ ص ۴۰

[2] حضرت زید بن حارثہؓ: صحابہ کرامؓ میں یہ امتیازی خصوصیات کے حامل ہے تمام صحابہ کرامؓ میں یہ امتیاز انہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن پاک میں مذکور ہے (فلما قضى زيد منها وطرا) سورۃ الاحزاب یہ اعزاز کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں ہے اسی طرح آپ کی ایک امتیازی صورت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کو بیٹا بنایا تھا [illegible] آپ نے بہت ہی گہری محبت کا اسے [illegible] حضرت زید بن حارثہ کو بنایا [illegible] غلامی اور آزادی تھی یہاں تک کہ آخری بار [illegible] یہ وہ شخص ہے جنہوں نے حضور ﷺ کی رفاقت کی خاطر اپنے باپ، چچا اور پورے خاندان کو چھوڑ دیا [illegible] ایک لشکر کے قائد بن کر میدان جنگ گئے [illegible] رضی اللہ عنہ وارضاہ

[3] حضرت اسامہ بن زید کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کو بے حد خوشی [illegible] حضرت اسامہ بن زید آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسن بن علی کے ہم عمر تھے حضرت حسن گورے [illegible] حضرت رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ مشابہ تھے حضرت اسامہ کا رنگ سانولا [illegible] والد کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے

محبوب اصل میں حضرت اسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ کو حضور ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا یوں کہ بچپن میں حضرت زیدؓ کو ان کے وطن سے کسی قافلہ والوں نے لوٹ لیا تھا اور انہیں غلام بنا کر مکہ میں لا کر بیچ دیا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اور یہ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ پھر ایک زمانہ کے بعد ان کے والد اور چچا کو خبر ملی کہ ہمارا بیٹا مکہ میں ہے اور کسی کا غلام ہے تو وہ مکہ مکرمہ آئے اور حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ تو ہمارا بیٹا ہے فلاں قافلہ نے اسے لوٹ لیا تھا اسلئے آپ اس کا جو فدیہ چاہیے لے لو اور اسے چھوڑ دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فدیہ کی بھی ضرورت نہیں آپ کا بیٹا ہے آپ لے جاؤ لیکن اسکو پوچھ لو وہ آنا چاہتا ہے یا نہیں۔ اب انہوں نے تو بچپن سے حضور ﷺ کی شفقت دیکھی تھی تو حضور ﷺ نے اجازت بھی دیدی لیکن انہوں نے اپنے باپ اور چچا سے کہا کہ میں انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تم جاؤ میں نہیں آتا۔ جب انہوں نے اپنے باپ پر حضور ﷺ کو ترجیح دی اور باپ اور چچا سے محروم ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔

حضور ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہ رہی:

چنانچہ بہت دنوں تک تو زید بن محمد کہے جانے لگے لیکن بعد میں قرآن پاک میں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

لے پالک بیٹے کے احکام نازل ہوئے جسکی بڑی تفصیل ہے اس وقت اتنا بتلا دیتا ہوں کہ قرآن پاک میں بتلا دیا گیا کہ اب کوئی شخص اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب نہ کریں۔ یہ حکم آ گیا جسکا جو حقیقی باپ ہے اسی کی طرف اپنی نسبت کریں۔ **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ** (سورۂ احزاب آیت ۴۰) (محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں) اسلئے کہ حضور ﷺ کے لڑکے دنیا میں زندہ نہیں رہے۔ ابراہیم[1] طیب، قاسم[2] سب بچپن میں انتقال کر گئے۔ اسی لئے قرآن پاک کی مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ عورتوں اور لڑکیوں کے باپ ہیں فاطمہ[3]، رقیہ[4]، زینب[5]، ام کلثوم[6] لیکن کسی مرد کے باپ نہیں۔

---

[1] ابراہیمؓ: یہی فرزند آپ ﷺ کی تمام اولاد کے بعد پیدا ہوئے اور انکی پیدائش ماریہ قبطیہ سے مدینہ منورہ میں ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی آپکی وفات دسویں محرم یا دسویں ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۰ھ میں ہوئی اور عثمان بن مظعون کی قبر کے برابر بقیع میں دفن ہوئے۔

[2] قاسم: یہ نبوت کے پہلے پیدا ہوئے ان ہی کے سبب آپ ﷺ کا لقب ابو القاسم ہوا انکی عمر میں اختلاف ہے صحیح قول یہ ہے کہ چلنے پھرنے کے قابل عام بچے کے ہوئے تھے تب آپکا انتقال ہوا آپکی وفات قبل البعثت واقع ہوئی۔

[3] فاطمہ۔ کے حالات جلد اص ۸۵

[4] حضرت رقیہؓ: حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ نے شادی کی ان سے عبداللہ پیدا ہوئے اسی وجہ سے انکی کنیت ابو عبداللہ تھی انکا نکاح اسلام سے قبل ہوا تھا حضرت عثمانؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی ساتھ میں تھی رقیہ کی وفات اس روز ہوئی جس روز حضرت زید بن حارثہؓ فتح بدر کی خوشخبری لے کر آئے

[5] حضرت زینبؓ: آپ کی ولادت واقعہ فیل سے ۳۰ برس نبوت سے دس برس پیشتر واقع ہوئی حضرت زینبؓ کی شادی ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس سے ہوئی وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے حضرت زینبؓ کو ایک لڑکا علی نامی اور ایک لڑکی امامہ بھی پیدا ہوئے علی بن ابی العاص جوان ہوئے فتح مکہ کے روز حضور ﷺ یعنی اپنے نانا کے ساتھ ایک ہی سواری پر تھے۔ حضرت زینب کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا

[6] حضرت ام کلثومؓ: سے حضرت عثمانؓ نے شادی کی جب انکی بہن حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا حضرت عثمانؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بعض کا قول ہے کہ اولاد ہوئی لیکن زندہ نہیں رہی ام کلثومؓ کی وفات شعبان ۹ھ میں ہوئی حضرت عثمانؓ کے نکاح میں اٹھ رہیں۔

آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، اب نبوت کا سلسلہ چلنے والا نہیں آپ پر ختم ہونے والا ہے جب یہ آیتیں اتری تو یہ سلسلہ بند ہوگیا کہ اب کوئی زید بن محمد نہ کہے، انکے جو والد ہے حارثہ اسی نام سے پکارا کریں اسلئے آج بھی یہی حکم ہے۔

لے پالک بیٹے کے احکام:

شریعت کی نظر میں لے پالک بنانا جائز تو ہے لیکن یاد رہے کہ اسکو اسکے باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائیگا، اس بیٹے کا حقیقی بیٹے کی طرح حکم نہیں ہے۔[1] لے پالک بنانے میں چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسے بچے کو منہ بولا بیٹا بنایا جائے جو اپنی بیوی کا محرم بھی ہو ورنہ پردہ کے احکام آئیں گے بچپن سے ہی ساتھ رہیگا وہ ماں باپ ہی کہیگا تو پردے کا اہتمام نہیں ہو سکے گا اسلئے ایسے بچے کو گود لے جو اپنی بیوی کا محرم ہو۔

لے پالک وارث نہیں بنے گا:

دوسرا یہ کہ میراث میں بھی یہ حقیقی بیٹے کی طرح نہیں، حقیقی بیٹے کو میراث ملیگی لیکن منہ بولے بیٹے کو میراث نہیں ملیگی اسی طرح بولنے میں لکھنے میں اسکے حقیقی باپ کا نام لیا جائیگا، گود لینے والے باپ کا نام نہ لیا جائے قرآن کریم میں اسکی ممانعت آئی ہے حدیث میں بھی اسکی ممانعت آئی ہے۔

حضور ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ:

بہر حال سیدنا اسامہ انہی زید بن حارثہ کے بیٹے ہیں، حضور ﷺ انہیں بیٹے کی طرح چاہتے تھے اسی لئے حضرت اسامہ کا لقب ہوگیا تھا حِبّ رسول اللہ، حضور ﷺ نے اپنی وفات کے

---

[1] ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم

(سورۃ احزاب پ ۲۱ آیت ۵)

چند روز پہلے ایک لشکر تیار کیا تھا جسکا امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بنایا تھا، حضورﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ابھی یہ لشکر روانہ نہیں کیا گیا، صحابہ کرامؓ کو حضورﷺ کی وفات کا بڑا صدمہ رہا۔ ادھر ایک فتنہ یہ اٹھا کہ بعض علاقوں میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے، ایمان چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ یہ دین تو حضورﷺ کی حیات تک تھا، آپﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ دین بھی ختم ہو گیا۔ بعض نے کہا زکوۃ دینا فرض تھا لیکن اب حضورﷺ نہیں رہے تو اب زکوۃ بھی نہیں رہی، بعض نے کہا زکوۃ تو فرض ہے لیکن امیر المؤمنین کے اختیار میں نہیں، اپنے طور پر جہاں چاہے دینگے۔ یہ تین قسم کے لوگ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا، جب حضورﷺ کی تدفین ہوگئی تو حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ حضورﷺ نے یہ جو لشکر تیار کیا تھا اسے ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے بھیجیں گے جو مرتد ہو چکے ہیں اور زکوۃ کا انکار کر رہے ہیں۔ سارے صحابہ نے منع کیا کہ امیر المؤمنین حضورﷺ کی وفات کو ابھی چند دن بھی نہیں ہوئے اور ابھی یہ لشکر جائیگا تو سارے بھڑک اٹھیں گے، اسلئے ابھی تھوڑا اطمینان اور سکون ہو جائے اسکے بعد ہم لشکر روانہ کرینگے۔

حضورﷺ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کی بے مثال استقامت:

حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ استقامت کے پہاڑ تھے، حضورﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہؓ کے ہوش اڑ گئے تھے، اپنے حواس کھو چکے تھے، حضرت عمر بن خطابؓ بہت سخت اور غصہ والے آدمی تھے، لیکن جب حضورﷺ کی وفات کی خبر سنی تو انکے بھی ہوش اڑ گئے، وہ تلوار لے کر مدینہ منورہ میں گھومتے تھے کہ کوئی اگر کہہ دے کہ حضورﷺ کی وفات ہوگئی تو اسکی گردن اڑا دوں گا اسلئے لوگ ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے رہتے تھے کہ ذرا سا بھی زبان سے نکلا تو عمر گردن اڑا دینگے۔ حضرت ابو بکرؓ کو جب پتہ چلا تو آئے اور آکر حضورﷺ کی

پیشانی پر بوسہ دیا [1] اور مسجد میں آ گئے، لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جمع ہونے لگے، عمرؓ بھی تلوار لئے مسجد میں آ گئے، اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ نے ایک زوردار خطبہ و کرامت کو سنبھالا، اس خطبہ میں حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہی رہے، بیٹھے بھی نہیں تھے کہا جاتا تو کہتے کہ میں نہیں بیٹھوں گا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ وفات پا گئے، جو کہیگا میں اس کی گردن مار دوں گا حضرت ابوبکرؓ نے پرواہ نہیں کی اور اپنا خطبہ شروع کیا، اسی خطبہ میں آپ نے یہ آیتیں پڑھی کہ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ کہ اے محمد ﷺ آپ کو بھی موت آنے والی ہے اور سب کو موت آنے والی ہے، اسی طرح یہ آیت بھی پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا (کہ محمد ﷺ تو رسول ہی ہے آپ سے پہلے بہت سارے رسول دنیا میں آئے اور چلے گئے کیا اگر محمد ﷺ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائے تو کیا تم اپنے ایمان سے ہٹ جاؤ گے، اور اگر ایسا کروگے تو تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے) مطلب یہ کہ حضور ﷺ کی وفات تو ہونے والی ہے جیسا دو آیتوں میں بتلایا، اگر ایسا کروگے کہ وفات کے بعد تم دین سے ہٹ جاؤ تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں تمہارا ہی نقصان ہے [2]

---

[1] عن ابن عباس و عائشة ان ابابكر قبل النبي ﷺ بعد ما مات (شمائل ترمذی ص ۲۹ باب ماجاء في وفاة رسول الله ﷺ)

[2] عن عبد الله بن عباس ان ابابكر خرج وعمر يكلم الناس فقال اجلس يا عمر فابى عمر ان يجلس فاقبل الناس اليه وتركوا عمر فقال ابوبكر اما بعد من كان منكم يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان منكم يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الى الشاكرين. وقال والله لكان الناس لم يعلموا ان الله انزل هذه الآية حتى تلاها ابوبكر فتلقاها منه الناس كلهم فما اسمع بشرا من الناس الا يتلوها فاخبرني سعيد بن المسيب ان عمر قال والله ما هو الا ان سمعت ابابكر تلاها فعقرت حتى ما تقلني رجلاي وحتى اهويت الى الارض حين سمعته تلاها ان النبي قد مات (بخاری شریف كتاب المغازي باب مرض النبي ﷺ ج ۲ ص ۶۴۰)

حضرت ابوبکرؓ کا حکمت بھرا کلام:

اسی کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ میں فرمایا فمن کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت" سن لو! جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آنے والی۔" جب حضرت عمرؓ نے یہ خطبہ سنا تو فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ آیت آج ہی اتری ہے۔ اور انکو یقین آ گیا کہ آج حضور ﷺ کی وفات ہو گئی تو بیٹھ گئے۔

ایک صحابی کا حضور ﷺ سے عشق:

ایک صحابی کھیت میں کام کر رہے تھے انہوں نے سنا حضور ﷺ وفات پا گئے تو شدت غم میں دعا کرنی کہ یا اللہ ان آنکھوں سے حضور ﷺ کی زیارت کیا کرتا تھا وہ اب رہے نہیں تو یہ آنکھیں کس کام کی، میری آنکھوں کو اٹھا لے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور نابینا ہو گئے۔[1]

حضرت فاطمہؓ کا غم:

حضرت فاطمہؓ پر اتنا اثر تھا کہ وفات سے چند روز پہلے جبکہ حضور ﷺ مرض الوفات میں تھے حضور ﷺ کے پاس آئی تو راز کے انداز میں حضور ﷺ نے ان کے کان میں کچھ بات کی تو رونے لگی تھوڑی دیر بعد پھر کچھ بات کی تو ہنسنے لگی یہ بات تو ہو گئی تھی اسکے بعد حضور ﷺ کی تو وفات ہو گئی تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر پوچھا کہ حضور ﷺ کی مرض الوفات میں یہ واقعہ پیش آیا کہ تم تھوڑی دیر روئی پھر ہنسی تھی۔ یہ کیا بات ہے بتلاؤ؟ بہت زور دیا تو

---

[1] شرح البخاری ج ۱ ص ۳۳

حضرت فاطمہؓ نے بتلایا کہ حضور ﷺ نے بتلایا کہ بیٹی اب میرا دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے تو
میں رونے لگی کہ میری جدائی ہو جائے گی لیکن تھوڑی دیر کے بعد حضور ﷺ نے بتلایا کہ میرے
خاندان میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھے آکر ملو گی اس سے میں خوش ہوگئی کہ چلو زیادہ دن
مجھے غم نہیں اٹھانا پڑیگا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد فقط ۶ مہینے زندہ رہیں لیکن ان ۶ مہینوں
میں کبھی بھی ان پر کسی نے ہنسی اور مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ اتنا غم حضرت فاطمہؓ کو تھا بعض کتابوں
میں یہ اشعار بھی لکھے ہیں صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ
لَيَالِيَا (مجھ پر حضور ﷺ کی وفات سے غموں کے وہ پہاڑ ڈال دیئے گئے کہ ان غموں کے
پہاڑوں کو اگر ان روشن دنوں پر ڈال دیا جاتا تو روشن دن بھی تاریک اور اندھیری رات بن
جاتے یہ دنوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی) عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اتنا سارے صحابہؓ کو حضور
ﷺ کی وفات کا غم تھا، بہر حال اس موقع پر سارے صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ امیر
المؤمنین ابھی اعلان نہ کیجئے۔ حضرت عمرؓ بھی کہتے تھے کہ اعلان مت کیجئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے سنہرے کلمات:

حضرت ابوبکرؓ چونکہ استقامت کے پہاڑ تھے اسلئے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمرؓ! تم
زمانہ کفر میں تو بہت سخت تھے تو کیا اسلام میں آکر اتنے نرم ہو گئے ہو؟ اتنی نزاکت آگئی
تمہارے اندر۔ اس سے حضرت عمرؓ بھی ٹھنڈے ہو گئے اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جو جملہ کہا
ہے اسے سونے کے پانی سے اپنے دل پر لکھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا اَيُنْقَصُ الدِّيْنُ وَاَنَا

---

۱ عن عائشة قالت دعا النبي ﷺ فاطمة ابنته في شكواه التي قبض فيها فسارّها
بشيء فبكت ثم دعاها فسارّها فضحكت قالت فسألتها عن ذلك فقالت سارّني النبي ﷺ
فأخبرني أنه يقبض في وجعه الذي توفي فيه فبكيت ثم سارّني فأخبرني أني أول أهله يتبعه
فضحكت (بخاري شريف كتاب المناقب مناقب فاطمة ج ص ۵۳۲)

حتیٰ کہ میرے جیتے جی دین میں کمی آجائے یہ نہیں ہو سکتا جو لوگ بھی زکوۃ کا انکار کرتے ہیں میں ان سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں جو بکری کو رسی کے ساتھ زکوۃ میں دیتا تھا اب وہ بغیر رسی کے بکری دیگا تو میں اس سے بھی جہاد کروں گا اور میں اکیلا اپنی اس اونٹنی پر سوار ہو کر سارے مرتدین سے قتال کروں گا یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکرؓ کی فراست کا نتیجہ:

جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ بیان دیا سارے صحابہ ٹھنڈے ہو گئے اور حضرت عمرؓ بھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہو گئے اور فرمایا کہ دیکھو ابوبکر کی استقامت پر اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو بھی کھول دیا حضرت ابوبکرؓ بالکل حق پر ہے کہ یہ لشکر روانہ ہونا چاہئے. چنانچہ یہ لشکر روانہ ہوا جس میں بڑے بڑے صحابہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرداری میں تھے. جہاں جہاں لوگ مرتد ہوئے تھے انہیں سمجھایا ان سے مقابلہ ہوا تو سوائے چند کے سارے لوگ واپس اسلام میں آگئے. جو لوگ زکوۃ کا انکار کرتے تھے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ضرور زکوۃ ادا کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو لوگ نماز اور زکوۃ دونوں میں فرق کریں گے کہ نماز کو فرض سمجھیں اور زکوۃ سے انکار کریں وہ بھی مؤمن نہیں ہے میں ان سے بھی قتال کروں گا. چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی استقامت کا یہ اثر ہوا کہ جزیرۃ العرب میں پھر سے اسلام کی بہار آئی. زکوۃ کا سلسلہ اس وقت سے آج تک چلا آرہا ہے. اور امت میں نہ دینے والے تو بہت ہیں لیکن زکوۃ کا انکار کرنے والے نہیں ہوں گے. اگر کسی کا ایمان ہی صحیح نہ ہو وہ کہدے ورنہ اس وقت سے آج تک زکوۃ کا سلسلہ برابر جاری ہے استقامت اسکو کہتے ہیں۔

صحابہؓ اور اولیاء کی شان:

ایمان پر استقامت کے چند واقعات تو بتلادئے اب اعمال واستقامت کے ایک دو واقعہ سن لیں. انسان پر جو عبادتیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں اسے تو ادا کرتا ہی ہے لیکن اللہ

والے لوگ اور صحابہ کرامؓ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اپنی زندگی میں اپناتے تھے اور اسے کبھی چھوڑتے نہیں تھے۔

حضرت علیؓ کی تسبیحات پر استقامت:

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو تو ہم بھی جانتے ہیں حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بھی فاقہ ہوتا تھا حضور ﷺ کے گھر میں بھی فاقہ ہوتا تھا حضرت فاطمہؓ گھر کا کام خود کرتی تھی، اپنے گھر میں چکی ہاتھ سے چلاتی تھی جسکی وجہ سے پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے اس زمانہ میں پانی مشکیزہ میں لاتے تھے تو حضرت فاطمہؓ گردن میں رسی ڈال کر مشکیزہ لاتی تھی، پیٹھ پر اسکے نشانات پڑ گئے تھے، خود محنت کرتی تھی۔ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آئیں، تو حضرت علیؓ نے کہا کہ دیکھو حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور ایک خادم اپنے لئے لے لو تمہاری تکلیف دور ہو جائیگی، حضرت فاطمہ حضور ﷺ کے دروازہ پر گئی تو دیکھا بہت سارے صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں تو شرم کر واپس آگئی کہ سب کے سامنے کیا بات کروں، اسلئے چلی گئی، حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ نے اپنے آنے کا مقصد ذکر کیا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کی پوری بات بتلا دی۔ حضور ﷺ خود اپنی بیٹی کے یہاں تشریف لے گئے، تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضور ﷺ ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بیٹا کس کام سے آنا ہوا تھا؟ تو شرما گئی تو حضرت علیؓ نے خود کہا یا رسول اللہ! میں نے خود بھیجا تھا آپ دیکھئے چکی

---

۱ قال حدثنا علیؓ ان فاطمة اتت النبی ﷺ تشکو الیه ما تلقی فی یدها من الرحی وبلغها انه قد جاءه رقیق فلم تصادفه فذکرت ذلک لعائشة فلما جاء اخبرته عائشة قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذهبنا نقوم فقال علی مکانکما فجاء فقعد بینی وبینها حتی وجدت برد قدمیه علی بطنی: فقال الا ادلکما علی خیر مما سألتما اذا اخذتما مضاجعکما او اویتما الی فراشکما فسبحا ثلاثا وثلاثین واحمدا ثلاثا وثلاثین وکبرا اربعا وثلاثین فهو خیر لکما من خادم (بخاری ج ۲ ص ۸۰۰ ومشکوۃ رقم حدیث ۲۳۸۸)

پیتے پیتے اسکے ہاتھوں میں چھالے آگئے، پانی بھرتے بھرتے نشان پڑگئے، اسلئے میں نے بھیجا کہ ایک خادمہ یا غلام خدمت کے لئے مل جائے۔

حضور ﷺ کی نگاہ میں آخرت مقدم دنیا پر:

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ابھی تو جو صحابہ بدر میں شہید ہوئے ہیں انکے یتیم بچوں کو دینا باقی ہے تمہیں ان غلاموں سے اور باندیوں سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ کہا ضرور فرمایا ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر یہ تمہارے غلام اور باندیوں سے بھی بہتر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ کلمات آخرت میں کام آنے والے ہیں غلام باندیاں دنیا کی چیزیں ہیں تھوڑے دن کی تھکان ہے ختم ہوجائیگی۔

یہ حضرات بھی حضور ﷺ کی بات پر کیسے عمل کرنے والے تھے، یہ نہیں کہا کہ ہم آپ سے غلام باندی مانگتے ہیں اور آپ ہمیں وظیفہ بتارہے ہیں، اتنے غلام ہیں ایک دیدیں تو کیا حرج ہے. بیٹی بھی ایسی تھی اور داماد بھی ایسے کہ فوراً مان گئے کہ یا رسول اللہ کوئی بات نہیں ہم ضرور پڑھیں گے. پھر حضرت فاطمہؓ بھی اسے پڑھتی رہی اور حضرت علیؓ بھی۔

حضرت علیؓ کی زبردست استقامت:

حضرت علیؓ کے متعلق ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس رات سے میں نے حضور ﷺ سے یہ تسبیحات سنی اس دن سے لیکر مرتے دم تک کبھی نہیں چھوٹی، یہاں تک کہ جنگ صفین میں بھی رات میں کچھ تاخیر سے بھی پڑھ ہی لی۔ اتنی استقامت تھی ایسے لوگوں کے لئے اللہ نے جنت کی بشارت سنائی۔

اشراق اور چاشت کی نماز کا وقت:

چاشت کی نماز کی حضور ﷺ نے فضیلت بتلائی. سورج طلوع ہونے کے تقریباً ۲۰ منٹ بعد اشراق کی نماز ہوتی ہے اور جب دن کا چوتھائی حصہ گذر جائے یعنی دھوپ میں ذرا تیزی

آ جائے ، زمین پر پیر جلنے لگے اس وقت چاشت کی نماز کا وقت ہوتا ہے زوال کے پہلے پہلے تک پڑھی جا سکتی ہے ، حضور ﷺ بھی اسے کثرت سے پڑھتے تھے اور اسکی فضیلت بھی بتلائی ہے ۔

حضرت عائشہؓ کی استقامت کا حال :

حضرت عائشہؓ نے یہ چاشت کی نماز شروع کر دی اب اتنی پابندی کی کہ روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ اگر میرے ماں باپ بھی قبر سے اٹھ کر آ جائے تب بھی میں یہ نماز نہیں چھوڑ سکتی کون باپ ؟ حضرت ابو بکرؓ جیسے باپ بھی اٹھکر آ جاوے تب بھی چاشت کی نماز نہ چھوڑوں گی ۔ باپ اگر قبر سے اٹھ کر آ جائے تو انسان کی خوشی کا کیا حال ہو ؟ فرماتی ہے کہ ایسی حالت میں بھی میں ماں باپ کو نہیں دیکھوں گی بلکہ پہلے چاشت کی نماز پڑھوں گی ۔[1]

ان حضرات صحابہؓ کو آخرت پر یقین تھا ، ایمان پر ملنے والی نعمتوں پر یقین تھا ، ذکر پر تلاوت پر ، نماز پر اللہ نے جو نعمتیں بتلائی اس پر یقین تھا ۔ سو فصد یقین تھا ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا ۔ اسلئے تو وہ جان جانا گوارا کر لیتے تھے ، دنیا کی مشقتیں اٹھانا گوارا کر لیتے تھے لیکن کبھی بھی اپنے ایمان و عمل کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے ۔ ایک دو واقعے بتلا دیتا ہوں کہ جن گناہوں سے حضور ﷺ نے منع فرما دیا تو ان گناہوں کو انہوں نے ایسا چھوڑ دیا کہ پھر زندگی بھر کیا ہی نہیں ،

حضرت ابو جری جابر بن سلیمؓ کی استقامت کا واقعہ :

ایک صحابہ ہے ابو جری جابر بن سلیمؓ ، ابو جری کنیت ہے اور جریر نام ہے[2] دور دراز کا سفر

---

[1] عن عائشۃؓ انہا کانت تصلی الضحیٰ ثمانی رکعات ثم تقول لو نشر لی ابوای ما ترکتہا رواہ مالک (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۶ رقم حدیث ۱۳۱۹)

[2] حضرت جریر بن عبداللہؓ : حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ حضور اکرم ﷺ جس سال وفات پائے اسی سال اسلام لائے ، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی وفات سے فقط ۴۰ روز پہلے مسلمان ہوا زندگی کے کچھ سال کوفہ میں رہے قرقیسیا ۵۱ھ میں وفات ہوئی آپؓ بڑے ہی خوبصورت تھے انکو یوسف الامۃ کہا جاتا ہے آپؓ سے بہت سے حضرات روایت حدیث کرتے ہیں ۔

کر کے مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے ہیں تو حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے ،لیکن مجلس جمی ہوئی تھی ،دیکھا کہ ایک شخص تشریف فرماتے ہیں مجلس والے انکی بات بڑے غور سے سنتے ہیں اور جو باتیں بیان فرماتے اس پر عمل کرتے ہیں ،ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ تو قریب آئے اور سلام کیا علیک السلام یا رسول اللہ آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا بلکہ سلام کا صحیح طریقہ بتلایا۔ یہ علیک السلام زمانہ جاہلیت میں مردوں پر کیا جاتا تھا علیک پہلے اور السلام بعد میں ۔اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا اس طرح ہو السلام علیک یہ اصلاح کردی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ کے رسول ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں اللہ کا رسول ہوں ۔اسکے بعد انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

حضور ﷺ نے انہیں کچھ نصیحتیں فرمائی ان میں سے مجھے ابھی فقط ایک بتلانی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لَاتَسُبَّنَّ اَحَدًا کبھو کسی کو گالی گلوچ اور برا بھلا مت کہنا ایک دفعہ حضور ﷺ سے یہ نصیحت سن لی ،اس پر ایسا عمل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ اَحَدًا لَا حُرًّا

ل عن ابی جری جابر بن سلیم قال اتیت المدینة فرأیت رجلا یصدر الناس عن رأیه لا یقول شیئا الا صدروا عنه قلت من هذا قالوا رسول الله قلت علیک السلام یا رسول الله مرتین قال لا تقل علیک السلام فان علیک السلام تحیة المیت قل السلام علیک قال قلت انت رسول الله قال انا رسول الله الذی اذ اصابک ضر فدعوته کشفه عنک وان اصابک عام سنة فدعوته انبتها لک واذا کنت بارض قفراء او فلاة فضلت راحلتک فدعوته ردها علیک قلت اعهد الی قال لا تسبن احدا قال فما سببت بعده حرا ولا عبدا ولا بعیرا ولا شاة قال ولا تحقرن شیئا من المعروف وان تکلم اخاک وانت منبسط الیه وجهک ان ذلک من المعروف وارفع ازارک الی نصف الساق فان ابیت فالی الکعبین وایاک واسبال الازار فانها من المخیلة وان الله لا یحب المخیلة وان امرء شتمک وعیرک بما یعلم فیک فلا تعیره بما تعلم فیه فانما وبال ذلک علیه۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۵۶۳)

ولا عبدًا ولا بعیرًا ولا شاۃً، حضور ﷺ کی یہ نصیحت سننے کے بعد اس پر اس طرح عمد رہا کرا سکے بعد کبھی بھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا نہ کسی آزاد کو، نہ کسی غلام کو، نہ کسی اونٹ کو، نہ کسی بکری کو، وہ عرب تھے عام طور پر اونٹ اور بکریاں انکے پاس ہوتا تھا جانور کبھی ستاتے ہیں تو انسان کبھی جانور کو بھی گالی دیتا ہے تو فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نصیحت کے بعد کسی کو برا نہیں کہا۔ انسان تو انسان، غلام باندیاں اور جانور تک کو برا بھلا نہیں کہا۔ یہ تھے صحابہ کرام کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کوئی بات سن لی ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہے۔

مقصد وعظ:

میں نے اسی لئے یہ مضامین اور واقعات خاص طور پہ بیان کئے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایمان کی دولت نصیب فرمائی اس ایمان پر تو ہمیں قائم رہنا ہی ہے اور اس رمضان المبارک کی برکت سے بہت سی نیکیاں ہم کرتے ہیں مثلاً بہت سے لوگ اور دنوں میں نماز نہیں پڑھتے رمضان میں نمازی بن جاتے ہیں، اور دنوں میں جو تلاوت نہیں کرتے، رمضان میں وہ تلاوت کا اہتمام کرتے ہو جاتا ہے، بہت سے گناہ ہم چھوڑ چکے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں کہ پہلے روزہ سے داڑھی کو استرہ نہیں لگایا استقامت یہ ہے کہ رمضان کے بعد بھی نمازوں کا اہتمام ہو، تلاوت کی پابندی ہو جائے تھوڑا ہی صحیح لیکن روزانہ پابندی سے تلاوت ہو، جو تسبیحات پڑھ رہے ہیں اسے ہم پلے باندھ لیں کہ کبھی نہ چھوڑیں، نماز کے بعد تسبیح فاطمی کی پابندی جیسا کہ اسکی فضیلت سنی ہے کبھی اسکو نہ چھوڑیں اسکو پڑھ کر ہی جگہ سے اٹھیں، اسی طرح سوتے وقت بھی ان تسبیحات کو ضرور پڑھتے رہیں۔

احقر کے بعض مشائخ کا جانب احتیاط پر استقامت:

حضرت اقدس سیدی ومولائی فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی نے کبھی جھینگا تناول نہیں

فرمایا اسی طرح سیدی ومولائی حضرت شیخ اجمیریؒ نے بھی کبھی جیبی گھڑی نہیں رکھا فرماتے تھے کہ یہ تو گیرا ہے (جو حضرات اسے گھڑی کی قسم مانتے ہیں وہ حلال سمجھتے ہیں اور جو حضرات گھڑی نہیں مانتے ہیں وہ منع کرتے ہیں)۔

حضرت مفتی محمود حسنؒ ۲ کا ایک لطیفہ:

حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم نے متعدد بار یہ بات کہی کہ حضرت

---

۱ [illegible]

۲ [illegible]

[illegible]

اور کاروی دونوں ساحلی گاؤں ہیں، صبح، شام، دوپہر تینوں اوقات تازے جھینگے آتے ہیں تو پہلے خوب کھایا لیکن جب دار العلوم دیوبند جانا ہوا اور حضرت فقیہ الامت کا احتیاط دیکھا تب سے چھوڑ دیا سنہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء میں حضرت کے ساتھ جزیرہ انڈمان مدراس اور منی پور کا سفر ہوا، دوران مسلسلات میں حضرت نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے دو مرتبہ سنی ہے، اور جب سے حضرت شیخؒ سے حدیث معاذؓ **اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ** سنی اسوقت سے الحمد للہ اس پر پابندی ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری لاؤڈ اسپیکر میں نماز کو خلاف اولیٰ قرار دیتے تھے، ۶۰ ساٹھ سال تک راندیر بڑی مسجد میں امامت و خطابت کی بے مثال خدمت انجام دی۔ یہاں تک کہ امامت چھوڑنے کے بعد بھی حضرت کی حیات میں کبھی لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں ہوئی۔

ہمیں کیا کرنا ہے:

بتلانا یہ ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کی توفیق دی ہے جو نیکیاں ہمیں اسوقت کرنے کا موقع ملا رمضان کے بعد بھی جاری رکھیں، اس پر جمے رہیں، اس پر یہ بشارتیں سنائی گئی۔ ایمان اور اعمال پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے بشارتیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عید کا چاند ہونے کا ہمیں انتظار ہو کہ کب عید کا چاند نظر آئے اور پھر سے ہم شیطانی کاموں کو شروع کردیں وسلئے جن لوگوں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی داڑھی کو ہاتھ نہیں لگایا ان سے یہ گذارش ہے کہ چاند دیکھنے کے بعد بھی رہنے دیں۔

سرکاری کھیتی کی حفاظت کرو:

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحبؒ فرماتے تھے، دیکھو! یہ داڑھی سرکاری کھیتی ہے، سرکاری کھیتی کو کوئی چھیڑتا ہے تو بڑا مجرم قرار پاتا ہے، جیل میں جانا پڑتا ہے

اسلئے اس مٹھی کو چھیڑنے سے اللہ کے یہاں مجرم ہوجاؤ گے، اور بڑے گنہگار ہوجاؤ گے اور یہ گناہ ۲۴ گھنٹے والا گناہ ہے یعنی حضور ﷺ والا چہرہ جو واجب ہے کسی مومن کے چہرہ پر داڑھی نہ ہو وہ ہر وقت گنہگار ہے، صبح بھی شام بھی ہر گھڑی گنہگار ہے۔ لیکن ایک دفعہ توبہ کرلے کہ اب اسکو نہیں چھیڑوں گا تب سے اللہ اسکا گناہ معاف کردیں گے۔ یہاں تک کہ وہ ایک مٹھی سے زیادہ ہوجائے، اگر ایک مٹھی سے زیادہ ہوجائے تو زائد حصہ کاٹ سکتے ہیں۔ اور بھی گناہ ہیں مثلاً ٹی وی ابھی بند ہوگی ماشاء اللہ، اسکو بھی بند ہی رکھیں بلکہ اسکو تو اٹھا کر پھینک ہی دیویں۔ کتنے اللہ کے ایسے بندے ہیں جنہوں نے اس پر عمل کیا۔

ترجمۂ آیت:

بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی اسکا ترجمہ کررہا ہوں تا کہ یہ باتیں ذہن میں رہیں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہ (بیشک جو دل وجان سے کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے) الحمد للہ ہم بھی ایمان والے ہیں، ہم بھی اللہ کو رب مانتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھیں۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (یہ کہنے کے بعد اس ایمان پر اور ایمان کے تقاضوں پر جمے رہیں) ابھی میں نے حضرت عمرؓ کے قول کی تشریح کی استقامت نام ہے اعمال صالحہ پر جمے رہنا کہ چھوٹنے نہ پائے اور برائیوں کو چھوڑ دیا ہے تو چھوڑے ہی رکھیں، پھرنے کرنے والے نہ بنیں تو ایسے لوگوں کے لئے کہا۔ تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ جب موت آتی ہے (تو فرشتے انکے پاس آتے ہیں) اور وہ فرشتے کہتے ہیں اَلَّا تَخَافُوْا (ڈرنے کی ضرورت نہیں) موت کے وقت بھی اور قبر میں بھی اور میدان حشر میں بھی یہی کہیں گے کہ ڈرومت وَلَا تَحْزَنُوْا (غم مت کرو) وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ (جنت کی بشارت سن لو) الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (جس جنت کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) فرشتے کہیں گے ہم تمہارے دوست رہیں دنیا میں اور قبر اور آخرت میں بھی تمہارے

دوست رہیں گے اور تمہاری جنت میں کیا ہے؟ فَاتَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ (جو تمہارا جی چاہے) اور جو بھی تم مانگو گے جنت میں تمہیں ملیگا (سورۃ حٰم سجدہ آیت ۳۰)۔

خلاصہ کلام:

آج کی ہماری اس مجلس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر مرتے دم تک قائم رہنا ہے اور اسکے فضل وکرم سے جو اعمال صالحہ کئے ان پر بھی جمے رہیں۔ اور جن گناہوں سے بچے ہیں ان سے بچتے رہیں۔ کبھی کوئی گناہ ہو جائے۔ کوئی آدمی یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ ہم معصوم ہیں گناہ ہو جاتا ہے لیکن گناہ کرنے کے بعد بے فکر نہ ہو جائے، اگر گناہ ہو جائے تو فوراً وضو کرے دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ معاف کر دے، آئندہ نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا الحمد لله رب العلمين

حضرت محمد مفتی کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۳ رمضان شب بدھ

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

آپ ﷺ کے بعثت کے مقاصد ثلثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یسبح للہ مافی السموات ومافی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم ایتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ہ (سورۂ جمعہ آیت ۱)

یہ سورۂ جمعہ کی چند ابتدائی آیتیں ہیں پہلی آیت کا ترجمہ ہے کہ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ کے لئے وہ ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں کے اندر ہیں جو بادشاہ ہے، پاکیزہ ہے، زبردست ہے، اور حکمت والا ہے اللہ تعالی کی ذات۔ ساری کائنات انکی قدرت میں ہے اسکے حقیقی بادشاہ وہی ہے اور ہر قسم کے عیب سے نقص سے اللہ تعالی کی ذات پاک ہے اور اللہ تعالی زبردست ہے یعنی اسی کی طاقت ہے اسی کا حکم ہر چیز پر غالب رہتا ہے اسکے حکم کے مقابلہ میں کسی کی طاقت اور قدرت نہیں چل سکتی اور اللہ تعالی حکمت والا ہے اسکے ہر فعل میں اور ہر کام میں بڑی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جسکو ہم نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہمارا ذہن اس طرف جاتا ہے آگے کی آیت کا ترجمہ ہے وہ ذات ایسی ہے جس نے بھیجا فی الامیین ان پڑھ لوگوں میں رسولا منہم ایک رسول انہیں میں سے یتلوا علیہم ایتہ وہ رسول تلاوت کرتے ہیں انکے سامنے اللہ تعالی کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں ویزکیہم اور برے اخلاق اور اسی طرح ظاہری اور باطنی نجاستوں سے انکو پاک کرتے ہیں ویعلمہم

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اور کتاب اور حکمت کی باتیں انکو سکھاتے ہیں اگر چہ اس سے پہلے یہ لوگ البتہ بڑی گمراہی میں تھے۔

مقاصد بعثت:

اس دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے اپنے محمد ﷺ کو امت کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو بتلایا۔ پہلا مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ایسے لوگوں میں اپنے نبی اور رسول کو بھیجا جو ناخواندہ تھے، ان پڑھ تھے، عرب لوگوں میں عام طور پر لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا ویسے انکا حافظ بہت قوی اور مضبوط تھا حافظ کی بنیاد پر بہت ساری چیزیں انکو یاد رہتی تھی لیکن لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ کو لقب بھی امی تھا کہ آپ ﷺ بھی ان پڑھ تھے یعنی آپ ﷺ نے نہ کسی استاذ سے پڑھا ہے نہ سیکھا ہے اور نہ کسی درسگاہ میں گئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اپنی جانب سے علم عطا کیا ہے تو اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے تین مقصد بتلائے۔

پہلا مقصد:

آپ ﷺ کو بھیجے جانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ امت کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرے پڑھ کر سنائے۔

دوسرا مقصد:

دوسرا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر جو بداخلاقیاں ہوتی ہیں دلوں میں برائیاں بھری ہوتی ہیں انکو بھی پاک صاف کرے اور ظاہری طور پر بھی جو بداخلاقیاں، برائیاں اور ناپاکیاں ہوتی ہیں ایسی تعلیم آپ ﷺ لوگوں کو بتلا دیں، اور اس طرح انکی تربیت کرے کہ

ظاہر اور باطن یعنی باہر اور اندر کی ساری برائیاں دور ہو جائے۔

تیسرا مقصد:

اور تیسرا مقصد بتلایا کہ آپ ﷺ کو اسلئے بھیجا گیا کہ ایک تو خود آپکو قرآن کی تلاوت کرنی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ امت کو سکھانا بھی ہے اور حکمت بھی سکھانا ہے۔

حکمت کا معنی:

اور حکمت کے بہت سے معانی لوگوں نے بتلائے اسکا ایک عام مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اسلئے بھیجا گیا تاکہ کتاب یعنی قرآن پاک بھی سکھائیں، اور حکمت یعنی آپ کی احادیث (آپ ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں) یہی اصل میں حکمت کی باتیں ہیں وہ بھی سکھائیں حضرت جبرئیل حضور ﷺ کے پاس وحی لے کر تشریف لاتے تو حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے سامنے اسکی تلاوت فرماتے بہت سے صحابہ قرآن پاک یاد کر لیتے اور بعض وحی پر لکھنے پر مامور تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ [1]، خلفائے راشدین، ابی بن کعبؓ [2]، زبیر بن عوامؓ حضرت

---

[1] حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں قبیلہ خزرج سے تعلق ہے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے وقت یہ بہت ہی کم عمر تھے کہ عمر اس وقت صرف ۱۱ سال کی تھی حضرت زید بن ثابتؓ نے صرف ۱۷ دن میں یہودیوں کی لکھنے اور پڑھنے پر عبور حاصل کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے خط و کتابت کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی جن صحابہؓ نے رسول ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا ان میں حضرت زید بن ثابتؓ بھی ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے بارے میں فرمایا افرضهم زید بن ثابت میری امت میں علم فرائض سے سب سے زیادہ واقف زید بن ثابت ہیں حضرت عمرؓ و عثمانؓ اپنے زمانہ خلافت میں انکو اپنے پاس مدینہ طیبہ میں رکھتے تھے کہیں نہ جانے دیتے تھے وہ ان کی موجودگی میں مدینہ طیبہ میں فتویٰ دیتے تھے آپکی وفات اکثر محققین کے نزدیک ۴۵ھ میں ہوئی۔

[2] ابی بن کعب بن ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج الاکبر الانصاری الخزرجی۔

معاویہؓ ۴؎ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ۵؎ یہ حضرات جب قرآن نازل ہوتا تو اسکو لکھ لیتے تھے کوئی چمڑے پر لکھتا، کوئی درخت کے پتوں پر، کوئی ہڈی پر لکھتا اس طرح یہ قرآن پاک صحابہؓ کے سینوں اور صحیفوں کے ذریعہ آج ہم تک پہنچا۔

آپ ﷺ کی تلاوت سے غیر مسلم بھی مست ہو جاتے تھے:

اللہ کے رسول ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو اہل ایمان تو اس سے لطف اندوز ہوتے ہی تھے اسکا ایک خاص اثر ہوتا تھا لیکن غیر مسلم بھی آپکی تلاوت سے مست ہو جاتے تھے۔

..... ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے انکو بلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے اپنا قرآن سناؤں ابیؓ نے فرمایا میرا نام بھی اللہ نے لیا یہ سن کر رونے لگے انکا انتقال ۱۹ھ ۲۲ھ کو خلافت فاروقی میں ہوا بعض نے خلافت عثمانی میں انتقال ہونا نقل کیا ہے کتب احادیث میں ان سے ۱۶۴ مرویات پائی جاتی ہے جن میں سے متفق علیہ صرف ۳ بخاری شریف میں، صرف ۳ مسلم شریف میں ہیں (اسلام کے اولین جاں نثار ص ۱۳۲)

۳؎ زبیر بن العوام: زبیر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے برادرزادہ اور نبی کے پھوپھی یعنی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے، ابوبکر صدیق کے داماد یعنی اسماء بنت ابوبکر کے شوہر امام عروہ بن زبیر کی روایت میں ہے کہ زبیر کی سولہ سال کی عمر تھی، جب داخل اسلام ہوئے۔ یہ پہلے شخص ہے جنھوں نے راہ خدا میں شمشیر کو میان سے نکالا، اور دو دفعہ (احد و قریظہ) میں ان کو حضور ﷺ نے فداک ابی و امی فرمایا

۴؎ امیر معاویہ کے حالات جلد نمبر ۱ ص ۸۷ پر ملاحظہ ہو۔

۵؎ حضرت مغیرہ: آپ غزوہ خندق میں ایمان لائے، اور بہت عاقل اور دانا اور جسامت میں موصوف تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور بعد از یں آپ کو کوفہ کی حکومت دی، اور آپ سے ۱۳۶ حدیثیں منقول ہے، وفات آپ کی سنہ ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔

آپ ﷺ کی تلاوت سے غیروں کا متاثر ہونا:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ [1] بہت بڑے مفسر ہیں ان کی ایک تفسیر تو جلالین ہے شروع کے پندرہ پارے انہی کی تفسیر ہے اور ان کی ایک "خصائص کبریٰ" نامی کتاب ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے بڑے بڑے معجزات کا تذکرہ کیا ہے تو اس میں انہوں نے حضور ﷺ کی تلاوت کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی تلاوت میں کیا اثر تھا ابتدا میں قیام اللیل رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ کرامؓ پر فرض اور ضروری تھی، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ [2] کی روایت ہے کہا ایک سال ایسا گذرا کہ حضور ﷺ پوری پوری رات اللہ کی

ل جلال الدین سیوطیؒ: آپ کا نام عبدالرحمن بن ابی بکر کمال الدین، لقب جلال الدین تھا، ابوالفضل کنیت تھی۔ پورا نسب اس طرح ہے عبدالرحمن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد سابق الدین بن عثمان فخر الدین [illegible] [illegible]

[illegible]

۲ حضرت عائشہؓ [illegible]

عبادت میں کھڑے رہتے تھے، نماز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پیر مبارک پر ورم آجاتا تھا، سوجھ جاتے تھے پیروں کے اندر شگاف پڑ جاتے تھے پھر بعد میں یہ حکم ختم ہوگیا کہ پوری رات آپ اس طرح اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں، آدھی رات یا ایک تہائی حصہ یا اس سے بھی کچھ کم وبیش۔ چنانچہ سورۂ مزمل کی آیتیں نازل ہوئی یا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ہ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ہ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا [۱]

نزول وحی سے پہلے آپ ﷺ کی حالت:

ابتداء میں جب حضور ﷺ پر وحی اتری تب حضور ﷺ کی عمر چالیس سال تھی، وحی سے پہلے پہلے چھ مہینے تو ایسا رہا کہ حضور ﷺ کو سچے خواب نظر آتے تھے چنانچہ رات میں جو خواب دیکھتے تھے صبح میں بعینہ وہی چیز نظر آتی تھی خواب کی تعبیر بالکل نظر کے سامنے آجاتی تھی اس کے بعد حضور ﷺ پر اس بات کا غلبہ رہا کہ میں تنہائی میں رہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں رمضان کے خاص مہینے میں اکیلے اور تنہا اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ [۲]

---

[۱] عن ابی قتادة ۔ ۔ ۔ فقلت انبئینی عن قیام رسول اللہ ﷺ فقالت الست تقرأ یایھا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورة فقام نبی اللہ ﷺ واصحابہ حولا وامسک اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر ھذہ السورة الخ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۶ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ج ۸ ص ۵۸۹ فرید بکڈپو)

[۲] عن عائشة ام المؤمنین انھا قالت اول ما بدئ بہ رسول اللہ من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجة فیتزود لمثلھا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال فقلت ما انا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی

غارِ حرا میں عبادت کیا ہوتی تھی:

اب اس وقت کیا عبادت ہوتی تھی اس سلسلہ میں کوئی بات متعین نہیں کی جاسکتی اکثر علماء کا کہنا ہے کہ اس وقت نماز جیسی کوئی چیز تو نہیں تھی. بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلی امتوں پر جو عبادت فرض تھی جیسے حضرت موسیٰ, حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں. تو اسی طرح کی کوئی عبادت آپ ﷺ غار حراء میں کرتے تھے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسوقت آپ ﷺ کی عبادت فقط اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہونا اور غور و فکر کرنا تھا. دیکھو بھائی! کتنے لوگ ہے جو کفر و شرک میں, ظلم و ستم میں مشغول ہیں آخر یہ کیوں ان برائیوں میں مبتلا ہیں اسکو بھی آپ ﷺ سوچتے تھے اور اللہ کی طرف توجہ کر کے بیٹھے رہتے تھے. اللہ کی ذات میں غور و فکر اور دھیان یہی اس زمانہ کی عبادت تھی۔

........فقال اقرء فقلت ما انا بقارئ فاخذني فغطني الثانية حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فقال فاخذني فغطني الثالثة ثم ارسلني فقال اقرأ باسم ربك الذي خلق ، خلق الانسان من علق ، اقرأ وربك الاكرم ، فرجع بها رسول الله يرجف فؤاده فدخل على خديجة بنت خويلد فقال زملوني زملوني فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال لخديجة واخبرها الخبر لقد خشيت على نفسي فقالت خديجة كلا والله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزى ابن عم خديجة وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبراني فيكتب من الانجيل بالعبرانية ما شاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمي فقالت له خديجة يا ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال له ورقة يا ابن اخي ماذا ترى فاخبره رسول ﷺ خبر ما رأى فقال له ورقة هذا الناموس الذي نزل الله على موسى يا ليتني فيها جذعا يا ليتني اكون حيا اذ يخرجك قومك فقال رسول الله ﷺ او مخرجي هم قال نعم لم يأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عودي وان يدركني يومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي الخ (بخاری ج ۱ ص ۳)

حضرت جبرئیلؑ کا پہلی وحی لے کر تشریف لانا:

اچانک حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوئے اور فرمایا اِقْرَءْ (پڑھو) آپ ﷺ نے فرمایا میں مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ (کہ میں کوئی پڑھا ہوا نہیں ہوں) تو حضرت جبرئیلؑ نے زور سے دبوچا پھر فرمایا اِقْــــرَءْ (پڑھو) پھر حضور ﷺ نے عرض کیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو پھر دوبارہ سینے سے لگا کر دبوچا پھر تیسری مرتبہ دبوچا حضرت جبرئیلؑ کے اس طرح دبوچنے سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سینہ مبارک کو کھول دیا۔ پھر حضرت جبرئیل امینؑ نے قرآن کی وہ آیتیں جو سب سے پہلے اتری اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَءْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (سورۂ علق آیت ۱) یہ پانچ آیتیں سب سے پہلی وحی ہے جو شروع میں اتری جب تین مرتبہ دبوچ لیا پھر حضور ﷺ کو پڑھنے کے لئے کہا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کیا۔

نزول وحی کے بعد آپ ﷺ کا گھبرا جانا:

لیکن چونکہ پہلی مرتبہ وحی آئی اور حضرت جبرئیلؑ کو اپنی شکل اصلی میں پہلی مرتبہ دیکھا تو حضور ﷺ پر ایک خاص قسم کی گھبراہٹ خاری ہوگئی، کپکپی طاری ہوگئی گھر پر تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہؓ [۱] سے فرمایا کہ میرے بدن پر کمبل ڈالدو چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے کمبل اور

---

[۱] حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے آپ ﷺ نے جس سے نکاح کیا وہ حضرت خدیجہ بنت قصی بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہیں وہ آپ ﷺ کے نکاح ہی میں تھی کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی تو وہ ایمان لائیں آپ ﷺ سے قبل ان کے دو نکاح ہو چکے تھے پہلا نکاح تو وہ پن کے زمانہ میں عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوا اس سے ایک بچی پیدا ہوئی پھر شوہر مر گیا تو دوسرا نکاح ھالہ بن زرارہ سے ہوا بعض نے کہا کہ ھند بن زرارہ تمیمی سے ہوا اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے پھر یہ دوسرا شوہر بھی مر گیا تو حضور ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ۔۔۔ ۔۔۔

چادر ڈالدی۔ جب وہ حالت دور ہوئی تو آپ ﷺ نے پوری تفصیل بتلائی اور آپ ﷺ کو یہ احساس ہوا کہ گویا میری جان نکل جائیگی۔

غمگسار بیوی کے کلمات تسلی:

حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپکو ضائع نہیں کریگا آپ ﷺ کی بہت ساری صفات بتلائی کہ آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو مساکین اور غریبوں کی مدد کرتے ہو اللہ آپکو ضائع نہیں کریگا حضرت خدیجہؓ کے ایک چچازاد تھے ورقہ بن نوفل[1] یہ عیسائی مذھب اختیار کر چکے تھے جو اس زمانہ کا صحیح مذھب تھا انکے پاس لے گئی اور بتلایا کہ دیکھو آپ کے بھتیجے کو

...... وہ آخر وقت تک آپ ﷺ کے نکاح میں رہی آپ ﷺ ہی کے پاس انکا انتقال ہوا آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے انتقال کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا اور انکی زندگی تک آپ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا روایت میں ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد اسلام لائی۔

[1] ورقہ بن نوفل: ورقہ بن نوفل بن عبد العزیٰ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ہیں ورقہ بن اسد کے بیٹے ہیں اور خدیجہ خویلد بن اسد کی بیٹی ہے یہ مذھب یہودیت ونصرانیت کے بڑے زبردست عالم، علامات نبوت کے ماہر، اصول دین کے شناسا، توریت وانجیل کا سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کیا کرتے اور بوجہ ضعف بصارت سوائے نیک منش باخبر علماء کی صحبت میں وقت صرف کرنے کے کہیں آتے جاتے نہ تھے مکہ میں کچھ نیک طبیعت افراد بت پرستی سے متنفر تھے ان میں ورقہ اور زید بن عمرو بن نفیل بھی تھے یہ دونوں دین حق کی تلاش میں شامل ہو گئے تھے ورقہ کو بعض ایسے راہب مل گئے جو اصل دین نصرانیت پر قائم تھے چنانچہ وہ انکے ہاتھ پر نصرانی ہو گئے۔ حضور ﷺ پر جب وحی آئی تو حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو ورقہ کے پاس لے گئی ورقہ نے تمام باتیں سنی اسکے بعد آپکے سر مبارک پر جھک کر بوسہ دیا اور کہا کہ گھبراؤ نہیں تم کو پیغمبری کا خلعت مرحمت ہوا ہے اور بے شک تم وہی نبی ہو جنکی بشارتوں سے آسمانی کتابیں تمام اہل مذاہب کو تمہارا منتظر بنا رہی تھی۔ تم کو مبارک ہو یہ جو دولت تم کو عطا ہوئی تم کو یاد رکھنا چاہئے وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ تمہاری قوم تمہیں جھٹلائیگی اور تمہاری مخالف ہو دشمن ہو کر تم سے لڑیگی اور آخر تم کو تمہارا وطن کریگی پس تمہیں مکہ چھوڑنا پڑیگا اگر اسوقت میں زندہ رہا تو تمہاری مدد کرکے عزت حاصل کروں گا ورقہ کی حسرت دل کی دل ہی میں رہی اسلئے کہ چند روز بعد انکو دنیا چھوڑنی پڑی۔

یہ حالت پیش آئی تو ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے یعنی جبرئیل امین ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آتے تھے گویا بشارت دیدی کہ آپ پر وحی کا سلسلہ جاری ہو گیا اور یہ بھی کہا کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ اس وقت آپکی قوم آپکو مکہ سے نکلنے پر مجبور کریگی کاش کہ میں اسوقت زندہ ہوتا تو میں آپکی ضرور مدد کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میری قوم مجھے یہاں سے نکالے گی؟ تو کہا کہ ہاں ہر نبی کے ساتھ ایسے ہی حالات پیش آئے ہیں چنانچہ ہجرت کا واقعہ پیش آیا اور حضور ﷺ کو ہجرت کرنی پڑی اور مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آنا پڑا۔ بہر حال اس موقع پر حضور ﷺ نے کمبل اور چادر اوڑھ لی تو بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اسی ادا کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جتلایا کہ **یَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ** اے کمبل اوڑھے ہوئے **قُمِ اللَّيْلَ** رات بھر اللہ کی عبادت کے لئے قیام کرو، کھڑے رہو **إِلَّا قَلِيلًا** مگر رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ دو **أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا** یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا آدھی رات عبادت کرو اور آدھی رات اپنے آرام کے لئے رکھو یا اس پر کچھ اضافہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ پر پوری رات عبادت فرض تھی لیکن بعد میں پھر اس میں تخفیف ہوگئی، آسانی ہوگئی اخیر میں حضور ﷺ کا زیادہ تر معمول یہ رہا کہ رات کے آخری تہائی حصہ میں آپ ﷺ اللہ کی عبادت کے لئے جاگتے تھے تو ابتداء میں حضور ﷺ پوری پوری رات قرآن پاک پڑھتے تھے تو بعض کافرین، مشرکین چھپے چھپے قرآن سننے کے لئے آجاتے تھے اس زمانہ میں جو قریش کے بڑے بڑے سردار تھے ان میں ایک ابوجہل تھا جو بہت معروف و مشہور شخص تھا، ابوسفیان[1] اخنس بن شریق یہ سب بڑے بڑے سردار تھے۔ اور

---

[1] ابوسفیان: ابوسفیان حضور ﷺ کے ہم عمر اور آپ کے ہم جولی تھے دونوں ایک زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور ایک ہی خاندان میں آپکی نشو ونما ہوئی وہ حضور ﷺ کے قریبی عزیز ہوتے تھے آپکے والد حارث اور رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ ایک ہی صلب عبد المطلب سے تھے مزید برآں یہ کہ وہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے سیدہ حلیمہ سعدیہ نے ان دونوں کو ایک ہی وقت میں دودھ پلایا تھا ان تعلقات کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چلا جاؤں اور اخنس نے بھی یہی سوچا ہر ایک یہ سوچ رہا ہے کہ میں اکیلا جا رہا ہوں حالانکہ تینوں پہنچ گئے پھر پوری رات قرآن پاک سنتے رہے دوسری صبح کو پھر ملاقات ہوئی ایک دوسرے پر خوب برسے، ایک دوسرے کو لعنت ملامت کی لیکن کہا کہ چلو بھائی! آج غلطی ہوگئی اب پختہ ارادہ کر لیتے ہیں کہ اب نہیں جائیں گے۔ چنانچہ تیسری رات قرآن سننے کے لطف اور مزے نے انہیں بے چین کر دیا اب انکو یقین تھا کہ آج تو پختہ وعدہ ہوا ہے اسلئے کوئی آنے والا نہیں ہے ہر ایک نے سوچا کہ میں اکیلا جا رہا ہوں اور پھر تینوں پہنچ گئے۔ تیسری رات بھی قرآن پاک سنا اب جب تیسری صبح کو ملے تو ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے کوئی بولنے کو تیار نہیں کہ کیا ہوا چپ چاپ اپنے اپنے گھر چلے گئے اور صبح ہی صبح اخنس بن شریق اپنی لاٹھی لے کر پہلے ابوجہل کے پاس گیا اور کہا کہ سچ سچ بتلاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے انکے متعلق اور انکے قرآن کے متعلق؟ ابوجہل نے کہا کہ دیکھو سچی بات یہ ہے کہ انکا اور ہمارے خاندان کا پہلے سے مقابلہ رہا ہے (یہ سب جتنے قریش کے قبیلے تھے وہ سب بیت اللہ کے خدام تھے۔ اس زمانہ میں بیت اللہ کی خدمت کے بڑے بڑے عہدے اور منصب تھے اور بہت بڑا اعزاز اسکو سمجھا جاتا تھا۔ کوئی کعبۃ اللہ میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتا، کوئی حاجیوں کو کھانا کھلانے کی، کسی کے پاس کعبۃ اللہ کی چابی ہوتی، ہر ایک کے الگ الگ عہدے تھے) تو کہا کہ ہمارا اور انکے خاندان کا ہمیشہ اچھی باتوں میں مقابلہ رہا کبھی یہ غالب ہوتے ہیں اور کبھی ہم غالب ہوتے ہیں اب انکے خاندان میں (بنو ہاشم میں) یہ نبی پیدا ہوئے یہ کہتے ہیں کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں سے قرآن اترتا ہے تو دیکھو ابوجہل کو بھی یقین ہے کہ نبی تو ہے اور اللہ ہی کی طرف سے نبی تو آیا کرتا ہے۔ ابوجہل نے اخنس کو کہا کہ اب چونکہ انکے خاندان میں یہ نبی ظاہر ہوئے اور ان پر وحی آتی ہے، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اب

ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ہم کوئی بناوٹی نبی بنا کر پیش کر دیں اور اگر بنا دینگے تو بھی اس پر ایسا کلام اترنے والا نہیں ہے اسلئے ہم نے سوچ لیا کہ اب کچھ بھی ہو جائے انکی بات ہمیں ماننی نہیں ہے ہمیں تو انکی مخالفت کرتے رہنا ہے مان تو لیا کہ یہ نبی ہیں اور ان پر جو وحی آتی ہے وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے لیکن تکبر، بڑائی اور اپنی قوم کی غیرت نے انہیں ایمان سے روکے رکھا، اسکے بعد اخنس بن شریق ابوسفیان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ دیکھو بات یہ ہے کہ یہ بالکل سچے نبی ہے ان پر کلام بھی اللہ کی طرف سے اترتا ہے لیکن کیا کریں ہم مانیں گے تو ہماری سرداری چلی جائیگی، ہمارا عہدہ اور منصب ختم ہو جائیگا اسلئے ہم ماننے سے مجبور ہیں (پھر بعد میں اللہ تعالی نے انہیں ہدایت دی اور بعد میں وہ ایمان لے آئے) اخنس بن شریق نے کہا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ سچے نبی ہیں اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ یہ پورے جزیرۃ العرب پر غالب آجائینگے لیکن وہ بھی ایمان نہیں لایا۔ بہرحال اس واقعہ سے یہ بتلانا ہے کہ حضور ﷺ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے اور اس تلاوت میں ایسا لطف اور مزہ اور ایسی حلاوت ہوتی تھی کہ مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم اور وہ بھی جانی دشمن مست ہو جاتے تھے اور پوری پوری رات قرآن سننے کے اندر چلی جاتی تھی تو ایک مقصد آپ ﷺ کی بعثت کا ہے ''تلاوت کلام''۔

آپ ﷺ کی بعثت کا دوسرا مقصد ''تزکیہ'':

دوسرا مقصد ہے **یزکیھم** کہ حضور ﷺ اسلئے تشریف لائے تا کہ امت کی ظاہری اور باطنی نجاستوں کو دور کرے اور انکو پاک صاف کر دیں ظاہری نجاست تو ہم سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں پاک صاف رہنے کی کتنی تعلیم دی دنیا کے مذاہب میں یا ہمارے معاشرے میں یا مختلف اقوام میں آج کل نظافت کا تو ذرا اہتمام ہو جاتا ہے لیکن طہارت کا

انکے یہاں کوئی تصور نہیں۔

نظافت اور طہارت میں فرق ہے:

نظافت اور طہارت میں تھوڑا فرق ہے نظافت کہتے ہیں ظاہری عیب ناپ کو، اور طہارت تو بدن کے ہر ہر جزء کو پاک صاف رکھنے کا نام ہے۔ اب دیکھئے بہت سے وہ لوگ جو اسلام سے دور ہیں اسلام میں طہارت کی جو تعلیمات ہیں وہ انکو معلوم نہیں ہے ایسے لوگ روز غسل بھی کرینگے، اور روزانہ صاف ستھرا لباس بھی پہنیں گے اور سینٹ بھی چھڑک لینگے لیکن پیشاب پاخانہ کا موقع آیا تو ویسے ہی اعضاء پیشاب کو چھوڑ دیا نہ اسکو دھونے کا نظام ہے اور بڑے استنجاء میں بھی کوئی طہارت کا انتظام نہیں اگر جنابت پیش آگئی تو اس میں بھی ویسے ہی پانی بہالیا کوئی طہارت اور پاکی کا نظام ہی نہیں تو بظاہر سینٹ کی خوشبو آرہی ہے لیکن اندر سے دیکھا جائے تو سب جراثیم سے بھرے ہوئے ہیں یہ طہارت کا نظام اسلام نے دیا کسی مذہب کے اندر نہیں۔ ہماری حدیث کی کتابوں میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے "ابو داؤد شریف" بخاری شریف، مسلم شریف اور تیسرے نمبر پر صحت کے اعتبار سے ابو داؤد کا درجہ ہے

حضرت امام ابو داؤد کا فنِ حدیث میں مقام:

امام ابو داؤد[1] کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی احادیث کے لئے چن لیا تھا سہل بن عبداللہ تستری[2] بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں یہ ایسے اللہ والے تھے کہ تین دن میں ایک

---

[1] حضرت امام ابو داؤد کے حالات ج ۱ ص ۲۳۵ پر ملاحظہ ہوں۔

[2] شیخ سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ کنیت ابو محمد ہے آپ مرید حضرت شیخ ذوالنون کے ہیں اپنے وقت کے ... آپ بہت بڑے ولی تھے آپ فرماتے تھے میں تین سال کی عمر میں قیام اللیل کرتا تھا اور چھ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا ... بارہ برس کی عمر میں ... سے فراغت پائی آپ ... عمر ... کی ... دو ... علوم شریعت و طریقت میں جامع ... رکھتے تھے۔

ہی القلم لکھا ناکھایا کرتے تھے اتنے بڑے آدمی تھے اور یہ امام ابوداؤد کے زمانہ میں تھے۔ ایک مرتبہ امام ابوداؤد کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ سے مجھے ایک ضروری کام ہے آپ میرا کام کر دیں گے؟ حضرت نے فرمایا اگر ممکن ہوگا اور میرے بس میں ہوگا تو کر دونگا تو کہا کہ نہیں آپکو ضرور کرنا پڑیگا کوئی زیادہ بڑا کام نہیں ہے تو کہا کہ بتاؤ کیا حاجت ہے، کیا کام ہے؟ تو کہا کہ آپ کی زبان مبارک باہر نکالئے۔ امام ابوداؤد نے اپنی زبان باہر نکالی تو سہل بن عبداللہ تستری نے انکی زبان کو چوس لیا اور انکا لعاب نگل گئے اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حدیث کو آپکے لئے پیدا کیا اور آپ کو حدیث کے لئے پیدا کیا خُلِقَ الْحَدِيثُ لَكَ وَخُلِقْتَ لِلْحَدِيثِ کہ حدیث آپ کے لئے پیدا کی گئی اور آپ حدیث کے لئے پیدا کئے گئے۔ یعنی حضور ﷺ کی احادیث کی خدمت کے لئے گویا اللہ تعالیٰ نے آپکو زندگی عطا کی۔ اسلئے علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسے حضرت داؤد کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ (سورۃ سبا آیت ۱۰) قرآن میں ہے کہ ہم نے داؤد کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ اس لوہے سے وہ جو بنانا چاہتے جیسے آٹے کے گولے سے بچے جو بنانا چاہے بناتے ہیں حضرت داؤد کے ہاتھوں میں لوہا ایسے نرم تھا کہ وہ اس سے تلوار، کوئی چاقو، کوئی زرہ جو چیز بنانی ہوتی وہ اسکو اپنے ہاتھ سے جس سانچے میں ڈھالتے وہ ڈھل جاتا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت امام داؤد کے لئے حدیث کو آسان کر دیا تھا گویا رات دن انکا یہی مشغلہ تھا۔ اسلئے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی چار لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں چن چن کر کے جمع کی اور اپنی اس کتاب سنن ابوداؤد شریف کے اندر میں نے اسکو لکھا چار ہزار آٹھ سو حدیثیں جیسے قرآن پاک میں تیس پارے ہیں ایسے بخاری شریف کے بھی تیس پارے ہے اور ابوداؤد شریف کے اندر بتیس (۳۲) پارے ہیں ان بتیس (۳۲) پاروں میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انہوں نے جمع کی ان میں سے انہوں نے طہارت کے بیان سے حدیث پاک کو شروع کیا تو جو ابواب ہوتے ہیں بڑا ایک ہیڈنگ (عنوان) ہوتا ہے پھر ہیڈنگ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہے۔ تو

ابوداؤد شریف کے اندر فقط پچیس (۲۵) ابواب انہوں نے ایسے قائم کئے جو طہارت پر شامل ہیں ایک باب میں کئی کئی حدیثیں. تو اندازہ لگایئے کہ فقط پاکی اور طہارت کے متعلق حضور ﷺ نے کتنی حدیثیں بیان فرمائی ہیں. امام ابوداؤدؒ نے تقریباً پچیس (۲۵) ابواب قائم کئے اور پچیس (۲۵) ابواب میں پچاسوں حدیثیں ۔ تو ظاہری طور پر بھی حضور اکرم ﷺ نے پاکی وطہارت کو کتنے اہتمام سے بیان فرمایا کہ بھائی! استنجاء کرو تو ڈھیلا استعمال کرلو. اس زمانہ میں پانی کی کمی تھی. اگر ڈھیلا نہیں ہے تو پانی کا استعمال کرے غسلِ جنابت پیش آجائے تو غسل کرنا ضروری ہے۔

وضوء ظاہری طہارت کا ایک بہترین نظام ہے:

ہر نماز کے موقع پر پانچ مرتبہ ہمیں وضوء کرنا ضروری ہے بغیر وضوء کے نماز صحیح نہیں. دنیا کے کسی مذہب میں دن میں پانچ مرتبہ یہ وضوء والا عمل نہیں پایا جاتا چاہے وہ اپنے طور پر صبح میں دوپہر میں کچھ ہاتھ منہ دھولیوے لیکن یہ جو نظام ہے اور اس نظام میں جو جو فوائد ہیں آج کل ڈاکٹروں نے اور سائنس دانوں نے اس معاملہ میں بڑا ریسرچ کیا ہے کہ وضوء کے ہر ہر رکن میں بلکہ ہر ہر سنت اور مستحب کے اندر بہت سارے فوائد ہیں۔

غیروں کا وضوء سے متأثر ہونے کا ایک واقعہ:

دعوت وتبلیغ کی نسبت سے ایک جماعت فرانس گئی تھی جب وہ ایرپوٹ پر اترے تو اچھا خاصہ ان کا جائزہ لیا گیا کیونکہ وہاں تو برہنگی وعریانیت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں پورا لباس جب ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی یہ جن تو اٹھ کر کے نہیں آ گیا؟ وہ برہنہ ہی رہتے ہیں. معمولی سے دو چیتھڑے بدن پر ہوتے ہے۔ بہر حال دیکھا کہ بڑے بڑے لمبے جبے ہے سر پر عمامہ بھی ہے اور بڑی داڑھی ہے تو انکو روک لیا گیا اور پہلے انکو بڑی اسپتال میں بھیجا گیا کہ اچھی طرح انکی جانچ کی جاوے کہ یہ کوئی دماغی بیماری میں مبتلا تو نہیں. بہر حال دماغ کے بڑے بڑے

ڈاکٹروں نے انکے دماغ کے ایکسرے (x-ray) لئے city screen کروایا جو بھی اس سلسلہ کی تشخیص ہوتی ہے وہ تشخیص کروائی اور دو چار دن انکو اسپتال میں رکھا لیکن جب وہ اجازت لیتے تو انکو وضوء اور نماز کی اجازت دے دی جاتی، چنانچہ جب وہ پانچ وقت وضوء کرتے تھے تو اپنی گردن پر مسح کرتے تھے۔ نماز میں رکوع کرتے، سجدے میں جاتے، بعد میں ڈاکٹروں نے انکے متعلق یہ رپورٹ دی کہ ویسے ظاہر میں تو ہم کو کچھ مجنون قسم کے لوگ لگ رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ جو دن میں پانچ مرتبہ عمل کرتے ہیں گردن پر پانی کا ٹھنڈا ہاتھ لگاتے ہیں سجدے کے اندر زمین پر اپنا سر ٹیکتے ہیں، کہا کہ جو لوگ اس طرح کرتے ہیں تو ہماری ڈاکٹری لائن سے انکو کبھی دماغ کی اور جنون کی بیماری نہیں ہو سکتی کہ بھائی دن میں اگر اپنے گردن کی رگوں پر ٹھنڈا ہاتھ کوئی لگا لے اور بار بار دماغ، سر کو زمین پر اس طریقہ سے کر سکے تو ہماری ڈاکٹری کی لائن کہتی ہے کہ ایسے آدمی مجنون اور پاگل نہیں ہو سکتے۔ بہر حال انہوں نے یہ رپورٹ پیش کی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ایک تو اس میں ظاہری نظافت بھی ہے اور طہارت تو ہے ہی مگر اسکے ساتھ ساتھ صحت اور تندرستی کے اعتبار سے بھی بہت سارے فوائد ہیں۔

مسواک کرنے کا ایک عظیم فائدہ:

مسواک پر آج کل کتنا ریسرچ کیا گیا کہ مسواک کے متعلق کتنے فوائد حضور ﷺ اپنے بتلا گئے اطباء کہتے ہیں مسواک کا اہتمام کرنے سے بہت سارے امراض دور ہوتے ہیں من جملہ ان فوائد میں سے یہ ہے کہ مسواک کرنے سے منہ صاف ہوتا ہے اور اللہ کی خوشنودی

یحدثنی عبدالرحمن بن ابی عتیق قال حدثنی ابی قال سمعت عائشة عن النبی ﷺ قال السواک مطہرۃ للفم مرضاۃ للرب (نسائی ج ۱ ص ۳) ص ۶)

حاصل ہوتی ہے حضرت شیخ زکریاؒ نے فضائل اعمال میں ستر (۷۰) سے زیادہ فائدے مسواک کے لکھے ہیں اور ایک ایسا فائدہ ہے جسکی ہم سب کو ضرورت ہے کہ مرتے وقت کلمۂ طیبہ نصیب ہوتا ہے تو بتلانا یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ تعلیمات دی. غسل کا حکم دیا[1] جمعہ کے دن خاص طور پر اپنے ناخنوں کو کاٹنا، بغل کے اور زیر ناف کے بال کاٹنا یہاں تک حکم دیا گیا کہ اگر چالیس (۴۰) دن گذر جائیں تو انسان گنہگار ہوگا[2] اور ایسا کرنا اسکے لئے مکروہ تحریمی ہے چالیس ۴۰ دن کے اندر اندر انکی صفائی ہونی چاہئے اب آپ اندازہ لگائیں کہ طہارت اور نظافت کا ایسا انتظام کسی اور مذہب کے اندر ہے؟! ظاہری طور پر بھی حضور ﷺ نے کتنا اہتمام کیا بستر کو صاف کرنے کا حکم دیا[3] اپنے کپڑوں کو صاف کرنے کا حکم دیا قرآن نے حکم دیا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اے نبی ﷺ آپ اپنے کپڑوں کو صاف اور پاک رکھئے۔

مسلمان پاکی وصفائی سے کافی دور ہیں:

یہ اور بات ہے کہ آج ہم مسلمان اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہیں ہماری بداخلاقی کی وجہ سے عموماً لوگوں کے ذہنوں میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ مسلمان بہت گندے، میلے،

---

[1] عن الزهري عن سالم عن ابيه انه سمع النبي ﷺ يقول من اتى الجمعة فليغتسل (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۱)

[2] عن انس بن مالک قال قال انس وقت لنا في قص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا نترک اکثر من اربعين ليلة (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲۹)

[3] عن ابي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا اوى احدكم الى فراشه فلينفض فراشه بداخلة ازاره فانه لايدري ما خلفه عليه ثم ليضطجع على شقه الايمن ثم ليقل باسمک ربي وضعت جنبي وبک ارفعه ان امسکت نفسي فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ الصالحين من عبادک (ابوداؤد کتاب الادب ص ۶۹۸)

کچیلے ہوتے ہیں اور حقیقت میں ایسا ہے بھی کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات سے غافل رکھ کر کے نہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں اور نہ نظافت وطہارت کا اہتمام کرتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہی طہارت و نظافت ایسی چیز ہے کہ جسکی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

صفائی دیکھ کر اسلام وقبول کرنے کا واقعہ:

میں نے کسی سے یہ بات سنی تھی کہ کسی یورپ کے ملک میں تعلیمی ترقی کے لئے وہاں جاتے ہیں تو ایک کمرہ کے اندر چند اسٹوڈنٹ (students) کرایہ سے رہتے تھے ان میں زیادہ تر تو عیسائی تھے اور ایک مسلم بچہ تھا ایک خادمہ روزانہ انکے کپڑے دھوتی تھی تو جب وہ دوسروں کے کپڑے دھونے کے لئے لے جاتی تو دیکھتی کہ وہ میلے کچیلے ہوتے اور ان میں بدبو ہی بدبو ہوتی لیکن یہ مسلم بچہ جو تھا اس نے اسکے کپڑے میں کبھی بھی کوئی ایسی بدبودار چیز نہیں دیکھی تھوڑا بہت میل کچیل تو ہو جاتا ہے اس نے ایک دن اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ کبھی آپکے کپڑوں میں بدبو محسوس نہیں ہوتی ہیں صاف ستھرے ہی نظر آتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور ہمارا اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ پیشاب پاخانہ کے بعد استنجاء کرے، وضوء کرے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیوے۔ اس وجہ سے میرے کپڑوں میں اس قسم کی بدبو نہیں ہوتی ہے۔ تو اس خادمہ نے اسکی اس طہارت اور نظافت سے متأثر ہو کر اسلام قبول کرلیا کہ اسلام اتنا پاکیزہ مذہب ہے اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا تو حضور ﷺ کی بعثت کا یہ مقصد ہے "تزکیہ" ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی۔ باطن سے مراد دل ہے اس لئے انسان کے دل میں بھی بہت سی بیماریاں ہوتی ہیں۔

ظاہری صفائی کے ساتھ باطنی صفائی بھی ضروری ہے:

عام طور پر ہم اسکو ضروری سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھ لی، زکوۃ دیدی ہمارا ایمان کامل ہو گیا حالانکہ ابھی دل کے اندر بہت سی بیماریاں بھری ہوئی ہیں کہ کوئی آدمی کسی سے میٹھی میٹھی باتیں کر لے تو یہ اچھے اخلاق والا کہلانے کے لائق؟ یہ تو ظاہر میں اچھا بولتا ہے لیکن اخلاق کا تعلق اصل میں دل سے ہوتا ہے۔

تکبر ایک باطنی بہت بڑا مرض ہے:

چنانچہ دل کے اندر جو بیماریاں ہیں ان میں سے ایک بڑا مرض ہے تکبر اور بڑائی. بہت ساری چیزیں ہم میں ایسی ہوتی ہیں جسکی وجہ سے ہم اپنے آپکو بہت اونچا اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں اور انکو گری ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں تو نتیجۃً ان کے ساتھ برا سلوک کرینگے، ظلم کرینگے، انکے حقوق کی پامالی کرینگے کیوں کہ ہمارے دل میں تو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم تو بہت اعلیٰ قسم کے لوگ ہیں۔

تکبر ہی نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے ملعون کیا:

یہ تکبر اور بڑائی اتنی خطرناک بیماری ہے کہ اسی نے شیطان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار سے نکلوا دیا حالانکہ ایک وقت ایسا تھا کہ یہی شیطان فرشتوں کا بھی معلم تھا معلم الملائکہ تھا. اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا پتلا بنایا اس میں روح پھونک دی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ انکے سامنے سجدہ کرو. (یہاں سجدہ سے مراد سجدۂ تعظیمی ہے یعنی انکی تعظیم بجا لانا ہے. سجدہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو جائز نہیں ہے اسلئے یہاں مراد سجدۂ تعظیم ہے) سارے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْن (سورۃ البقرۃ آیت ۳۴) لیکن

شیطان نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ہمیشہ کے لئے کافروں میں سے ہوگیا اس نے اللہ کے سامنے کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین (سورۃ ص آیت ۷۶) کہ اے اللہ! تو نے تو مجھے آگ سے بنایا اور حضرت آدم کو مٹی سے بنایا مٹی تو ذلیل چیز ہے اور آگ کے اندر بڑائی ہے کہ وہ اوپر کی طرف اٹھتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اعلیٰ اور برتر ہوں اور اسکے سامنے سجدہ کروں؟ میں تو سجدہ نہیں کرسکتا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے دربار سے نکال دیا تو تکبر ایسی خراب چیز ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا یہ بہت بری چیز ہے اسکی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر جاتا ہے دنیا میں چاہے تکبر کی وجہ سے تھوڑے دن اپنی حکومت چلالے اور کچھ اپنے کام کاج کروالے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہیں ہے۔ حضرت سفیان ثوری[1] بہت بڑے تابعی گذرے ہیں اور کتنی حدیثیں انہوں نے نقل کی ہیں ایک مرتبہ چند دن انکی تہجد چھوٹ گئی تو بہت افسوس ہوا کہ میری تہجد کبھی نہیں چھوٹی تھی اور چند دن تہجد کیسے چھوٹ گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! یہ تکلیف مجھے کیوں پیش آئی کہ تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھل رہی ہے آج تو ہم سے فرض بھی چھوٹ جاتی ہے تو بھی دعا نہیں کرتے کہ اے اللہ! تو توفیق دے اور میرا جو گناہ ہوگیا وہ معاف کردے کہ فرض نماز مجھ سے چھوٹ رہی ہے اور وہاں یہ حال ہے کہ دو تین تہجد چھوٹ گئی تو اللہ کے سامنے رو رہے ہیں کہ یا اللہ! مجھ سے کیا گناہ ہوگیا کہ میری تہجد چھوٹ گئی تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں یہ القاء کیا کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ سے دعاء کررہا تھا تو تو نے اسکے متعلق بدگمانی کی، اور اسکو حقیر جانا اور تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ تو ریاکار ہے اور دکھلاوے کے لئے دعاء کررہا ہے گویا تو نے میرے ایک بندے کو حقارت والی نگاہوں سے دیکھا اور یہ سوچا کہ یہ تو ریاکار ہے اسکی وجہ

---

[1] حضرت سفیان ثوری کے حالات ج اص ۸۷ پر ملاحظہ ہو۔

سے میں نے تہجد کی نعمت چھین لی پھر بہت روئے اور معافی مانگی کہ اے اللہ! معاف کر دے مجھ سے گناہ ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تہجد کے لئے توفیق عطا فرمائی لیکن آج ہمارے دلوں میں اپنے مال و دولت پر، اپنے عہدے و منصب پر، اور کچھ طاقت و قوت کی بنیاد پر، یا علم و ہنر کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اونچے ہیں اور یہ سارے حقیر و ذلیل ہیں ایک بات ذہن میں رکھئے کہ انسان اپنے آپکو افضل سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے یہ تو حرام ہے اور ایک ہے کہ اپنے کو باکمال سمجھے اور دوسروں کو بے کمال سمجھے اسکی اجازت ہے ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک ڈاکٹر ہے جو M.D ہے اور ایک ڈاکٹر M.B.B.S ہے تو M.D والا یہ خیال کرے کہ میری ڈگری اونچی ہے اسکے مقابلہ میں تو اسکے لئے کوئی گناہ نہیں حقیقت بھی یہ ہے کہ اسکا درجہ زیادہ ہے اور M.B.B.S کا درجہ اس سے کم ہے لیکن M.D ڈاکٹر اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اس M.B.B.S ڈاکٹر کے ساتھ برا سلوک کرے اسے حقیر نگاہوں سے دیکھے یہ اسکے لئے جائز نہیں ہے ایک آدمی ہے جسکو افتاء میں مہارت حاصل ہے وہ مفتی ہے اور ایک فقط عالم ہے تو یہ مفتی کے لئے یہ تو جائز نہیں ہے کہ کسی عالم کو حقیر نگاہوں سے دیکھے لیکن اسکو جو اللہ نے علم دیا اور مہارت دی اس بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہے کہ فتویٰ دینے کا کام میرا ہے آپکا کام نہیں ہے لیکن اسکو حقیر جاننا اور اپنے کو بڑا سمجھنا یہ درست نہیں ہے تو بتلانا یہ ہے کہ تکبر بہت بری چیز ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ایک واقعہ:

حضرت حسن بصریؒ[1] بہت بڑے زاہد و بزرگ گذرے ہیں ایک مرتبہ دریا کے کنارے سے جا رہے تھے تو دیکھا ایک حبشی بیٹھا ہوا ہے اور اسکے پاس صراحی ہے پہلے زمانہ میں صراحی

---

[1] حضرت حسن بصریؒ کے حالات ج۱ ص ۴۶ پر ملاحظہ ہو۔

ہوئی تھی جس میں پانی ٹھنڈا ہوتا تھا اور ایک عورت اسکے پاس بیٹھی ہوئی تھی ان کے دل میں خیال آیا اور ان سے ذرا حقیر سمجھا دیکھئے اللہ والے اپنے آپ کو سب سے برا مانتے ہیں، ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔ اہل اللہ کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتے ہیں کہ یہ مجھ سے اچھا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے تھے کہ میں اس وقت بھی ہر مسلمان کو اپنے سے افضل اور اعلیٰ سمجھتا ہوں یہ وہ شخصیت ہے جنھوں نے دین کی نسبت سے ایک ہزار کتابیں لکھی ہے جن کے نام بھی معلوم نہیں ہے اتنی زبردست کتابیں انہوں نے لکھی ہیں اور کوئی لمحہ ان کا بیکار نہیں گذرتا تھا کہ دین کے کام میں صرف نہ ہو پھر بھی کہتے تھے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اللہ کے یہاں کس کی کیا ادا پسند آجائے ہمیں کیا معلوم؟ بڑوں کی پکڑ ہوجاوے اور چھوٹوں کی بخشش ہوجاوے اسکو کوئی پوچھنے والا نہیں تو حضرت حسن بصریؒ نے اسکے متعلق دل میں سوچا کہ دیکھیں چاہے بہت برا ہوں لیکن اس سے تو اچھا ہی ہوں اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جاننے والا ہے کہ اس نے میرے بندے کو حقیر جانا اور یہ سوچا کہ میں اس سے تو اچھا ہوں کیونکہ انکی صراحی میں شراب ہے اور ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہے یہ انکے دل میں بدگمانی آئی تھوڑی دیر میں کشتی آئی اور اس میں دس آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور موجوں کے اندر وہ کشتی الٹ گئی اور نو آدمی غرق ہونے لگے یہ حبشی کودا اور انکو بچا کر کنارے پر لے آیا اور حضرت حسن بصریؒ سے کہا کہ اگر تو مجھ سے اچھا ہے تو ایک کو بچا کر بتلادے اور کہا کہ سن لے! کہ اس صراحی میں پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں یہ بات ڈالدی کہ حضرت حسن بصریؒ نے مجھے حقیر جانا ہے اور ان کی کرامت بتادی کہ دیکھ میں نے نو ۹ کو بچایا تو ایک کو بھی بچا نہیں سکتا۔

تکبر کو دور کرنے کا نبوی علاج:

تو بتاتا ہے کہ یہ تکبر بہت بری چیز ہے اسی لئے حضور ﷺ نے تکبر کو دور کرنے کے علاج بتلائے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ[1] کی حدیث میں ہے ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہونچا تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا" اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ " کہ میرے خلیل نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا " اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُ" کہ مجھے حضور ﷺ نے مسکینوں سے محبت کرنے اور ان سے قریب رہنے کا حکم دیا[2] (مسکین یعنی جسکے دل میں مسکنت اور عاجزی ہو، تواضع ہو، بڑائی اور تکبر نہ ہو) حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے محبت رکھو اور ان سے قریب رہو اسلئے کہ انسان جیسے ماحول میں رہتا ہے ویسا اثر ہوتا ہے اگر برے لوگوں کے ساتھ، ظالم اور متکبرین کے ساتھ رہیگا تو انہیں کا اثر انسان کے دل میں آئیگا اور اگر اچھے اور نیک صالح لوگوں کی صحبت میں رہیگا تو انکا اثر آئیگا۔

جانوروں کی خصلتیں بھی انسان میں آتی ہے:

انسان ہی نہیں بلکہ جانوروں کی خصلتیں بھی انسان میں آتی ہے اسلام کے اندر یہ جو درندے ہیں کتا، شیر، چیتا پھاڑ کھانے والے جانور انکا گوشت حرام قرار دیا اسکی وجہ علماء نے یہی لکھی ہے ویسے بھی اگر انسان انکا گوشت نہیں کھاتا ہے تب بھی بعض انسان ظلم وستم

---

[1] حضرت ابوذر غفاریؓ کے حالات ج اص ۱۱۴ پر ملاحظہ ہو۔

[2] عن ابی ذر قال اوصانی خلیلی ان انظر الی من هو اسفل منی ولا انظر الی من هو فوقی وان احب المساکین وان ادنو منهم وان اصل رحمی وان قطعونی جفونی وان اقول الحق وان کان مرا ولا اخاف فی الله لومة لائم وان لا اسال احدا شیئا وان استکثر من لاحول ولا قوة الا بالله فانها من کنز الجنة (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۰۳)

میں درندوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں تو اگر انکا گوشت کھائیں گے تو درندوں والی صفات پھاڑ کھانے کی، دشمنی وعداوت کی اور ضد کی انسان میں پیدا ہوگی اسلئے اسلام نے اسے حرام قرار دیا یہی نہیں بلکہ ایک حدیث میں تو حضور ﷺ نے چیتے کے چمڑے پر بیٹھنے سے بھی منع کیا ہے[1] کہ قالین کی جگہ بچھا کر اس پر بیٹھنا اسکی وجہ بھی یہی لکھی ہے کہ اس چمڑے کا اثر بھی انسان کے اندر آئیگا۔

بکری میں بھی تواضع ہے اسلئے انبیاء سے بھی بکریاں چروائی گئیں:

اسکے برعکس بکریوں کے چرانے کی انبیاء کو مشق کرائی گئی بکری ایک مسکین جانور ہے، تواضع والا جانور ہے۔

حضرت موسیٰ[2] کا بکریاں چرانے کا واقعہ:

حضرت موسیٰ نے بھی بکریاں چرائی حضرت موسیٰ مصر سے مدین کی طرف چلے گئے تھے کیونکہ فرعون نے انکے قتل کا وارنٹ جاری کیا تھا وہاں پہنچے تو ایک کنویں پر حضرت شعیب کی دو لڑکیاں اپنی بکریوں کے ساتھ پانی کیلئے رکی ہوئی تھیں حضرت موسیٰ اکیلے پہنچے نہ وہاں ان کا کوئی رشتہ دار اور نہ کوئی پہچان والا دعا کی کہ اے اللہ! جو بھی فیصلہ تو میرے حق میں

---

[1] عن معاویۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا ترکبوا الخز ولا النمار (ابوداؤد شریف کتاب اللباس ص ۵۶۷)

[2] حضرت موسیٰ چالیس ... جب اللہ تعالیٰ نے ان سے گفتگو کا شرف فرمایا تو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ... انبیاء نے بکریاں چرائی ہیں ... حضرت موسیٰ کی ... (مدارج النبوت ص ۲۲۳) اس شخص کی ... صلاحیت تھی جس نے حضرت موسیٰ ... انبیاء جب ... (مدارج النبوت ص ۲۲۴)

فرمائیں میں اسکا محتاج ہوں۔ حضرت موسیٰ انکے قریب گئے اور پوچھا کہ تم دونوں یہاں کیوں کھڑی ہو؟ پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم دونوں لڑکیاں ہیں (اور یہ دونوں ایک نبی کی لڑکیاں تھی اور اس زمانہ میں عورتوں میں حیاء وشرم خاص طور پر تھی) تو کہا کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک یہ قافلہ پانی پلا کر فارغ نہ ہو جائے اور وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (سورۃ القصص آیت ۲۳) کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے سوچا کہ انکی مدد کرنی چاہئے ابھی تک حضرت موسیٰ کو نبوت نہیں ملی تھی اور وحی نہیں آئی تھی۔ قریب میں ایک کنواں تھا اس پر بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا جسکو دس بیس آدمی بھی مل کر نہیں اٹھا سکتے تھے حضرت موسیٰ نے پوچھا کیا یہ بھی کنواں ہے اور اس میں بھی پانی ہے؟ کہا کہ ہاں یہ کنواں ہے اور اس میں بھی پانی ہے حضرت موسیٰ نے وہ بڑا پتھر اور بسل اٹھا کر پھینک دیا اور پانی کھینچ کر انکی بکریوں کو پلایا۔ آج یہ اپنے گھر پہنچی تو وقت سے پہلے پہنچ گئی۔ حضرت شعیب ؑ نے پوچھا کہ بیٹا! آج کیوں جلدی آگئی ہو؟ حضرت شعیب کی ان بیٹیوں نے کہا کہ ابا جان ایک نوجوان مسافر آگیا اس نے ہماری مدد کی اور اس پتھر کو ہٹا کر ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا حضرت شعیب نے فرمایا ایک نوجوان مسافر ہے بے سہارا ہے تم نے ایسے ہی چھوڑ دیا جاؤ ان

۱؎ حضرت شعیب: حضرت موسیٰ کے خسر تھے حضرت موسیٰ نے نبوت سے پہلے مصر سے روپوش ہو کر آپ ہی کے گھر میں پناہ لی تھی اور آپکی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا جسکا مفصل واقعہ قرآن کریم نے سورہ قصص میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت شعیب جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے قرآن میں کہیں مدین اور کہیں اصحاب الایکہ کہا گیا ہے بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں مختلف قومیں تھی اور آپ مدین والوں پھر اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث ہوئے حضرت سید سلیمان کی تحقیق یہی ہے اور انکا رجحان اسی طرف ہے کہ مدین اردن کی سرحد میں واقع ہے اور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ ایک ہی قوم کے دونوں نام ہیں مدین اس قوم کا نسبی نام ہے کیونکہ مدین حضرت ابراہیم کے ایک صاحبزادے تھے اور یہ قوم انہی کی نسل سے تھی اور اصحاب الایکہ (بن والے) انکا جغرافی نام تھا یہ لوگ جس جگہ آباد تھے وہاں نہایت گھنا جنگل تھا اسی لئے انکو اصحاب الایکہ کہتے تھے

کو بلا کر کے لاؤ تا کہ ہم ان کو کچھ بدلہ دے دیں انکی دعوت کریں، انکو کھانا کھلا دیں دیکھو کیسی حیا بھی اس زمانہ میں قرآن نے عجیب انکا واقعہ ذکر کیا ہے جب وہ ایک بچی حضرت موسیٰ کو بلانے کے لئے آئی تو حضرت موسیٰ کے سامنے آ کر اپنی نگاہوں کو نیچے جھکاتے ہوئے کہتی ہے اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَاسَقَیْتَ لَنَا (سورۃ القصص آیت ۲۵) میرے والد آپکو بلا رہے ہیں میں بلانے نہیں آئی میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ بھی نوجوان، میں بھی نوجوان قرآن نے حیاء کو بتایا کہ اس نے جو الفاظ کہے اس سے بھی حیا ٹپک رہی ہے کہ دیکھو بھائی میرے والد آپکو بلا رہے ہیں میں آپکی طرف مائل ہو کر نہیں آئی اسلئے بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا اسکا کچھ معاوضہ دیدیں۔ حضرت موسیٰ نے چونکہ اللہ سے دعاء کی تھی کہ اجنبی مقام اور جگہ میں ہوں جو بھی میرے حق میں فیصلہ ہو اے اللہ میں قبول کروں گا اسلئے سوچا اللہ کی طرف سے میری مدد ہے اس بچی کے ساتھ چلے گئے اور بھی زیادہ حیا یہاں کی گئی اب دیکھا کہ بھائی یہ بھی نوجوان بچی، میں بھی نوجوان، اسلئے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں آگے آگے چلوں گا تا کہ میری نظر تم پر نہ پڑے اور تم میرے پیچھے پیچھے چلتی رہو اگر کہیں راستہ بتلانے کی ضرورت ہو ادھر ادھر راستہ پر موڑ آجو دے تو اس طرف ایک کنکر پھینک دینا میں سمجھ جاؤں گا کہ اس طرف مجھے مڑنا ہے۔

نبی نبوت ملنے سے پہلے بھی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے:

چونکہ یہ بھی نبی ہونے والے تھے حضرات انبیاء کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی نبوت ملنے سے پہلے بھی ہر گناہ سے محفوظ ہوتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور نبوت ملنے کے بعد تو ظاہر ہے کوئی گناہ ان سے ہو ہی نہیں سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے جب اہل مکہ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو اہل مکہ آپ کے جانی دشمن بن گئے لیکن اسکے باوجود نبی ﷺ پر کوئی

تہمت نہیں لگا سکے۔ یہ نہیں کہا کہ بھائی کیوں بہت باتیں کرتے ہو ہمارے ان بتوں کے لڈو حلوے تو تم پہلے بہت کھاتے تھے اور اب ہم کو منع کر رہے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا اور ان کے اوپر چڑھاوے کا ایک دانہ لقمہ اپنے پیٹ میں نہیں ڈالا ورنہ اگر ایک لڈو بھی کھالیتے تو وہ کہتے کہ بھائی تم تو بہت پیٹ بھر بھر کے کھاتے تھے اور اب منع کرتے ہو۔

آپ ﷺ کے بچپن کا ایک واقعہ:

اللہ کے رسول ﷺ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر ہو رہی تھی اس وقت آپ ﷺ چھوٹے تھے چھوٹی عمر کے تھے بیت اللہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو قریش اینٹ اور پتھر اور گارا لا لا کر کے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے حضور اکرم ﷺ بھی اپنے دادا اور چچا کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر میں شریک تھے اتفاق سے ایک چھوٹی سی لنگی آپ ﷺ نے باندھی ہوئی تھی جو گھٹنوں سے بھی بہت نیچی تھی اتفاق ایسا ہوا کہ پتھر اٹھانے میں حضور اکرم ﷺ کی لنگی چھوٹ گئی حالانکہ آپ تو بچے تھے اور آپکا ستر کھل گیا چنانچہ یہ واقعہ ہوتے ہی حضور ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی گویا اس معمولی سے ستر کھلنے کو بچپن میں بھی آپ ﷺ نے گوارا نہیں کیا کہ بھائی یہ کام مجھ سے کیا ہو گیا کہ میرا ستر کھل گیا پھر جلدی سے آپکو ہوش آیا اور اپنا کپڑا آپ نے باندھ لیا تو بتلانا یہ ہے کہ حیاء یہ سارے انبیاء میں زمانہ طفولیت اور بچپن سے رہتی ہے اور سارے انبیاء ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں) تو حضرت موسیٰ گھر پہ پہنچے حضرت شعیبؑ سے پوری بات بیان کی کہ میں یہاں اکیلا آدمی ہوں فرعون کے ڈر سے یہاں آگیا ہوں حضرت شعیبؑ نے بہر حال ان سے گفت وشنید کی کھانا کھلایا بعد میں انکی ایک لڑکی نے حضرت شعیبؑ کو یہ مشورہ دیا کہ ابا جان! انکو آپ اپنے گھر پہ مزدور رکھ لیجئے، کام

کاج کے لئے رکھ لیجئے۔ کیوں؟ خاص دوصفت بتلائی جب والد نے پوچھا کیوں؟ کہا مزدور کے اندر خادم کے اندر دو خوبیاں ہونی چاہئے ایک تو وہ مضبوط اور طاقت ور ہو تاکہ سب کام انجام دے سکے، دوسرا امانت دار ہو جو کام اسے سپرد کیا جائے اس میں کوئی خیانت نہ ہو۔ حضرت شعیبؑ نے بچی سے پوچھا کہ آخر تو نے کونسی طاقت دیکھ لی ہے اور کونسی امانت تو نے انکی دیکھی ہے؟ بچی نے واقعہ سنایا کہ ایک تو وہی کہ دس آدمی مل کر کے بھی اس پتھر کو اٹھا نہیں سکتے تھے اس اکیلے نے اٹھا کر پھینک دیا اور ہماری بکریوں کو پانی پلایا اس سے معلوم ہوا بہت مضبوط طاقت ور ہے اور امانت کا یہ حال ہم نے دیکھا کہ میں جب بلانے گئی تو انہوں نے میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ کہا کہ میں آگے آگے چلوں گا اور تم میرے پیچھے پیچھے چلو راستے کا موڑ آئے اس طرف کنکری مار دینا اس سے معلوم ہوا کہ انکی نظر میں اتنی پاکی ہے، حیاء اور شرم ہے اس سے زیادہ امانت دار کون ہو سکتا ہے؟ حضرت شعیبؑ نے کہا بہت اچھا۔ حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ کیا آپ اس بات پر راضی ہے کہ اِنِّیْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ کہ میں اپنی ایک بیٹی کا نکاح تم سے کروانا چاہتا ہوں اب انہوں نے مزدوری کو ختم کر دیا کہ بھائی اتنا امین ہے تو ایسا داماد کہاں ملے گا پس میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک لڑکی کا نکاح کروادوں لیکن اس شرط کے اوپر کہ مہر کے اندر آٹھ سال تک میرے یہاں بکریاں چرانی پڑے گی اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ تو بے سہارا تھے اسلئے قبول کر لیا کہ ٹھیک ہے میں آٹھ سال تک آپکی بکریاں چراؤں گا۔ بس مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بکریاں چرانے کے لئے مامور کیا تھا وہ تو بڑے جلالی تھے اور بکریاں مسکین جانور ہوتی ہے اور نبی کی طبیعت میں بھی تواضع، مسکنت اور شفقت و رحمت آتی

دوسری بات یہ کہ جب پاس نہیں ہے تو اپنی ضرورت کے لئے مانگتا پھرتا ہو کسی سے مانگتا بھی نہیں ہے غربت میں پاس نہیں ہے لیکن باوجود اس کے مانگتا نہیں ہے کہ چہ جائیکہ زبان سے مانگے کم از کم اشارے سے یا کنایہ سے یا کچھ ایسے اپنے حال کو ظاہر کردے کہ میں غریب ہوں۔ مسکین ہوں نہیں بلکہ اس کی پیشانی سے بھی کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں ضرورت مند ہوں اتنا خوش بشاش رہے کہ لوگ سمجھیں کہ یہ تو بہت خوش حال ہے حالانکہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں لیکن کسی سے مانگتا بھی نہیں مطلب یہ کہ اس کا تعلق اللہ سے اتنا مضبوط ہے اور اتنا توکل ہے کہ میری سب ضرورتیں اللہ پوری کرنے والا ہے کسی سے کچھ بھی مانگتا نہیں ہے اور نہ کسی کے سامنے اپنے حال کو ظاہر کرتا ہے فرماتے ہیں یہ حقیقی مسکین ہے تو اس حدیث کا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے ایسے مسکینوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ظاہر بات ہے ایسے لوگوں کی محبت میں آدمی رہے گا تو دل میں جو بڑائی کا مرض اور بیماری ہے وہ دور ہوگی اور وہ بھی اپنے آپ کو حقیر سمجھے گا تو حضور ﷺ نے یہ علاج بتلایا۔

"تواضع" عباد الرحمٰن کی صفت ہے:

اسی طرح قرآن پاک میں ایسے لوگ جو تکبر کرنے والے ہیں ان کی مذمت بیان کی گئی ہے اور رحمٰن کے خاص بندوں کی صفت ہی یہ بتلائی کہ ان میں تواضع ہوتی ہے سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا [illegible]

کہ رحمٰن کے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر چلتے ہیں تو بہت تواضع اور عاجزی سے چلتے ہیں چیخ کر اکڑ کر اور سینہ تان کر اور اپنے آپ کو پہلوان بتلاتے ہوئے نہیں چلتے وہ جب چلتے ہیں تو نگاہیں نیچی ہوتی ہیں اسکے چلنے پر لگتا ہے کہ کتنی عاجزی والا آدمی ہے اس کی چال میں

بھی تواضع اور عاجزی آجاتی ہے اور یہ تو انکا خود کا معاملہ ہے کہ جب چلتے ہیں تو تواضع اور عاجزی کے ساتھ، تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں۔ اصل میں یہ ہے کہ انکے دل میں تواضع ہے اسکا اثر انکی چال پر آرہا ہے دل میں جو ہوتا ہے اسکی زبان اور اسکے ظاہر پر اسکا اثر ہوتا ہے ایک آدمی غمگین ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا چہرہ بڑا غمگین ہوتا ہے پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے آج آپکا چہرہ مرجھایا ہوا ہے حالانکہ اس نے کچھ کہا نہیں لیکن دل میں جو غم ہے اسکا اثر چہرے پر آیا اور جب آدمی بہت خوش وخرم ہوتا ہے تو پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے بہت خوشی معلوم ہو رہی ہے چہرہ کھلا ہوا ہے اس نے تو کچھ کہا نہیں لیکن دل میں جو خوشی ہے اسکا اثر چہرے پر آیا ایسے دل میں جو تواضع ہے اسکا اثر اسکی رفتار اور گفتار پر اور اسکی ہر ادا پر آجاتا ہے تو اللہ کے یہاں یہ محبوب اور پسندیدہ چیز ہے اور دوسروں کے ساتھ اسکا سلوک کیسا ہوتا ہے؟ تو خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا بعض دفعہ سر پھرے لوگ ہوتے ہیں، جاھل اور انپڑھ ہوتے ہیں خواہ مخواہ بحث کرنا شروع کر دیا تو جسکے دل میں تواضع ہوگی وہ ان سے سلامتی کی بات کہے گا کہ بھائی! میرا پیچھا چھوڑ دو، چلو مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھے معاف کر دو دیکھو تواضع کی وجہ سے سلامتی کی بات کہہ دیتے ہیں بات کو آگے نہیں بڑھاتے یہ اصل انسان کی تواضع کا اثر ہے. یہ اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں جو اللہ کے یہاں محبوب اور پسندیدہ ہوتے ہیں مجھے عرض کرنا ہے کہ حضور ﷺ نے اس طرح ہمیں تعلیم دی ہے ظاہری نجاستوں سے بھی حضور ﷺ نے ہمیں پاک رہنے کا حکم دیا اور دل میں جو برائیاں ہوتی ہیں ان سے دور رہنے کے لئے قرآن میں بھی تعلیم ہے اور حضور ﷺ کی اس حدیث میں بھی، اَمَرَنِىْ بِحُبِّ الْمَسَاكِيْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُ کہ حضور ﷺ نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں۔

مسکین کے ساتھ رہنے سے شکر کی دولت ملتی ہے:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی ذکر کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلے بہت بڑے بڑے صاحب دولت لوگوں کے محلے میں رہا کرتا تھا تو جب میں ان کے مکان کو، ان کی سواری کو، باقی چیزوں کو دیکھتا تو میرے دل میں ناشکری کے جذبات پیدا ہوتے تھے پھر میں نے اپنا مکان بدل دیا اور غریب اور مساکین کے محلے میں رہنے لگا تو میرا مکان ان سے اچھا تھا اور میری سواری ان سے اچھی تھی تو اس وقت مجھے اللہ کا شکر پیدا ہوتا کہ اللہ کا احسان ہے کہ مجھے اچھا مکان دیا، اچھا لباس دیا، اچھی سواری عطا فرمائی۔ یہ ایک فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مساکین کو دیکھنے اور ان سے تعلق رکھنے سے شکر کی دولت انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہ چند باتیں عرض کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ویعلمھم الکتب والحکمۃ

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۴ رمضان المبارک کو شب جمعرات میں

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

تخلیہ وتحلیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ امابعد ! فَاَعُوْذُ بِاللہ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ جمعہ آیت ۱)

ان آیتوں میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے امیین میں، ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور انکا تزکیہ کرتے ہیں، یعنی انکو پاک اور صاف کرتے ہیں، اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

مقاصد نبوت:

رسول اللہ ﷺ کے بھیجے جانے کا مقصد کیا ہے؟ وہ اس آیت میں بتلایا ہے۔ تین مقصد اس آیت میں بتلائے گئے۔ (۱) ایک تو یہ کہ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ (۲) دوسرا انسان میں جو بداخلاقیاں، برائیاں بھری ہوئی ہیں اسکو پاک اور صاف کریں گے۔ ظاہری طور پر بھی پاکیزگی کا آپ ﷺ نے حکم دیا، اور باطنی یعنی دل کی بیماریوں کو بھی حضور ﷺ نے دور کیا، اور کتاب وحکمت (یعنی کتاب اللہ کی اور اپنی حدیث) کی تعلیم دینگے۔ تو کل اس سلسلہ میں عرض کیا تھا کہ حضور ﷺ نے مختلف انداز سے حضرات

صحابہ کرام کے سامنے ایسی چیزیں بیان فرمائیں جنکے ذریعے سے دل کی بیماریاں، بداخلاقیاں دور ہوں اور انسان کا دل (آئینہ جیسا بالکل صاف ہو جائے) یہ موضوع تو بہت طویل اور لمبا ہے لیکن اس سلسلہ کی چند باتیں کل بھی عرض کی گئی تھی آج بھی عرض کی جاتی ہیں۔

تکبر ایک مہلک بیماری:

انسان کے اندر سب سے بڑا مرض بڑائی کا ہے انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے یہ بیماری اور مرض ایسا ہے کہ نعوذ باللہ اس سے یہاں یہ انسان کو مقبول ہونے نہیں دیتا دنیا میں جو لوگ تکبر کرتے تھے اور ظلم کیا کرتے تھے ان کے جسم کا وزن قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے وزن کے برابر بھی نہیں ہوگا[1] وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک معمولی قسم کے لوگ ہوں گے۔

تکبر کو دور کرنے کا نبوی طریقہ:

تو اس تکبر اور بڑائی کو دور کرنے کے لئے حضور ﷺ نے امت کو مختلف چیزیں بتائی جیسے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات چیزوں کا حکم دیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ اَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ کہ مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مساکین کے قریب رہا کرو[2] اور ان سے محبت کیا کرو ان سے دوستی

---

[1] عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ قال انه ليأتي الرجل العظيم السمين يوم القيامة لا يزن عند الله جناح بعوضة (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۹)

[2] عن ابی ذر قال اوصانی خليلی ان انظر الی من هو اسفل منی ولا انظر الی من هو فوقی وان احب المساكين وان ادنو منهم وان اصل رحمی وان قطعونی وجفونی وان اقول الحق وان كان مرا وان لا اخاف فی الله لومة لائم وان لا اسأل احدا شيئا وان استكثر من لا حول ولا قوة الا بالله فانها من كنز الجنة (كنز العمال ج ۱۵ ص ۳۰۱)

نبی کریم ﷺ پر محبت آمیز عتاب اور سورہ عبس کا شان نزول:

قرآن پاک میں ۳۰ ویں پارے میں ایک سورۃ سورہ عبس ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ (سورۂ عبس آیت ۱ تا ۶، پ ۳۰) واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ[1] یہ حضور ﷺ پر بہت پہلے ایمان لا چکے تھے ایک مرتبہ یہ حضور ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اور یہ نابینا تھے اس وقت حضور اکرم ﷺ کے پاس قریش کے بڑے بڑے سردار جیسے عتبہ بن ابی شیبہ، ابو جہل، حضرت عباسؓ[2] (آپ ﷺ کے چچا جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) یہ سب موجود تھے تفسیر مظہری اور ابن کثیر کی ایک روایت میں ہے کہ یہ صحابی نابینا تھے اسلئے انہوں نے دیکھا نہیں کہ حضور ﷺ کی مجلس میں کچھ سرداران قریش ہیں اور آپ ﷺ گفتگو میں مشغول ہیں اسلئے وہ بار بار کچھ بات پوچھنے کے لئے حضور ﷺ کو آواز دینے لگے اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کی ایک آیت سے متعلق حضور ﷺ سے مطالبہ کیا کہ فلاں آیت آپ ﷺ پڑھو اس آیت کو پڑھوانے کے لئے بار بار

---

[1] حضرت عبداللہ بن ام مکتوم: آپ ﷺ کے دوسرے مؤذن تھے جو عہد رسالت میں اکثر فجر کی اذان دیا کرتے تھے مکہ مکرمہ کے باشندے تھے اور ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی ہے بچپن ہی سے آنکھیں جاتی رہی تھی اور نابینا ہو گئے تھے پھر جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپؓ حضور ﷺ سے پہلے ہی مدینہ میں جا کر مقیم ہو گئے تھے قرآن مجید میں سورہ عبس کی ابتدائی آیتیں آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت عمرؓ کے دور میں ایران کے ساتھ مشہور آفاق جنگ قادسیہ میں آپ بھی شامل ہوئے تھے آپؓ نے ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اور سینہ پر زرہ بھی پہنی ہوئی تھی جنگ قادسیہ کے بعد آپؓ کے حالات معلوم نہ ہو سکے بعض حضرات کو کہنا ہے کہ آپ جنگ قادسیہ میں ہی شہید ہو گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے مدینہ منورہ واپس آ گئے تھے اور مدینہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

[2] حضرت عباسؓ: یہ حضور ﷺ کے چچا ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور ﷺ سے تین سال بڑے تھے۔

اصرار کرنے لگے حضور ﷺ چونکہ انکے ساتھ باتوں میں مشغول تھے اسلئے عبداللہ بن ام مکتومؓ
کے اس طریقہ سے آپ ﷺ کو ناگواری ہوئی کہ ابھی یہ بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں
انکو میں ایمان کی دعوت دے رہا ہوں کیونکہ یہ لوگ اگر ایمان لے آئیں گے تو پورا مکہ ایمان لا
سکتا ہے اس امید میں حضور ﷺ نے انکی طرف توجہ نہیں کی اور آپ ﷺ کی پیشانی پر بل آ گئے
اور اپنا چہرا پھیر لیا تو چونکہ یہ مسکین تھے لیکن بڑے کامل الایمان تھے جو لوگ بیٹھے تھے وہ تو ابھی
کفر پر ہی تھے اللہ تبارک وتعالیٰ کو آپ ﷺ کی یہ ادا پسند نہ آئی اس لئے یہ سورۃ اتاری **عَبَسَ
وَتَوَلّٰى** (سورہ عبس آیت ۱) محمد ﷺ اپنی پیشانی پر بل لائے اور آپ نے روگردانی کی چہرہ
پھیر لیا **اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى** (سورہ عبس آیت ۲) اس بنا پر کہ ایک نابینا آپکی مجلس میں آیا **وَمَا
يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى** (سورہ عبس آیت ۳) آپکو کیا معلوم کہ یہ نابینا آپ سے سوال کر کے
اپنا تزکیہ کرنا چاہتا ہے۔ یعنی یہ مؤمن ہے آپکی باتوں سے انکو فائدہ ہوگا اسکا دل پاک
صاف ہوگا۔ اور وہ لوگ جو کفر و شرک میں مبتلا ہیں آپ انکی طرف مشغول ہے حالانکہ یہ تو بے
پرواہی برت رہے ہیں وہ آپکی بات سننا بھی نہیں چاہتے۔ چنانچہ جب یہ آیتیں اتری تو اللہ
کے رسول ﷺ پر بڑا اثر ہوا اسکے بعد تو حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ جب حضور ﷺ کی مجلس
میں آتے تو حضور ﷺ انکا بڑا اکرام فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انکا اتنا اونچا مقام ہے کہ
میں نے ان سے ذرا منہ پھیر لیا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے قرآن میں خطاب کیا کہ
ایسے کیوں کیا؟ مقصد یہ ہے کہ نبی آخر الزماں جناب رسول اللہ ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ کے
یہاں کتنا اونچا ہے لیکن اسکے باوجود بھی ایک غریب و مسکین مسلمان کے ساتھ ایک سختی کی
وجہ سے (چونکہ حضور ﷺ کے دل میں یہ بات تھی کہ یہ تو اپنے ہی آدمی ہے بعد میں بھی پوچھ
لیں گے تو میں مسئلہ بتا دوں گا یہ تو ایمان سے پھرنے والے نہیں اور یہ لوگ ہاتھ آتے نہیں

ہے)اس مصلحت کی وجہ سے آپ نے انکی طرف توجہ نہیں فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہیں آئی۔

غرباء و مساکین کو حقارت کی نظر سے دیکھنا تکبر کی علامت ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ مساکین ،غرباء کی انسان کے دل میں نفرت نہیں ہونی چاہئے یہ جو ہم کبھی حقارت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں یا کوئی معاملہ ایسا کرتے ہیں جسکی وجہ سے انکی عزت و آبرو ختم ہو جاتی ہے، سوسائٹی میں ذلیل کیا جاتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہمارے دل میں تکبر ہے، بڑائی ہے کہ ہم اپنے آپکو بہت اچھا اور اعلیٰ سمجھ رہے ہیں۔ اسلئے اگر کسی سے تکلیف پہونچتی ہے تو ضرور اسکی تلافی کی اجازت ہے ہم اس سے انتقام لے سکتے ہیں، اس نے جتنی زیادتی کی ہے اتنی ہی زیادتی اسکے ساتھ کی جاسکتی ہے، اس نے جتنا ہمارا نقصان کیا ہے اتنا اس سے ضمان اور بھرپائی لی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ کہ اس نے معمولی سا گناہ کیا اور اسکے نتیجہ میں اسکی ساری عزت خاک آلود کر دی جائے، اسکو ذلیل اور رسواء کیا جائے، حد سے تجاوز کیا جائے یہ جائز نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ (سورۂ نحل آیت ۱۲۶) (کہ اگر تم کسی کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینی چاہئے جتنا کہ اسکا جرم ہے اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے)اسلئے حضور ﷺ نے یہ جو حکم دیا کہ "مسکین سے محبت رکھو" اسمیں آپ ﷺ کی یہی حکمت ہے۔ کہ اس سے انسان کی بڑائی ٹوٹتی ہے۔ الگ الگ انداز سے حضور ﷺ نے امت کے دلوں کو پاک کرنا چاہا کہ میری ان باتوں پر عمل کرو تو دل پاک ہوگا۔ ایک اور روایت ہے حضرت ابو مالک اشعریؓ کی اس روایت میں حضور ﷺ نے پہلے تو جنت کی طرف رغبت دلائی اور اسکی نعمتوں کی طرف رغبت دلائی عام طور پر انسان کے سامنے جس چیز کا نفع اور فائدہ نقد ہوتا ہے، اور وہ سامنے ہوتا ہے اسکو حاصل کرنے کی تو

وہ بڑی کوشش کرتا ہے لیکن جس چیز کا نفع اسکی نگاہوں سے چھپا ہوا ہے ابھی نہیں ملنے والا ہے بلکہ ایک طویل زمانہ کے بعد ملیگا اس کے لئے وہ زیادہ سعی اور کوشش نہیں کرتے ہیں یہ ہمارا مزاج ہے کہ سامنے نفع ہو تو فوراً اسکے لئے بھاگ دوڑ کریں گے لیکن اگر نفع ملنے کی ابھی امید نہیں ہے تو اتنی کوشش نہیں کرینگے۔ اسی لئے آخرت کے کام میں ہمیں جتنی سبقت کرنی چاہئے ہم اتنی سبقت نہیں کرتے۔ دنیا کے معاملہ میں جتنی بھاگ دوڑ کرتے ہیں اتنی آخرت کے معاملہ میں نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ آخرت کا نفع اور جنت کی نعمتیں ہماری نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں۔ اور دنیا کے فائدے ہمارے سامنے موجود ہے اسلئے حضور ﷺ نے اس سلسلہ میں رغبت دلائی تو حضرت ابو مالک الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "**اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا**" کہ بیشک جنت میں بالا خانے ہونگے او اسکی صفت بتلاتے ہیں۔ "**یری ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا**"[1] اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ محل ایسے بنائے ہیں کہ وہ اتنے صاف شفاف اور مفید ہوں گے کہ باہر والا آدمی اندر کے منظر کو دیکھ سکتا ہے۔ اور اندر بیٹھا ہوا آدمی باہر کے منظر کو دیکھ سکتا ہے اللہ نے اسکو ایسا بنایا ہے کہ دنیا کے کسی محل کے ساتھ اسکو تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔

---

[1] عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ لغرفا یری ظہورھا من بطونہا وبطونہا من ظہورھا فقام الیہ اعرابی فقال لمن ھی یا نبی اللہ قال ھی لمن اطاب الکلام واطعم الطعام وادام الصیام وصلی للہ باللیل والناس نیام (ترمذی شریف ج ۲ ص ۷۹۔ مشکوۃ رقم ۱۲۳۲)

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ غرفا یری ظاھرھا من باطنہا وباطنہا من ظاھرھا اعدھا اللہ لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) (مشکوۃ شریف ص ۱۰۹۔ رقم ۱۲۰۲)

جنت کی نعمتوں کی دنیا میں کوئی مثال نہیں :

کیوں کہ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے وہاں کی نعمتوں کے متعلق " مالا عینٌ رأت " کہ اللہ نے جنت میں ایسی چیزیں بنائی ہے کہ نہ آج تک کسی آنکھ نے اسکو دیکھا، اسکا کیپل اور اسکا نمونہ دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا " ولا اذنٌ سمعت " اور نہ کانوں نے سنا کہ فلاں جگہ فلاں شہر میں ایسی بلڈنگ ہے کہ جنت میں بھی ایسی ہی ہوگی کسی کان نے نہیں سنا۔ یہ جو قرآن پاک اور احادیث میں جن چیزوں کا تذکرہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں محل عطا فرمائیگا، جنت میں میواجات ہونگے، انگور ہونگے، اور ہر قسم کے پھل ہونگے، دودھ کی نہر اور شہد کی نہر ہوگی۔ ان سب کا نام جو دنیا میں تصور کرتے ہیں یہ محض سمجھنے کے لئے ہے، ورنہ جنت کے شہد کو دنیا کے شہد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، یہاں کے دودھ اور وہاں کے دودھ میں کوئی مناسبت نہیں کیوں کہ وہاں کی نعمتیں کبھی سڑتی، گلتی اور ختم نہیں ہوتی۔ جنت میں شراب اللہ تعالیٰ دیں گے دنیا کی شراب ایسی ہے یہاں انسان پیتا ہے تو اسکی عقل چھپ جاتی ہے، وہ پاگل بن جاتا ہے، مدہوش جیسا ہو جاتا ہے۔ لیکن وہاں کی شراب جب انسان پیئے گا تو اسکے اندر ایک خاص کیفیت ہوگی، خاص لذت ہوگی، ایک خاص قسم کا سرور اس کو نصیب ہوگا تو یہ سمجھنے کے لئے یہ نام دیئے گئے ہیں نام دینے کا مطلب یہ نہیں کہ جیسے دنیا میں ان ناموں کی یہ چیزیں ہیں جنت میں بھی وہی ہوگی، اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا مَالا عَینٌ رَأتْ[1] کہ آج تک کسی آنکھ نے اسکو دیکھا ہی نہیں، وَلا اُذُنٌ سَمِعَتْ اور نہ کسی

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اُذُنٌ سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقرؤا ان شئتم ولا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۶۰)

کان نے اسکو سنا، وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، او کما قال علیه الصلوٰۃ والسلام اور نہ کسی انسان کے دل پر اسکا گذر ہوا، کہ بھائی وہ جنت کی نعمتیں ایسی ہے کہ دنیا کی چیزوں کے بارے میں تو ہم ذرا دل میں سوچتے بھی ہے کسی چیز کا نام سنا تو سوچتے ہیں کہ ایسا ہوگا ایسا ہوگا۔ لیکن وہاں کی نعمت کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے دل پر اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا. وہاں جانے پر ہی وہ نعمتیں ملیں گی ۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے وہاں ایسے بالا خانے بلند و بالا عمارتیں تیار فرمائی ہے کہ جسکا باہر اندر سے اور اسکا اندر باہر سے نظر آئیگا اتنا صاف شفاف. اب یہ محل کس کو ملیں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ چار خوبیاں جن لوگوں کے اندر ہوگی اللہ تبارک وتعالی اسکو یہ محل عطا فرمائیں گے۔

نرمی سے کلام کرنے کی فضیلت:

پہلی خوبی ان لوگوں کے لئے اللہ تعالی محل عطا فرمائیں گے جو "أَلَانَ الْكَلَامَ" کلام نرمی سے کرتے ہیں محبت آمیز جملے اختیار کرتے ہیں دیکھو یہاں بھی یہ بات جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی خاص اسی لئے کہ وہ لوگ جن کے دل میں تکبر اور بڑائی ہوتی ہے پھر وہ نرمی سے بات نہیں کرتے وہی تکبر والی بیماری کو دور کرنے کے لئے ایک تو آپ ﷺ نے جنت کی نعمت کی رغبت دلائی کہ دیکھو ایسے بالا خانے ہونگے لیکن کن کے لئے؟ متکبرین کے لئے نہیں. بلکہ تواضع، عاجزی، مسکنت والے لوگوں کے لئے۔ جس کا اثر انکی زبان پر بھی ہوتا ہے کل میں نے بتلایا تھا کہ تواضع کا اثر انسان کی چال پر بھی ہوتا ہے اسلئے کہا عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پارہ ۱۹ سورہ فرقان آیت ۶۳) کہ رحمن کے بندے وہ ہے جو زمین پر بہت عاجزی اور تواضع سے چلتے ہیں تکبر کی چال نہیں چلتے۔ اور لِمَنْ أَلَانَ

الکلام جب انسان میں تواضع اور عاجزی ہوتی ہے اب کوئی بھی انسان ہو چاہے اس سے بڑا ہو اس سے برابری والا ہو، درجہ میں اس سے چھوٹا ہو، کسی بھی چیز میں اس سے چھوٹا ہو اگر اس سے وہ بات کریگا تو اسکی بات میں نرمی ہوگی، تواضع ہوگی تو جو لوگ نرم کلامی کرتے ہیں یعنی دل میں تواضع کی وجہ سے لوگوں سے نرمی سے بات کرتے ہیں سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کر گالی گلوچ سے بات نہیں کرتے تو انکے لئے اللہ نے یہ نعمت رکھی ہے۔ یہ نرم کلامی بہت خوبی کی چیز ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

دیکھئے قرآن پاک میں ہے کل بھی میں نے حضرت موسیٰ کا واقعہ ذکر کیا تھا حضرت موسیٰ کا نکاح حضرت شعیبؑ کی لڑکی سے ہوگیا اور اسکے بعد آٹھ دس سال انہوں نے بکریاں چرائی۔ پھر وہاں سے روانہ ہوگئے راستہ میں چونکہ اندھیرا تھا۔ اور راستہ دیکھا ہوا بھی نہیں تھا تو ایک جگہ اپنی بیوی کو جو حاملہ تھی ٹھہرا دیا۔ کہ ٹھہرو! اندھیرا بھی ہے اور رات بھی سردی کی ہے مجھے کچھ آگ نظر آرہی ہے میں وہاں جا کر آگ کا شعلہ لے آؤں تو دو فائدے ہوں گے ایک تو راستہ بھی نظر آجائیگا اور سردی ہے اسلئے گرمی بھی پہنچ جائیگی۔ حضرت موسیٰ اس شعلہ کی طرف چلتے رہے لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتے وہ شعلہ بھی آگے بڑھتا جاتا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر پہنچ گئے وہاں دیکھا کہ ایک درخت ہے جو بہت زیادہ روشن ہے جب اسکے قریب پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ کو آواز آئی "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى" (سورۂ طٰہٰ آیت) اے موسیٰ تم اپنے جوتے نکال دو اسلئے کہ تم پاکیزہ وادی میں ہو چنانچہ آپ نے جوتے نکال دیے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ میں تمہارا رب ہوں، میں تمہارا اللہ ہوں اس وقت حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر نبوت ملی۔ پھر حضرت موسیٰ واپس آئے اور اپنی بیوی کو لے کر مصر کی

طرف چلے جو حضرت موسیٰ کا وطن تھا فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا وارنٹ جاری کیا تھا اسی لئے آپ وہاں سے چلے گئے تھے اب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ جاؤ فرعون کے پاس، جس نے بنی اسرائیل کو جو حضرت موسیٰ کی قوم تھی اور انبیاء کی اولاد تھی انکو فرعون نے غلام بنا کر رکھا تھا ان کی ہدایت کے لئے بھیجا حضرت یعقوب[۱] کے بارہ لڑکے تھے تو بارہ قبیلے یہ بنی اسرائیل کہلاتے تھے ان میں بہت سے انبیاء آئے حضرت موسیٰ فرعون کے زمانہ میں آئے حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کا حکم دیا وہاں انہوں نے دعا کی۔ حضرت موسیٰ کی زبان میں ہلکی سی لکنت تھی۔ بولنے میں تھوڑی رکاوٹ ہوتی تھی تو دعا کی کہ یا اللہ! میرے بھائی ہارون[۲] کو بھی تو میرا وزیر بنادے، کیونکہ وہ مجھ سے اچھے کلام کرنے والے ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت ہارون کو بھی نبوت عطا فرمائی اب دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ (اذْهَبَا) جاؤ فرعون کے پاس وہ بہت سرکش ہو گیا ہے کہ خود خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور سارے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا ہے جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بھیجا تو کیا فرمایا؟ اندازہ لگائیے کہ ادھر اتنا

---

۱ حضرت یعقوب نسب نامہ حضرت یعقوب حضرت اسحٰق کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں اور حضرت ابراہیم کے بھتیجے حضرت لوطؑ کے نواسے تھے والدہ کا نام رفقہ بنت بتوایل تھا اپنی والدہ کے چہیتے اور پیارے تھے ان کے حقیقی بھائی عیسو والد کے پیارے اور محبوب اور دونوں حقیقی بھائی تھے حضرت یعقوب خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے اور کنعانیوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے انہوں نے بڑی جانفشانی سے خدمت حق کا فریضہ ادا کیا قرآن عزیز میں چونکہ ان کا ذکر بیشتر حضرت یوسف کے ساتھ کیا گیا ہے قرآن میں حضرت یعقوب کا نام سولہ جگہ آیا ہے اگرچہ یوسف میں جہاں جہاں ان کے اوصاف کے تذکرے آتے اور بعض دوسری سورتوں میں ان کے اوصاف کے اعتبار سے ان کا تذکرہ ہے وہ بے شمار کے ساتھ صرف دو ہی جگہ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲ حضرت ہارون بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے یہ حضرت موسیٰ سے تین یا چار سال بڑے تھے اور تین سال پہلے ہی وفات پائی جس وقت موسیٰ نے دعا کی تھی وہ مصر میں تھے حضرت موسیٰ کی دعا پر آپ کو نبوت ملی اور بذریعہ فرشتہ انکو مصر میں ہی انکی اطلاع دی گئی جب حضرت موسیٰ کو مصر میں فرعون کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا گیا تو خود یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ حضرت ہارون کو انکا ساتھی کریں حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو پیغام پہنچایا (معارف القرآن ج۹ ص۷۹)

ظالم و جابر بادشاہ ہے اور اتنا بڑا نافرمان کہ خدائی کا دعویٰ کیا ہے قرآن میں ہے کہ وہ کہتا تھا ”انا ربکم الاعلیٰ (پارہ ۳۰ سورہ نازعات آیت ۲۴) میں ہی تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں ایک روز اس نے خواب دیکھا تھا اور نجومیوں نے اسکی تعبیر یہ دی تھی کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کا تخت پلٹ دیگا۔ جب اس نے یہ سنا تو اعلان جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے اندر جتنے بھی بچے پیدا ہوں سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اسکی پولیس پورے شہر بھر میں گھومتی رہتی تھی اور پتہ چلتا کہ کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے تو اسکو وہیں قتل کر دیا جاتا تھا لڑکی کو زندہ چھوڑ دیتے تھے جب بچوں کا قتل عام ہونے لگا تو فرعون کے وزیروں نے کہا کہ اگر اسی طرح یہ لڑکے قتل کیے جائیں گے تو پھر ہماری غلامی، ہماری مزدوری اور ہمارے گھروں کے محلوں کے کام کاج کون کریگا؟ اسلئے کوئی اور تدبیر نکالو تو اس نے دوسرا حکم جاری کیا کہ اچھا ایسا کرو کہ ایک سال تو لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور ایک سال چھوڑ دیا جائے کمی بھی ہوگی اور بہت زیادتی بھی نہیں ہوگی۔ چنانچہ اسی طرح عمل شروع ہو گیا حضرت ھارون علیہ السلام تو اس سال پیدا ہوئے جس سال بچوں کا قتل بند تھا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچوں کے قتل کا حکم تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو والدہ کو بڑی فکر ہوئی کہ اب میرے بچے کا کیا ہوگا جلالین شریف جو تفسیر کی کتاب ہے اسکی شرح ”الصاوی الجلالین“ للعلامة الصاوی المالکی[1] مالکی مذہب کے عالم نے لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ پولیس کو جب بھی پتہ چلتا کہ فلاں گھر میں ولادت ہونے والی ہے تو وہ اسکے چکر لگاتے تھے اور جب پیدا

---

[1] علامہ صاوی کے حالات نام احمد بن محمد الخلوتی المصری الصاوی اپنے زمانے کے فقیہ اور مفسر تھے ان کی پیدائش ۱۱۷۵ھ میں ہوئی اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔

ہوتا تو فوراً چھین کراتے قتل کر دیتے. سامنے ہی قتل کر دیتے. حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس بھی یہ آئے. عام طور پر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو پیٹ کا اٹھاؤ ہوتا ہے تو حضرت موسیٰ کی والدہ کے پیٹ کا اسطرح اٹھاؤ نہیں تھا. وہ ہموار ہی تھا اسلئے پولیس کو اطلاع ہی نہیں ہوئی کہ اس گھر میں بچہ پیدا ہونے والا ہے لیکن ایک عورت جو فرعون کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی وہ بطور دایہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں آئی اس نے اطلاع دیدی کہ انکے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے چنانچہ پولیس دوڑ کر آئی اور کہا کہ کہاں ہے تمہارا بچہ؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب پولیس آئے تو بچے کو تنور میں ڈال دینا. چنانچہ جب انکو محسوس ہوا کہ پولیس آرہی ہے تو جلدی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چولھے میں جو جل رہا تھا ڈال دیا. انہوں نے پورے گھر کی تلاشی لی. ظاہری بات ہے کہ چولھے میں کون دیکھیگا؟ چنانچہ وہ چلے گئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تو بالکل صحیح سالم تھے انکو آگ نقصان نہیں پہنچا سکی پھر بھی فکر ہوئی کہ جاسوس تو گھومتے ہی رہتے ہیں تو انکو بڑا خوف ہوا کہ اب کیا کرے؟ تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں بات ڈالی کہ ایک صندوق لو اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بند کر دو اور اسکو دریائے نیل میں ڈالدو. حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق خریدنے بازار میں گئی ایک بڑھئی کے پاس. اور وہ بڑھئی بھی فرعونیوں میں سے تھا اس نے بہت پوچھا کہ یہ صندوق کو تم کیا کروگی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چونکہ نبی کی والدہ تھی انہوں نے صحیح بتادیا کہ دیکھو! کسی کو بتلانا مت. میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے پولیس کو اطلاع ہوگی تو وہ قتل کر دیں گے اسلئے میں نے سوچا کہ اس صندوق میں بچہ کو رکھکر اسے دریا میں ڈالدوں. اس نے موقع پایا کہ چلو میں جاکر پولیس کو اطلاع کر دوں۔ چنانچہ وہ اطلاع کرنے کے لئے

چلا جب وہ آگے چلا تو اسکو اور اسکی سواری کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا وہ ڈر گیا (اور بات کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی زبان کو روک لیا اور وہ بات کرنے پر قادر نہ رہا پس وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا پس پولیس نہیں سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو انکے بڑے نے کہا کہ اسکو مارو پس اسکو مارا گیا اور وہاں سے نکال دیا گیا جب وہ بڑھئی اپنے مکان پر آیا تو اللہ نے اسکی زبان کو لوٹا دیا پھر وہ بات کرنے لگا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ چلا تا کہ پولیس کو خبر دے پس اللہ نے اسکی زبان اور اسکی آنکھ کو چھین لیا تو اس نے سچائی کو پہچان لیا پس اللہ نے اسکی زبان اور اسکی آنکھ کو لوٹا دیا پس اس نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا اور کہا اے میرے رب! مجھے اس نیک بندہ کی معیت نصیب فرما) چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے (علامہ صاویؒ نے) کہ جب حضرت موسیٰؑ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہی بڑھئی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا[1] حالانکہ یہ فرعونیوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ پورا واقعہ اور بھی تفصیلات سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کیا ہے بتلانا یہ ہے کہ جب دونوں کو نبوت عطا کی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا کہ جاؤ فرعون کے پاس اِنَّہٗ طَغٰی بہت سرکش ہو گیا ہے۔ اس کی سرکشی میں بتلا رہا تھا کہ ایک طرف تو وہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اتنا سرکش تھا اور دوسری طرف بچوں کا قتل کرتا تھا لڑکوں کا قتل کرتا تھا حضرت موسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی، دریائے نیل میں وہ صندوق ڈال دیا گیا فرعون ہی نے اس کو اٹھایا اور اسی نے پرورش کی اسی کے مال سے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہے تو دیکھو اسی بچہ کو جس سے اسکی حکومت ختم ہونے والی تھی اس نے تو اسی بچہ کے خوف سے ہزاروں بچوں کو قتل کیا تھا لیکن اللہ اپنی قدرت بتلانا چاہتے ہیں کہ جس بچہ سے تو ڈر رہا تھا تیرے ہی محل میں اسکو بڑا کیا، اور اسکی

---

[1] حاشیۃ العلامۃ الصاوی علی تفسیر جلالین ج ۴ ص ۲۸۹ یہ روایت ہے اسکی کوئی سند نہیں ملی)

پرورش کی، اسی کے محل میں اسکو پہنچا دیا۔

نرم کلامی کا حکم:

(اللہ نے حضرت موسیٰ و حضرت ھارون علیہما السلام کو فرعون جیسے ظالم کے ساتھ بھی نرم کلام کرنے کا حکم دیا)

بہر حال ان دونوں کو یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام کو اللہ نے جو حکم دیا مجھے وہ بتلانا ہے کہ اتنا زبردست ظالم و جابر بادشاہ خدائی کا دعوی کرنے والا اسکے پاس دونوں جارہے ہیں تو بھی اللہ نے انکو کیا حکم دیا؟'' فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى '' (پ ۱۶ سورۂ طٰہٰ آیت ٤٤) چاہے وہ بڑا ظالم ہے خدائی کا دعوی کرنے والا ہے لیکن پھر بھی تم جاؤ تو نرمی سے اس سے بات کرنا سختی سے بات مت کرنا. اللہ تعالیٰ کو یہ نرمی اتنی پسند ہے کہ بڑا ظالم و جابر بادشاہ ہے اس کے پاس بھی گئے اور جانے والے بھی کون؟ نبی جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام انکو بھی تاکید کی کہ دیکھو سختی سے بات مت کرنا، الجھ کر کے بات مت کرنا بلکہ نرمی سے اسکے سامنے بات کرنا کہ نرم کلامی انسان کے اندر جو عاجزی تواضع ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا ہے۔

نرم کلامی سے جھگڑے دور ہوتے ہیں:

اور اسکے بڑے فوائد ہیں انسان جب نرم کلامی اختیار کرتا ہے تو اسکی وجہ سے بہت سارے جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں ہمارے معاشرے اور سوسائٹی میں خود ہمارے گھر کا ہم مشاہدہ کرلیں کتنے گھروں کے اندر جو لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں وہ عام طور پر سخت کلامی سے کہ شوہر اپنی بیوی کو سخت الفاظ کہے بیوی اپنے شوہر کو سخت کلمات کہے یا باپ اپنی

اولاد کو، یا اولاد اپنے باپ کو جب جھڑک کر کے غصہ سے سختی سے کلمات کہیگا تو ہر انسان کی طبیعت میں ایک مادہ اللہ نے رکھا ہے غصہ کا کہ جب وہ سخت بات سنتا ہے تو اسکا غصہ بھڑک اٹھتا ہے اور اسی کی وجہ سے پھر آپس میں لڑائی اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور اپنی ازواج کو بھی نرمی کی تعلیم:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں متعدد بیویاں تھی نو بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تھیں سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا[1] ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پا گئیں اور ایک باندی تھی ایسے کل گیارہ تھی لیکن اتنی ازواج مطہرات کے ساتھ اتنی بیویوں کے ساتھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتے تھے۔ حضرت انس[2] دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم رہے فرماتے ہیں کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طمانچہ نہیں مارا اپنی ازواج کو بھی

---

1 واسماء نسائه صلى الله عليه وسلم خديجة وعائشه وحفصه وام حبيبه وام سلمه وسودة وزينب وميمونه وام المساكين وجويرية وصفية ذكرهن في المرقات (حاشيه مشكوة شريف ص ۲۸۳ حاشيه ن ۹)

2 حضرت انس بن مالک مشہور صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی انصاری ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو حمزہ رکھی تھی کیونکہ وہ حمزہ نامی ایک بوٹی بہت پسند کرتے تھے حضرت انس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں ان میں سے ایک سو اٹھاسی متفق علیہ ہیں اور امام بخاری اسی احادیث میں منفرد ہیں اور امام مسلم ستر حدیثوں میں۔ حضرت انس کی والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لئے دعا کی درخواست کی تھی آپ نے ان کی مال اولاد و درازی عمر کے لئے اور جنت میں داخلے کے لئے دعا کی چنانچہ حضرت انس کی عمر سو سے متجاوز ہوئی بصرہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی حضرت انس تھے ۹۱ھ میں ... کے بعد ... حضرت انس کے قریب اپنی اولاد دفن کر چکے تھے ... دو مرتبہ پھل دیا کرتا تھا ۹۳ھ میں جب آپ کی عمر ۱۰۳ سال تھی بصرہ میں انتقال ہوا۔

بقیہ اگلے صفحے پر

آپ ﷺ نے زندگی میں ایک دفعہ بھی نہیں مارا[1] ابوداؤد شریف کے اندر واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ[2] کے گھر میں حضور اکرم ﷺ تشریف رکھے ہوئے تھے حضور ﷺ کی ایک اور بیوی تھی حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب[3] یہودی کی بیٹی تھی حیی یہودی سردار تھا انکی یہ بیٹی تھی اور یہ قید ہو کر آئی تھی، پھر حضور ﷺ نے انکو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا بہت اچھا کھانا بنایا کرتی تھی کھانے بنانے کا انکو ذوق تھا تو ایک مرتبہ انہوں نے کچھ اچھا کھانا بنایا تو سوچا کہ حضور ﷺ کے لئے بھی بھیجوں اسوقت حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے تو حضرت صفیہؓ نے خادمہ کے ذریعہ پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا جب حضرت عائشہؓ کے گھر میں کھانا پہونچا تو حضرت عائشہ کو بہت غصہ آیا کہ کیا میرے یہاں کھانا نہیں ہے؟ میرے یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ عام طور پر عورتوں میں سوتنوں میں یہ چیز ہوتی ہے بہت غصہ آیا تو اس پیالہ کو زور سے پھینک دیا کہ انکے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضور ﷺ بھی یہ ماجرا دیکھ رہے تھے اب آپ ﷺ غصہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) امام محمد بن سیرین نے غسل دیا اور بصرہ سے ۲ فرسخ پر واقع اپنے قصر طف میں دفن ہوئے (کشف الباری ج ۲ ص ۳۲)

[1] عن انس بن مالک قال خدمت رسول اللہ ﷺ عشر سنین فما قال لی اف الخ. مشکوۃ رقم ۵۸۰۱ [2] عن عائشۃ قالت ما ضرب رسول اللہ ﷺ بیدہ شیئا قط الا ان یجاھد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادما ولا امرأۃ (شمائل ترمذی ص ۲۳)

[2] حضرت عائشہؓ کے حالات حاشیہ ص ۲۰۲ پر ملاحظہ ہو۔

[3] حضرت صفیہ: آپ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بن ابی سعی بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن خزرج بن النضیر سے نکاح کیا یہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے تھے ۷ھ میں خیبر سے گرفتار ہو کر آئی تھیں حضور ﷺ نے انکو منتخب فرمایا (صفی مال غنیمت کا وہ حصہ جو امیر وقت اپنے لئے منتخب کرتا ہے) کے طور پر تھا اور انکی آزادی کو مہر قرار دے کر نکاح کر لیا تھا آپ ﷺ سے پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جسے حضور ﷺ نے قتل کر دیا تھا انکی وفات ۵۰ھ میں یا ۵۲ھ میں ہوئی بعض کا قول ہے کہ تمام امہات المؤمنین میں انکی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔

ہو جاتے تو معاملہ بگڑ جاتا، اگر آپ ﷺ ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور سخت کلامی کرتے تو حضرت عائشہؓ بھی برہم ہو جاتیں اور یہ بھی کہہ سکتی تھیں کہ آپ صرف انکی طرف توجہ کرتے ہیں میری طرف توجہ ہی نہیں کرتے تو پھر دونوں بیویوں میں جھگڑا شروع ہو جاتا، اسلئے رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا بلکہ اس کھانے کو جمع کیا اور خادم سے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آگئی[1] (حضرت عائشہؓ ہمارے مومنین کی ماں ہے) اسلئے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آگئی کہ یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہارے یہاں آتے تو وہاں کھا لیتے اسی غیرت کی وجہ سے پیالہ توڑ دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اسکے دو اثر ہوئے، ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کی نہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کوئی بحث ہوئی اور نہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ کوئی بحث ہوئی، جھگڑا ہی ختم ہو گیا، دوسرا یہ کہ حضرت عائشہؓ کو خود اپنی غلطی کا احساس ہوا اور شرمندہ ہوئی، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ پیالہ توڑ دیا تو مجھے اسکا تاوان اور ضمان کیا دینا پڑے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیالہ کے بدلے میں پیالہ دینا پڑے گا۔ اب ظاہر بات ہے کہ اگر حضور ﷺ غصہ ہو جاتے تو اتنی جلدی وہ غلطی قبول نہ کرتیں لیکن فوراً اسی مجلس میں تھوڑی دیر کے بعد خود پوچھنے لگیں کہ اب کیا کرنا ہے؟

نرم خوئی اور تواضع سے اونچا مقام ملتا ہے:

تو بتانا یہ ہے کہ نرمی کا ایک ایسی چیز ہے جس سے اچھے اچھے دشمن انسان کے مطیع اور فرماں بردار ہو جاتے ہیں، دنیا میں اللہ تعالیٰ جن بزرگوں کے مقام کو اونچا کرتے ہیں وہ اسی طرح تواضع، نرم

[1] عن انس ان رسول الله ﷺ كان عند بعض نسائه فارسلت احدى امهات المؤمنين مع خادم بقصعة فيها طعام قال فضربت بيدها فكسرت القصعة، قال ابن المثنى فاخذ النبي ﷺ الكسرتين فضم احداهما الى الاخرى فجعل يجمع فيها الطعام ويقول غارت امكم (ابو داؤد كتاب البيوع ص ۲۰۵ مشکوۃ رقم ۲۹۴۰)

خوشی سے، نرم کلامی سے اور اچھے اخلاق کی وجہ سے زمانہ گزر جاتا ہے پھر بھی لوگ ان کے نام لیتے والے ہوتے ہیں۔ دنیا میں چار ائمہ مشہور گزرے ہیں جنہوں نے قرآن پاک اور احادیث سے مسائل نکال کر ہمارے سامنے پیش کئے اسکے مطابق ہم اپنی عبادات ادا کرتے ہیں اور معاملات حل کرتے ہیں انمیں سب سے بڑا درجہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے، یہ پہلی صدی میں پیدا ہوئے تھے یعنی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے حضور ﷺ کی ہجرت کو ابھی سو سال بھی نہیں گزرے تھے حضرت امام ابوحنیفہ کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے بہت سے صحابہؓ سے ملاقات کی ان کا بڑا درجہ اس وجہ سے بھی ہے کہ دوسرے تین ائمہ حضرات کی صحابہؓ سے ملاقات نہیں ہوئی، اور حضرت امام اعظمؒ نے چند صحابہؓ سے ملاقات کی اسلئے آپؒ بہت بڑے درجے کے تابعی ہیں۔ صحابہؓ کو جس نے ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان پر قائم رہے۔ اسے تابعی کہا جاتا ہے۔ اور ۱۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ کی عبادات و اخلاق کے واقعات کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ بڑی بڑی ضخیم کتابیں ان کے حالات میں لکھی گئی ہیں۔[۱]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نرم خوئی اور تواضع:

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے نفس کو کس طرح ختم کر دیتے ہیں نفسانیت اور انانیت کو کیسے ختم کر دیتے ہیں؟ آج تو ہمارا حال یہ ہے کہ کوئی ہمیں کوئی اچھی بات بھی کہتا ہے تو ہم اس کے خلاف بھڑک جاتے ہیں انتقام لیتے ہیں، اس کو رسوا کرتے ہیں، بری بات کہی جائے تب تو پھر پوچھنا ہی نہیں آسمان پر اٹھا لیتے ہیں کہا جاتا ہے امام ابوحنیفہ کے پاس ایک شخص آیا ایک نوجوان اور اس نے آپ کو طمانچہ مار دیا اتنے بڑے بزرگ اللہ

۱؎ حضرت امام ابوحنیفہ کے حالات ج ۱ ص ۴۰ پر ملاحظہ ہوں

والے ان کو طمانچہ مار دیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے کچھ نہیں کہا خاموش رہے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اس طمانچہ کے بدلے میں تجھے بھی طمانچہ مار سکتا ہوں، بدلے لے سکتا ہوں لیکن میں تجھ سے بدلہ نہیں لوں گا، پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو امیر المومنین کے سامنے تیری شکایت درج کراؤں اور وہ تجھے اس حرکت کا بدلہ دیوے، سزا دیوے ایسا بھی کر سکتا ہوں لیکن میں یہ بھی نہیں کروں گا پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو رات میں اٹھ کر کے تیرے لئے اللہ سے بددعاء کروں اور اللہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بددعاء قبول کریگا، تو ہلاک ہو جائیگا لیکن اس کے باوجود میں تیرے لئے بددعا نہیں کروں گا۔ آگے ایک بات ارشاد فرمائی یہ تو ہوگیا دنیا کا معاملہ، دنیا میں تو یہ تین چیزیں تھی تینوں میں سے کچھ بھی نہیں کروں گا آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی ہوگی ظالم اور مظلوموں کا حساب کتاب ہوگا تو اگر میں چاہوں تو یہ بھی کر سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شکایت کروں کہ اے اللہ! اس فلاں شخص نے مجھے بلاوجہ ایک طمانچہ مارا تھا تو اس سے بدلہ لے۔ ایسا میں کر سکتا ہوں لیکن میں وہاں بھی ایسا نہیں کروں گا آخرت میں بھی تجھ سے کچھ بدلہ نہیں لوں گا بلکہ اس سے آگے ایک ایسا جملہ فرمایا کہ جو ہمارے لئے بڑی عبرت کی چیز ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں جانے کا حکم دیگا کہ جاؤ جنت میں چلے جاؤ تو میں اسوقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ سے درخواست نہ کروں کہ اے اللہ! میں اسوقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک میں اس شخص کو جنت میں نہ لے جاؤں جس نے مجھے طمانچہ مارا تھا جب تک میں تجھے نہیں لے جاؤں گا تب تک جنت میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ اس نے کتنی بڑی بے ادبی کی، کتنی گستاخی کی لیکن اسکے ساتھ یہ کلام آپؒ نے کیا۔ تو یہ بات پیدا ہوتی ہے اصل تواضع سے، اندر جو تکبر کا شیطان ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان کو سب سے برا اپنا نفس معلوم ہوتا

ہے، سب سے حقیر اپنی ذات معلوم ہوتی ہے پھر دنیا کے لوگ اسکو خود سے اچھے معلوم ہوتے ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں جو تین نے ذکر کی فرمایا کہ یہ جنت کے بالا خانے یہ بڑے بڑے محل ان لوگوں کو ملیں گے لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ جو نرم کلامی کرتے ہیں۔

حضرت لقمانؒ کی اپنے بیٹوں کو نرم کلامی کی نصیحت:

اسی طرح کلام پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لقمان کا تذکرہ کیا پوری سورت ہی اسکے نام سے ہے چند نصیحتیں حضرت لقمانؒ کی قرآن میں نقل کی گئی جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی، اس میں بھی انہوں نے نصیحت کی وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ

۱؎ حضرت لقمان کا تعارف: لقمان کون تھے اور کس زمانہ میں تھے اس بارے میں صحیح یہ کہ علم اللہ ہی کو ہے کوئی بات قطعی نہیں ہے سب باتیں مرفوعات میں سے ہیں صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ایوب کی بہن کے بیٹے تھے یا خالہ کے بیٹے تھے یا کوئی اور نسبت تھی واللہ اعلم اور بعض نے لکھا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آزر کی اولاد میں سے تھے ایک ہزار سال تک زندہ رہے اور داؤد کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل کیا اور بعض سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھے تو اس میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں حضرت عکرمہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ وہ نبی تھے مگر اکثر لوگوں نے انہیں حکیم قرار دیا ہے آزاد یا غلام ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب [illegible] اس بارے میں کئی اقوال ہیں [illegible] تھے [illegible] کہ بکریاں چراتے تھے یہ سب باتیں لکھنے کے بعد صاحب روح المعانی جلد ۲۱ ص ۸۲ میں فرماتے ہیں ولا وثوق لی بشیء من ھذہ الاخبار غیر انی اعتقد انه كان رجلا صالحا حكيما ولم يكن نبيا (یعنی ان باتوں میں سے کسی بات پر مجھے وثوق نہیں ہے ہاں اتنا اعتقاد ہے یہ بات ہوں کہ وہ رجل صالح تھے حکیم تھے اور نبی نہیں تھے) جب نبی نہیں تھے تو ان کو جو خطاب ہے وہ بذریعہ الہام تھا یا زمانہ کے نبی کے ذریعہ تھا بعض روایات میں ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے حضرت لقمان سے بہت کلمات حکمت منقول ہیں موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت لقمان حکیم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو جو مرتبہ فضل ملا ہے اس کا کیا سبب ہے تو انہوں نے فرمایا تین باتوں پر عمل کرنے سے یہ مقام حاصل ہوا (۱) سچی بات کرنا (۲) امانت ادا کرنا (۳) لا یعنی بات اور لایعنی کام کو چھوڑ دینا (مشکوۃ المصابیح ص ۴۰۵)

صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (پارہ ۲۱ سورۂ لقمان آیت ۱۹) کہ میانہ چال چلو، درمیانی قسم کی چال چلو اور بھاگ دوڑ بھی مت کرو اور بہت نزاکت کے ساتھ عورتوں کی طرح بھی مت چلو وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ، اور اپنی آواز کو نرم اور پست کرو اور چیخ چیخ کر چلا چلا کر سخت کلامی مت کرو حضرت لقمانؑ نے بھی اپنے بیٹے کو یہی نصیحت کی وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ کیوں؟ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے یعنی یہ چیخنا، چلانا، گالی گلوچ، ڈانٹ ڈپٹ اچھی اور پسندیدہ عادت ہوتی تو گدھے کی آواز پسندیدہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ چیخ چیخ کر کے بولنا، بہت زور زور سے بولنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہیں ہے، دیکھا حضور ﷺ نے کس طرح امت کا تزکیہ کیا کہ دل میں سے اس برائی کو نکالو، تواضع پیدا کرو، کہ اس تواضع کا اثر تمہاری چال پر بھی ہونا چاہئے، تمہاری بات میں بھی ہونا چاہئے، اسلئے حضور اکرم ﷺ نے اور بھی طریقے بتائے مثلاً یہ لباس کا بھی انسان کے دل پہ ایک اثر ہوتا ہے۔

ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا پتلون کا لٹکانا تکبر کی نشانی ہے:

حضور ﷺ نے پائجامہ کے متعلق ایک خاص ہدایت دی کہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ مت لٹکاؤ، فانها المخیلة اسلئے کہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا تکبر کی نشانی ہے، بڑائی کی نشانی ہے اس پر بڑی وعید ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اسکو لوگ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ آج کل لباس ہی ایسا بنایا جاتا ہے کہ پائجامہ ٹخنے سے نیچا ہی رہے، اس قسم کا فیشن ہی ایسا ہوگیا ہے حالانکہ حضور ﷺ نے اس سے منع بھی کیا اور یوں کہا کہ یہ تکبر کی علامت ہے۔

گناہ پر سخت وعید:

اور مسلم شریف کی روایت میں اس گناہ کے سلسلے کی بہت سخت وعید ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اس حدیث کے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جنکو چار طرح کے عذاب ہونگے ایک عذاب لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں سے کلام نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومنین مخلصین بندوں سے بات چیت بھی کریگا لیکن حشر کے میدان میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض ہوجائیگا اور کلام نہیں کریگا کتنی محرومی کی بات ہے۔ دوسری چیز لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ اب میدان حشر میں جبکہ بڑے بڑے انبیاء بھی ڈر رہے ہونگے اور سہمے ہوئے ہونگے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ کی نظر بعض بندوں پر غصہ کی ہوگی تو کیا حال ہوگا؟ رحمت کی نظر سے اللہ نہیں دیکھے گا، بلکہ غضب کی نظر سے دیکھے گا، وَلَا یُزَکِّیْهِمْ انسان کے بعض گناہ ایسے ہوں گے جو قبر کے عذاب سے دُھل جائیں گے، بعض گناہ ایسے ہوں گے جو میدانِ حشر کی سختیوں سے دُھل جائیں گے، اور جنت میں جانے کا حکم ہوگا، لیکن بعض گناہ تو ایسے ہوں گے کہ یہ سب سختیاں جھیلنے کے بعد بھی اس کا اثر رہے گا، تو پھر اس کے صاف کروانے کے لئے انسان کو جہنم میں ڈالا جائے گا، تو یہ گناہ جو بتلائے جارہے ہیں وہ بھی ایسے ہیں کہ حشر کے میدان کی سختیوں سے بھی پاک نہیں ہونگے بلکہ اسکو پاک کرنے اور مانجھنے کے لئے جہنم میں جانا پڑیگا" وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ " اور ظاہری بات ہے ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا تو چار وعیدیں ہیں اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریگا۔ دوسرا اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ تیسرا اللہ تبارک وتعالیٰ انکو میدان حشر میں بھی پاک نہیں کریگا۔ اور چوتھا انکے لئے دردناک عذاب ہوگا، تو حضرات صحابہؓ ایسی بات سنتے تو انکے دل دہل جاتے تھے،

ڈر جاتے تھے کہ یہ وعید ہے حضرت ابوذر غفاریؓ جو اس حدیث کے راوی ہے انہوں نے جب سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ مَنْ هُمْ خَابُوْا وَخَسِرُوْا[1] یارسول اللہ کون ہے وہ لوگ جنکے لئے یہ چار قسم کی وعید ہے؟ وہ تو ناکام ہوئے اور انہوں نے خسارہ اور نقصان اٹھایا انکی کشتی ہی الٹ گئی. آج ہم اس گناہ کو معمولی سمجھتے ہیں لیکن حضور ﷺ نے یہ وعید بیان کی۔

(۱) پہلا شخص: ان میں سے ایک آدمی حضور ﷺ نے یہ بتلایا کہ جو ٹخنے سے نیچے اپنا پائجامہ کو لٹکاتا رہتا ہے. اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ یہ بہت سخت گناہ ہے ٹخنے کے نیچے پائجامہ لٹکانے کی حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے کوئی امام اگر اس طرح پہنے تو اسکی امامت بھی مکروہ ہے ہم لوگ اسکو معمولی سمجھتے ہیں۔

(۲) دوسرا شخص: اور دوسرا وہ آدمی جو اپنا سامان جھوٹی قسمیں کھا کر سیل (SEL) کرے اور فروخت کرے جھوٹی قسم کھا کر اپنا بزنس (Business) کرتا ہے اسکے لئے بھی یہ چاروں وعیدیں ہیں۔

(۳) تیسرا شخص: اور تیسرا وہ آدمی جو لوگوں پر احسان کرکے جتلاوے. موقع بموقع اسے تکلیف دے کہ فلاں وقت تیرا کام کیا تھا فلاں وقت ایسا کیا تھا دوسرے لوگوں کو

---

[1] عن ابی ذرؓ عن النبی ﷺ قال ثلثة لا یکلمهم الله یوم القیمة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم قال فقرأها رسول ﷺ ثلاث مرات قال ابو ذرؓ خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب (مسلم شریف ج ۱ ص ۷۱ مشکوۃ رقم ۲۷۹۵)

کہے کہ فلاں کے ساتھ تو میں نے ایسا احسان کیا اب وہ بیچارہ منتظر ہے اور اسے تکلیف ہوتی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے میں نے لے لیا اور میرا کام ہو گیا لیکن یہ بار بار بولتا ہے اور بار بار مجھے لوگوں کے سامنے ذلیل کرتا ہے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى'' کہ تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو معلوم ہوا جو صدقہ دیا گیا اور دینے کے بعد اگر انسان احسان جتلاتا ہے اور تکلیف دیتا ہے تکلیف کا مطلب یہ کہ بار بار اسکو بولتا ہے (ٹارچر کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسا کر کے صدقہ ضائع مت کرو معلوم ہوا احسان جتلانے سے اور تکلیف پہنچانے سے کیا کرایا صدقہ بھی ضائع اور برباد ہو جاتا ہے اسکو ثواب نہیں ملتا تو دیکھو حضور ﷺ نے اسی تکبر کو دور کرنے کیلئے حکم دیا کہ اپنا پائجامہ ٹخنے سے اوپر کر لو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے نوجوانوں کو جب کہا جاتا ہے کہ بھائی! ذرا پائجامہ اوپر کرو تو نہیں کریں گے چونکہ انکو اپنی شان میں کمی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ معلوم ہوا دل میں بڑائی ہے وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہم بہت باعزت نظر آئیں اس طرح کے لباس سے، حضور ﷺ نے اسی تکبر اور بڑائی اور شیطانیت کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ اپنے پائجامہ کو ٹخنوں سے اوپر کرو اگر آدمی اسکی عادت ڈالیگا لوگ چاہے کچھ بھی کہیں تو اس میں تواضع کی شان پیدا ہوگی مختلف طریقوں سے حضور ﷺ نے امت کا تزکیہ کیا ہے۔ اس حدیث میں دوسری بات حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ یہ اونچے اونچے محل اور بالا خانے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں کہ ''اَطْعَمَ الطَّعَامَ'' کہ لوگوں کو کھانا کھلا دے۔ حضور ﷺ امت کے روحانی طبیب ہیں اس لئے اندر جو امراض اور روگ ہیں، آپ ﷺ اسکو دور کرنا چاہتے ہیں ابھی بتلایا کہ کبر کو دور کرنے کے لئے کتنی بہترین باتیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی۔

بخل ایک بہت بڑا روحانی مرض ہے:

اسی طرح انسان کی طبیعت میں ایک چیز ہوتی ہے بخل اور کنجوسی کی عادت بھی بہت خراب مرض ہے اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ کہ انسان کے اوپر اللہ تبارک وتعالی نے جو مالی عبادات فرض کی ہے وہ بھی ادا نہیں کرتا ہے اور جو بندوں کے حقوق ہے اسکی بھی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، بندوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا ہے کیوں کہ اسکے دل میں مال کی اتنی محبت آگئی کہ وہ مال کو خرچ کرنا ہی نہیں چاہتا تو حضور ﷺ رغبت دلا رہے ہیں کہ دیکھو تمہارا جو مال اللہ نے دیا ہے لوگوں کو کھلاؤ، انکی ضرورتیں پوری کرو، ان پر خرچ کرو تو یہ بخل اور کنجوسی کا جو مرض ہے وہ ختم ہوگا۔

بخل پر سخت وعید:

قرآن پاک میں بھی اور حدیث پاک میں بھی بخل پر بڑی وعیدیں آئی ہے، وہ بخل کہ جو انسان کو اللہ اور اسکے بندوں کے حقوق کو ادا کرنے سے روکتا ہے اس بخل پر قرآن پاک میں فرمایا گیا ”وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ثُمَّ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o“ (پ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۳۴) وہ لوگ جو سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے انکو آپ دردناک عذاب کی خبر سنادو یہ آیت جب اتری تو اس میں تو مطلق حکم ہے کہ سونا چاندی جمع کرنا جائز نہیں۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو جو جمع کرکے رکھیں گے اسکے لئے دردناک عذاب ہے۔ تو حضرات صحابہ کرامؓ بہت پریشان ہوگئے کہ ہر آدمی کچھ نہ کچھ ہفتہ، دو ہفتہ، مہینہ، چھ مہینہ، سال کے لئے گھر میں ذخیرہ کرکے رکھتا ہے۔ تو آیت میں تو ہے کہ جو جمع کرکے رکھے اور خرچ نہ کرے اسکے لئے

دردناک عذاب ہے تو سب پریشان ہوئے کہ اب تو کسی کے لئے مال جمع کرنے کی گنجائش ہی نہیں اللہ تعالیٰ ان حضرات صحابہ کرامؓ کو پوری امت کی طرف سے خوب جزائے خیر دے۔ کہ ہم جیسے کمزوروں کے لئے تو بڑی مصیبت ہو جاتی ایک ایک بات میں ہماری تو جان اٹکی ہوئی ہے تو صحابہ کرامؓ کو بھی کچھ پریشانی ہوئی وہ حضرات تو ایسے تھے کہ اسوقت انکو حکم دیا جاتا کہ کچھ جمع مت کرو تو اسکے لئے بھی تیار ہو جاتے اور ایسا ہی کرتے حضرات صحابہؓ کے پاس جو آتا تھا وہ خرچ کرنے کے لئے تیار ہوتے تھے بعض صحابہ کرامؓ بہت اونچے درجے کے متوکل تھے جیسے حضرت ابوذر غفاریؓ جن کی بار بار میں روایتیں سنا رہا ہوں۔ یہ انہیں صحابہ میں سے تھے جو مال جمع کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے انکا یہ مذہب تھا، انکا اپنا یہ مسلک تھا کہ ضرورت کے مطابق رکھا جائے اور ضرورت سے زیادہ سب خرچ کیا جائے یعنی زکوۃ وغیرہ ہو وہ تو الگ ہے لیکن جو مال اور ہے زکوۃ دینے کے بعد، صدقہ خیرات دینے کے بعد، جو کچھ بچے اپنے اور بال بچوں کی مختصر ضرورت کے لئے رکھکر خرچ کر دے۔ اسلئے حضرت ابوذر غفاریؓ جہاں جاتے تھے صاحب مال لوگوں کے خلاف تقریر کیا کرتے تھے تو جتنے غرباء فقراء ہوتے تھے ان کے ساتھ جمع ہو جاتے تھے انکو بڑا مزہ آتا تھا کہ چلو بھائی یہ انکے خلاف تقریر کر رہے ہیں تاکہ مال انکا نکلے اور ہماری ضرورتیں پوری ہوں حضرت معاویہؓ[1] حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں شام کے گورنر تھے وہاں بھی گئے۔

---

۱ حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۹۷ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا ”توکل علی اللہ“:

حضرت ابوذر غفاریؓ انکے ہاتھ میں ڈنڈا اور لکڑی ہوتی تھی جہاں جاتے تقریر کرتے تھے کہ مال نکالو، جمع مت کرو، وہاں بھی تقریر شروع کردی تو لوگ انکے اردگرد جمع ہوگئے۔ مالداروں کو نا گواری ہوئی کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے مال جمع کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ زکوۃ و صدقات واجب ادا کردے۔ پھر یہ خواہ مخواہ تقریر کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال حضرت معاویہؓ وہاں کے گورنر تھے انکو پتہ چلا کہ ابوذر غفاریؓ آئے ہوئے ہیں اور اس طرح یہاں تقریریں کررہے ہیں تو انہوں نے امتحان کے لئے کہ دیکھیں انکا اس پر عمل بھی ہے یا نہیں۔ یا صرف تقریریں ہی کرتے رہتے ہیں، ایک بڑی تھیلی دراہم و دنانیر سے بھر کر خادم کے ساتھ بھیجی کہ یہ حضرت ابوذرؓ کو دیدینا، اب وہ رات کے وقت گئے اور حضرت ابوذرؓ کو دیا کہ یہ دراہم و دنانیر حضرت معاویہؓ نے آپکو دئے ہیں، صبح ہوئی تو اس خادم کو حضرت معاویہؓ نے بلایا اور فرمایا کہ جاؤ! ابوذر غفاریؓ سے کہنا کہ حضرت معاویہؓ نے تو وہ دراہم و دینار مجھے کسی اور کو دینے کے لئے کہا تھا میں نے غلطی سے آپکو دیدیا اب وہ تھیلی واپس دیدو ورنہ حضرت معاویہؓ تو میری خیریت بگاڑ دیں گے۔ امتحان لینا تھا اسلئے یہ طریقہ اختیار کیا اب وہ خادم گیا اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ دیکھو وہ تھیلی دوسرے کو دینی تھی میں نے غلطی سے آپکو دیدی آپ جلدی سے واپس کردو ورنہ میری خیریت بگڑ جائیگی، مجھے سزا ملے گی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ معاویہ کو کہنا کہ وہ تو رات ہی میں میں نے تقسیم کردیا تھا ایک پائی بھی میرے پاس بچی نہیں ہے اب کچھ آئیگا تو دوں گا ورنہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ کو تو فقط امتحان لینا مقصود تھا جو کہتے ہیں تو اس پر تو عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرات صحابہؓ کا ذوق ایسا تھا کہ جو بات کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے ایسے ہی حضرت بلالؓ بھی اونچے درجہ کے توکل والے تھے بعض صحابہؓ کو حضور ﷺ نے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں دی حضرت بلالؓ کے یہاں حضور ﷺ تشریف لے گئے

تو دیکھا کہ کھجوروں کا ڈھیر رکھا ہوا ہے پوچھا اے بلال یہ کیا ہے؟[1] عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے لئے میں نے جمع کر کے رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''انفق یا بلال'' اے بلال جو ہے سب خرچ کر دو۔ ''ولا تخش من ذی العرش اقلالا'' اور عرش والے سے کمی کا ذرا خوف مت رکھو۔ تمہارا مقام یہ ہے تمہارے پاس مال نہیں ہونا چاہئے آج جو ہے خرچ کر دو کل کا اللہ مالک ہے یہ اونچے درجے کے حضرات کا حال تھا۔ بہر حال بخل ایسی صفت ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور حضور ﷺ نے کئی مختلف طریقوں سے ترغیب دی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے سوال کر کر کے ہمارے لئے آسانی کر دی:

تو میں بتا رہا تھا کہ صحابہ کرامؓ اجمعین نے ہمارے بہت سے مسائل کو حل کر دیا۔ حضور ﷺ نے حج کا اعلان کیا کہ تم پر حج فرض کر دیا گیا ایک صحابیؓ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سال کے لئے فرض ہے یا ہر سال کے لئے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا نہیں بس زندگی میں ایک ہی مرتبہ۔ انہوں نے یہ سوال کیا حضور ﷺ نے جواب دیا تو پوری امت کے لئے آسانی ہو گئی ورنہ ہر سال آپ ﷺ فرما دیتے تو کون ہر سال جا سکتا تھا؟ صحابہ کرامؓ نے سوال کر کے ہمارے لئے بڑی آسانی کر دی۔[3]

۱۔ [illegible] ص ۱۸۸ ج ۱ [illegible]

۲۔ عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ دخل علی بلال وعندہ صبرۃ من تمر فقال ما ہذا یا بلال؟ قال شیء ادخرتہ لغد فقال اما تخشی ان تری لہ غدا بخارا فی نار جہنم یوم القیامۃ انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا (مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۵)

۳۔ عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا قالوا یا رسول اللہ فی کل عام فسکت فقالوا یا رسول اللہ ﷺ فی کل عام قال لا ولو قلت [illegible]

حضرت عمرؓ کا حضور ﷺ سے سوال کرنا:

صحابہ کرامؓ پریشان تھے کہ مال جمع کرنے پر سخت دردناک عذاب کی وعید ہے تو اب کیا کریں گے؟ ہر ایک آدمی کچھ نہ کچھ تو رکھتا ہی ہے حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں تمہاری مشکل آسان کر دیتا ہوں، حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ قرآن پاک کی آیت اتری ہے اور مال جمع کرنے کا حکم نہیں ہے جو جمع کریگا اسکے لئے دردناک عذاب ہے آپ ﷺ کے صحابہؓ اس آیت کے اترنے سے بہت پریشان ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ وعید ان لوگوں کے بارے میں ہے جو سونا، چاندی، مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسکی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اگر وہ زکوٰۃ دیدیں اور بقیہ مال جمع کر کے رکھیں اسکے لئے یہ وعید نہیں ہے حضرت عمرؓ[1] نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ تمہارے لئے آسانی ہوگئی اور وہ آسانی ہم سب کے لئے بھی ہوگئی کہ زکوٰۃ، صدقہ جو ضروری ہیں انکو ادا کرنے کے بعد مال جمع کرنے کی گنجائش ہے[2]

(ما قبل سے تعلق کا حاشیہ) ..... نعم لو جبت فانزل الله تعالی یا ایها الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم. (ترمذی ج ۲ ص ۱۲۹)

[1] حضرت عمرؓ کے حالات صفحہ ۶۹ پر ملاحظہ ہو۔

[2] عن ابن عباسؓ قال لما نزلت هذه الآیة والذین یکنزون الذهب والفضة قال کبر ذلک علی المسلمین فقال عمر انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی الله انه کبر علی اصحابک هذه الآیة فقال رسول الله ﷺ ان الله لم یفرض الزکوة الا لیطیب مابقی من اموالکم وانما فرض المواریث لتکون لمن بعدکم قال فکبر عمر ثم قال له الا اخبرک بخیر ما یکنز المرء المرأة الصالحة اذا نظر الیها سرته واذا امرها اطاعته واذا غاب عنها حفظته (ابو داؤد باب حقوق المال ص ۲۳۵ مشکوٰۃ رقم ۱۷۸۱)

مال میں زکوۃ کے علاوہ دوسرے بھی حقوق ہے:

لیکن اسکے باوجود بھی جو مال ہمارے پاس ہے اسکے اندر بھی دوسرے حقوق ہیں۔ ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اور امت کے بہت سارے کام ہوتے ہیں اس میں بھی زکوۃ کے علاوہ رقمیں خرچ کرنے کا انسان کو مزاج بنانا چاہیے۔ یہ حدیث اسی قبیل کی ہے" لِمَنْ اَطْعَمَ الطَّعَام "کہ جنت میں جو بالا خانے ہیں وہ اللہ نے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں یعنی انکی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ ہر ایک کو تو زکوۃ سے نہیں کھلا سکتے ماں باپ اگر ضعیف ہیں تو کیا انکو زکوۃ کھلائیں گے؟ اولاد کو زکوۃ کھلائیں گے؟ اصول وفروع یعنی دادا، پردادا، دادی، پردادی، نانا، نانی ان سبکو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ زکوۃ تو اپنی جگہ ہے ہی، صدقہ فطر بھی واجب ہے، قربانی بھی واجب ہے۔ لیکن اسکے علاوہ بھی اپنے مال کے اندر اپنے والدین، اپنے اہل وعیال، اپنے رشتہ دار اور ضرورت مندوں کا حق اللہ تعالی نے رکھا ہے اس میں سے انکی ضرورتیں پوری کی جاوے۔ چنانچہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

مسکین کسے کہتے ہیں؟:

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں بیچارے جیسے میں نے کل بتلایا تھا کہ مسکین کی اصل تعریف یہ ہے کہ اسکے پاس کچھ نہ ہو اور کسی سے مانگے بھی نہیں اور نہ اپنے چہرے سے لوگوں کے سامنے اپنے فقر وفاقہ کو ظاہر کرے، ایسے لوگ بہت سارے ہوتے ہیں بعض لوگ مانگتے پھرتے ہیں وہ حقیقی مسکین نہیں ہیں تو انکی ضرورت کو پورا کرنا اسکی بڑی فضیلت ہے۔

ضرورت مندوں کی مدد اللہ کی رضا کا سبب:

حدیث شریف[1] میں ہے کہ حشر کے میدان میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ "اے میرے بندے! میں دنیا میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟" تو بندہ عرض کریگا یا اللہ! تجھے کیا بھوک کی ضرورت؟ تو تو بے نیاز ہے، تو تو ان سب چیزوں سے پاک ہے "سبحان اللہ" انسانی ضرورتیں مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسکے جواب میں فرمائیں گے کہ دنیا میں میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اسکو اگر تو کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے فقر و فاقہ کو دور کرنے میں اپنی رضا مندی کو بتلایا کہ میری خوشی اور رضا مندی اس غریب کی ضرورت کو پورا کرنے میں تھی. پھر اللہ بعض بندوں سے کہیں گے کہ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پلایا نہیں؟ تو بندے کہیں گے یا اللہ! تو پیاسا ہو سکتا ہے؟ تجھے پانی پینے اور کسی چیز کے پینے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فلاں جگہ میرا فلاں بندہ پیاس سے تڑپ رہا تھا اسکو ضرورت تھی، فلاں گاؤں میں پانی کی ضرورت تھی، پانی کا قحط تھا اگر تو انکو پانی پلاتا تو مجھے انکے پاس پاتا مطلب یہ ہے کہ اللہ تو ہر جگہ ہے لیکن میری خوشی اور میری رضا مندی انہیں کے پاس پاتا پھر

---

[1] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالی یقول یوم القیمۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یا رب کیف اعودک وانت رب العلمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ، یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب العلمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو جدت ذلک عندی، یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک وانت رب العلمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لو سقیتہ وجدت ذلک عندی رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۱۳۴ مشکوۃ رقم الحدیث ۱۵۲۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ میں دنیا میں بیمار ہو گیا تھا تم میری بیمار پرسی اور مزاج پرسی کے لئے آئے نہیں؟ تو بندے کہیں گے یا اللہ! تو کہاں سے بیمار ہو سکتا ہے؟ تو تو سبکو شفاء دینے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تم نے اسکی خبر گیری نہیں کی۔ اسکا مزاج نہیں پوچھا۔ اگر تم اسکی بیمار پرسی کرتے تو مجھے اسی کے پاس پاتے۔ تو بندے رسول اللہ ﷺ نے اسکے یہ فضائل بتلائے ہیں تو انسان جب اپنے دل کو بنائے لگا زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ یہ سب تو اپنی جگہ واجب ہے اسکے علاوہ بھی مال کا کچھ حصہ ضرورت مندوں کی ضرورتوں میں خرچ کریگا تو یہ بخل اور کنجوسی کی صفت دور ہوگی ورنہ تو یہ بڑھتی ہی رہیگی۔ شیخ سعدیؒ[1] نے ایسے لوگوں کے متعلق انہیں حدیثوں کی روشنی میں فرمایا۔

بخیل جنت میں نہیں جائیگا:

"بخیل بود اگر زاہد بحر وبر بہشتی نہ باشد بحکم خبر" (کریما)

کہ بخیل آدمی اگر دریا اور خشکی کا سب سے بڑا عبادت گذار ہے، عبادت میں کوئی کمی نہیں ہے، بہت بڑا عبادت گذار ہے لیکن اس میں ایک بیماری ہے بخل کی، کنجوسی کی اسکی بنا پر وہ بندوں کے حق ادا نہیں کرتا ہے تو فرمایا کہ حدیث کے حکم کے مطابق ایسا شخص جنتی نہیں ہے یعنی اپنے بخل کی سزا کے لئے جہنم میں جانا پڑیگا پھر برسوں کے بعد اسے جنت ملیگی۔ تو انسان عبادت گذار بھی ہو اور بخیل بھی ہو تو عبادت اپنی جگہ ہے لیکن بخل کی وجہ سے اسے چند دن جہنم میں جانا پڑیگا تو حضور ﷺ نے مختلف طریقوں سے اللہ کے راستوں میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ بہرحال اس حدیث کے اندر یہ دو جز ہیں۔ ان آیت کے متعلق

---

[1] علامہ شیخ سعدیؒ کے حالات ج۱ ص ۳۳ پر ملاحظہ ہو۔

انشاء اللہ پھر کبھی بات عرض کی جائیگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی

یا یھا الذین آمنوا

صلوا علیہ وسلموا تسلیما

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۵ رمضان المبارک کو شب جمعہ میں

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

فضائلِ یوم جمعہ

الحمد لأهله والصلوة على أهلها امابعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورة جمعه آيت ٢ ب ٢٨)

وقال الله تعالى في شان حبيبه ان الله وملئكته يصلون على النبي يا يها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى ال سيدنا ومولانا محمد وصحبه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا.

وعن ابى مالك الاشعرى ؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في الجنة غرفا يُرى ظاهرها من باطنها أعد الله لمن الأن الكلام واطعم الطعام وتابع الصيام وصلى بالليل والناس نيام أو كما قال صلى الله عليه وسلم. (كنز العمال ج ١٥ ص ٣٦٥ ايضا ترمذى ج ٢ ص ٧٩. مثل الحديث مشكوة رقم ١٢٣٢)

بزرگان محترم! یہ سورۂ جمعہ کی ابتدائی آیتیں ہیں پہلی آیت کا ترجمہ ہے کہ (اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ اللہ جو بادشاہ ہے پاکیزہ ہے زبردست حکمت والا ہے۔

ھو الذی بعث :

وہ اللہ کہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول اور پیغمبر جو ان کے سامنے قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کو پاک صاف کرتے ہیں اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے بڑی کھلم کھلی گمراہی میں تھے۔

بعثت نبی ﷺ کے تین مقاصد:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے تین مقاصد اس آیت کے اندر بتلائے گئے ایک تو رسول اللہ ﷺ امت کے سامنے تلاوت کرتے ہیں (تزکیہ کرتے ہیں) تزکیہ کا مطلب اس سے پہلے دو مجلسوں میں بتلایا جا چکا ہے کہ ظاہری طور پہ جو ناپاکیاں اور گندگیاں ہیں حضور ﷺ نے امت کو انکی تعلیم دی کہ اپنے آپ کو بدن کو کپڑوں کو ان سب چیزوں سے پاک صاف رکھا جائے اور انسان کے باطن میں دل میں جو امراض بیماریاں اور روگ ہوتے ہیں ان کو بھی آپ نے دور فرمایا تو ایک روایت اس سلسلہ کی پیش کی تھی حضرت علیؓ[1] اور ابو مالک اشعریؓ کی، کہ حضور نے امت کو یہ رغبت دلائی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں بالا خانے بڑے اونچے محل رکھے ہیں[2] جن کی خوبی یہ ہے کہ اندر کی چیزیں باہر سے دیکھنے والوں کو نظر آئیگی باہر والا اندر کی چیزوں کو دیکھ سکے گا صاف

---

[1] حضرت علیؓ کے حالات جلد اص ۸۹ پر ملاحظہ ہو۔

[2] عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ لغرفا یری ظھورھا من بطونھا وبطونھا من ظھورھا فقام الیہ اعرابی فقال لمن ھی یا نبی اللہ قال ھی لمن اطاب الکلام واطعم الطعام وادام الصیام وصلی للہ باللیل والناس نیام (ترمذی شریف ج ص ۹۷)

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ غرفا یری ظاھرھا من باطنھا وباطنھا من ظاھرھا اعدھا اللہ لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام (مشکوۃ شریف ص ۱۰۹)

شفاف ہوں گے تو یہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے جو نرم کلامی سے پیش آتے ہیں میں نے اس سے پہلے بتایا کہ سب سے بری چیز انسان کے دل میں وہ تکبر اور بڑائی ہوتی ہے اگر انسان میں تواضع اور عاجزی ہوگی تو اس کا کلام بھی نرم ہوگا دوسروں سے پیش آئیگا تو نرمی سے پیش آئیگا۔

بخل کی مذمت:

عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال السخی قریب من الله قریب من الجنة قریب من الناس بعید من النار۔ والبخیل بعید من الله بعید من الجنة بعید من الناس قریب من النار[1]

دوسری چیز انسان کی طبیعت میں بخل اور کنجوسی یہ بھی بہت بڑا مرض ہے کل اس سلسلے میں گفتگو جاری تھی مال کی محبت انسان کو بخل میں مبتلا کر دیتی ہے اس سے حضور ﷺ نے اس بخل والی بری صفت کو دور کرنے کے لئے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی ترغیب دی اس روایت میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بالا خانے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں جو اللہ کے بندوں کو کھلاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو بھی ضرورت ہو ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں اپنا مال خرچ کرے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بالا خانے رکھے ہیں بخل بہت بری صفت ہے حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا ہے اور بندوں کے حقوق کو بھی ضائع کرتا ہے اس لئے ایک حدیث میں فرمایا۔ السخی قریب من الله قریب من الجنة قریب من الناس بعید من النار۔ (جو آدمی اللہ کے راستے میں سخاوت

---

[1] ترمذی شریف جلد ثانی ص ۱۷ مشکوٰۃ رقم ۱۸۶۹)

کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بھی قریب ہوتا ہے جنت سے بھی قریب ہوتا ہے، لوگوں سے بھی قریب ہوتا ہے) لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے اس کی چاہت ہوتی ہے (اور جہنم سے بہت دور ہوتا ہے) اسکے برعکس جو بخیل ہے اس کے لئے وعید فرماتے ہیں والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار (بخیل آدمی اللہ سے دور ہے جنت سے بھی دور ہے لوگوں سے بھی دور ہے اور جہنم سے بالکل قریب ہے) ایک حدیث میں فرمایا: ''بخل'' اور ''سخا'' یہ دو چیزیں بندوں کی صفات میں سے ہیں. کچھ بندے بخیل ہوتے ہیں کچھ سخی ہوتے ہیں تو ''سخا'' حشر کے میدان میں جنت کے اندر سے ایک ٹہنی نکلے گی گردن کی طرح. اور جو لوگ اللہ کے راستے میں سخاوت کرتے تھے، خرچ کرتے تھے ان کی گردنوں کو پکڑ پکڑ کر جنت کے اندر وہ لیکر جائے گی اور بخل بھی ایک ٹہنی کی طرح جہنم سے نکلے گی. اور بخیلوں کی گردن پکڑ کر ان کو جہنم میں ڈال دیگی. یہ بات اور ہے کہ اس بخل کی وجہ سے ایک مدت تک ان کو جہنم میں جلنا پڑیگا[1] اور پھر جنت کے اندر اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے انہیں داخل کریگا لیکن اس صفت بخل کی وجہ سے کتنے دن جہنم میں جلنا پڑیگا وہ بھی انسان بتلا نہیں سکتا. ہزاروں برس جل سکتا ہے تو منشا عرض کرنے کا یہ ہے کہ حضور ﷺ طبیب روحانی تھے روحانی بیماریوں کے علاج آپ نے بتلائے ہیں پہلی چیز کہ نرم کلامی سے پیش آنا یہ تواضع کی علامت ہے گویا اللہ کے رسول ﷺ تعلیم دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جب گفتگو کرو تو بلا وجہ ان کو جھڑکنا ڈانٹ ڈپٹ کرنا سخت

---

[1] وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سخیا اخذ بغصن منہا فلم یترکہ الغصن حتیٰ یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحا اخذ بغصن منہا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار رواہ البیہقی فی الشعب الایما (مشکوٰۃ ص ۱۶۷، رقم ۱۸۸۶)

کا ذکر کرنا یہ تواضع کی علامت نہیں ہے بلکہ کبر اور تکبر کی علامت ہے۔

بخل کا علاج :

اسی طرح مال اللہ نے دیا ہے تو انسان کا بخل جیسے دور ہوگا کہ زکوٰۃ ادا کرے، صدقہ فطر ادا کرے، قربانی کرے، اسی طرح اپنے اوپر جو حقوق ہے۔ ماں باپ کے بال بچوں کے مساکین کے ضرورت مندوں کے وہاں پر خرچ کریں تو انسان کی طبیعت میں مال کی محبت کم ہوگی اور بخل اس کا دور ہوگا۔ انسان جو کچھ خرچ کرتا ہے حقیقت میں وہی اللہ تعالیٰ کے یہاں باقی رہتا ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے گھر پر بکری ذبح کی گئی۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو پوچھا گوشت کتنا باقی رہا؟ جب بکری ذبح کی گئی تو اس کا کافی گوشت تقسیم کر دیا گیا تھا تو ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ فقط ایک ران باقی رہی ہے باقی سب کچھ ختم ہو چکا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو تم سمجھ رہے ہو کہ وہ ختم ہو چکا ہے وہ حقیقت میں اللہ کے یہاں باقی رہ گیا ہے۔ اب جو تم کھاؤ گے وہ ختم ہو جائے گا، یہ ران جو باقی ہے وہ باقی نہیں وہ ختم ہونے والی ہے، اور جو دے چکے ہو وہ اللہ کے یہاں بینک میں جمع ہو گیا وہ اصل میں باقی ہے۔[1]

حضور ﷺ کی سخاوت :

اس لئے اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے کیوں تو آپ ﷺ

---

[1] وعن عائشة أنهم ذبحوا شاة فقال النبي ﷺ ما بقي منها؟ قالت ما بقي منها الا كتفها، قال بقي كلها غير كتفها (رواه الترمذي وصححه، مشكوٰة ص ۱۶۹)

[2] عن ابن عباسؓ قال كان رسول الله ﷺ اجود الناس بالخير وكان اجود ما يكون في شهر رمضان ان جبرئيل عليه السلام كان يلقاه في كل سنة في رمضان حتى ينسلخ ... بقیہ اگلے صفحہ پر

سخی تھے ہی لیکن رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی آپ ﷺ یہ بھی گوارہ نہیں کرتے تھے کہ میرے گھر سے کوئی سائل خالی جائے، مشکوٰۃ شریف کے اندر حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے ان کے یہاں کسی نے گوشت ہدیہ بھیجا تو حضور ﷺ کو گوشت محبوب و پسندیدہ تھا حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ کے لئے رکھ دیا کہ آپ ﷺ تشریف لائینگے تو میں ان کو پیش کروں گی کوئی سائل آیا تو حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ اللہ تمہیں برکت دے یعنی کچھ نہیں ہے جب حضور ﷺ تشریف لائے پوچھا کچھ کھانے کے لئے ہے تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا جی ہاں گوشت آپکے لئے رکھا ہے خادمہ کو کہا طاق میں سے گوشت نکال کر لاؤ اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کرو، وہ جب گئی تو وہاں دیکھا کہ گوشت سفید پتھر بن چکا ہے، سفید پتھر کی شکل میں بدل گیا تھا حضور ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے کیا کوئی سائل آیا تھا اور تم نے انکار کردیا؟ کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ! ایک سائل آیا تھا ہم نے دعاء دے کر روانہ کردیا ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ ہی کو یہ پیش کریں گے، حضور ﷺ نے فرمایا جب نبی کے گھر سے کوئی سائل واپس جائے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اس لئے دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس گوشت کو بھی پتھر بنا

(بقیہ صفحہ کا حاشیہ)...... فیعرض علیہ السلام القرآن فاذا لقیہ جبرئیل کان رسول اللہ ﷺ اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۳ ۔ بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۲ ، مشکوٰۃ رقم ۲۰۹۸)

ا حضرت ام سلمہؓ: آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ ابن مغیرہ ابن عبداللہ ابن عمر ابن مخزوم ابن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی سے نکاح کیا آپ ﷺ سے پہلے ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے نکاح میں تھی اور اس شوہر سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی عمر و زینب پیدا ہوئے تھے، یہ دونوں حضور ﷺ کے ربیب تھے اور یہ عمر جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے حضرت علیؓ نے انکو بحرین کا والی بھی بنایا اور مدینہ میں انکی اولاد کا سلسلہ بھی باقی رہا حضرت ام سلمہؓ نے ۶۲ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں اور یہ حضور ﷺ کی بیویوں میں سب سے آخر میں وفات پانے والی ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت میمونہؓ کی وفات سب سے اخیر میں ہوئی۔

دیا[1] تو عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خود بھی ان اخلاق پر عمل کیا، ویسے آپ تو اخلاق کا مکمل نمونہ تھے تواضع، انکساری، نرم کلامی اسی طرح لوگوں کو کھلانا، خرچ کرنا حضور ﷺ کے اندر مکمل طور پر موجود تھا۔

حرص بھی ایک قلبی روگ ہے:

اسی طرح انسان کی طبیعت کے اندر ایک اور برا وصف ہوتا ہے حرص اور لالچ، دل میں ہمیشہ حرص اور لالچ ہو بس یہی حرص اور لالچ انسان کو حسد میں بھی مبتلا کرتی ہے۔ جب مال کی حرص اور لالچ ہوتی ہے، عہدہ اور منصب کی لالچ ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لالچ فقط مال ہی کی ہو آج کل کرسیوں کی، عہدہ اور منصب کی لالچ میں لوگ کتنے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب حرص اور لالچ ہوگی مال کی، کسی عہدہ کی، منصب کی، تو آدمی کے اندر حسد پیدا ہوگا کہ جن لوگوں کو اللہ نے مال دیا، عہدہ دیا، منصب دیا، اور ہمارے پاس نہیں ہے تو انسان حسد کریگا پھر اس کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے ناجائز طریقے بھی اختیار کریگا۔

حرص کو دور کرنے کا نبوی طریقہ:

تو حضور ﷺ نے اس حرص، طمع اور لالچ کو انسان کی طبیعت سے دور کرنے کے لئے روزہ کا حکم دیا، انسان کا جی چاہتا ہے کہ میں کھاؤں، پیوں، اپنی شہوات کو پوری کروں لیکن جب روزہ رکھ لیتا ہے تو

---

[1] وعن مولی لعثمان قال اهدی لام سلمة بضعة من لحم وكان النبی ﷺ يعجبه اللحم فقالت للخادم ضعه فی البيت لعل النبی ﷺ ياكله فوضعته فی كوة البيت وجاء سائل فقام على الباب فقال تصدقوا بارک الله فيكم فقالوا بارک الله فيک فذهب السائل فدخل النبی ﷺ فقال يا ام سلمة هل عندكم شئی اطعمه فقالت نعم قالت للخادم اذهبی فاتی رسول ﷺ بذلک اللحم فذهبت فلم تجد فی الكوة الا قطعة مروة فقال النبی ﷺ فان ذلک اللحم عاد مروة لما لم تعطوه السائل. رواه البيهقی فی دلائل النبوة (مشكوة شريف ص ۱٦٢)

اپنے نفس کو کھانے پینے اور شہوات کی چیزوں سے بچاتا ہے تو گویا حضور ﷺ نے جو روزے کا حکم دیا قرآن وحدیث میں جو روزہ کا حکم دیا گیا اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کی طبیعت سے حرص اور لالچ کا مادہ ختم ہو جائے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے پینے کی چیزیں موجود ہیں جی چاہ رہا ہے لالچ تو ہو رہی ہے لیکن کنٹرول رکھا گیا کہ نہیں ابھی شام تک رکے رہو تو اس طرح روزہ رکھنے سے آہستہ آہستہ انسان کی لالچ بھی ختم ہوتی ہے اس حدیث میں تیسرا جزو حضور ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا وتابع الصیام یہ جنت میں بلند بالاخانے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں جو پے بہ پے روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں رمضان کے روزے تو فرض ہے ہی اس کے علاوہ شوال کے محرم کے ذی الحجہ کے ہر مہینے کے روزوں کی بھی حضور ﷺ نے بڑی ترغیب دی ہے خود حضور ﷺ کا عمل اس پر ایسا تھا کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں چھوٹتا تھا کہ حضور ﷺ روزہ سے نہ رہتے ہوں حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ حضور ﷺ کو اس طرح دیکھے کہ پورا مہینہ گذر گیا اور آپ نے روزہ نہیں رکھا وہ اس طرح دیکھ نہیں سکتا اور اگر کوئی یہ چاہے کہ پورا مہینہ حضور ﷺ کو روزہ کی حالت میں دیکھے ایسا بھی نہیں ہو سکتا سوائے رمضان کے[1] مطلب یہ ہے کہ ہر مہینے میں کچھ دن آپ ضرور روزہ رکھتے تھے اور کچھ دن روزہ نہیں رکھتے تھے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے کہ پورا سال ہی روزہ سے رہے حضرت داؤدؑ کے روزہ کا طریقہ یہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے حضور ﷺ نے اس طریقہ کو پسند فرمایا سب سے زیادہ پسندیدہ میرے نزدیک صوم داؤدی ہے[2] ایک دن روزہ ایک دن

---

[1] وعن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لعائشۃ اکان النبی ﷺ یصوم شھرا کلہ قالت ما علمتہ صام شھرا کلہ الا رمضان ولا افطرہ کلہ حتی یصوم منہ حتی مضی لسبیلہ ﷺ (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۶۳ مشکوۃ رقم ۲۰۳۵)

[2] وعن عمرو بن دینار قال قال سمعت عمرو بن اوس قال سمعت عبد اللہ بن عمرو یقول قال رسول ﷺ احب الصیام الی اللہ صیام داؤدؑ فانہ کان یصوم یوما وافطر یوما احب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد کان ینام نصف اللیل ویصلی ثلثہ وینام سدسہ (ابن ماجہ ص ۱۲۳)

کہ نبی رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ مختلف رہی ہے اور اس میں بھی امت کی سہولت پیش نظر رکھی آپ ﷺ نے اپنے عمل سے ایک چیز کو نہیں اپنایا آپ ﷺ نے ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا بھی اہتمام کیا ہے ایام بیض[1] کے روزے کہلاتے ہیں ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا روزہ جس کی بڑی فضیلت ہے ایک روزہ کا ثواب ۱۰ روزوں کے برابر ہوتا ہے تو فرمایا گیا تین روزے مہینے میں رکھ لے پورے مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا[2] ایک طریقہ یہ رہا بھی آپ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت:

ابھی رمضان ختم ہو جائے گا تو شوال کے چھ روزے جس کو سر پوشی روزہ کہتے ہیں شش روزہ فارسی میں کہتے ہیں اس کی بڑی فضیلت ہے فرمایا کہ چھ روزے جو شوال کے رکھ لے پورے سال کے روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا[3] اب اس کے دو طریقے ہیں یا تو عید کا دن چھوڑ کر دوسرے دن سے شروع کر دے مسلسل چھ دن تو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی اور اگر شوال کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے پہلے تک چھ روزے پورے کر لے تو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی ہفتہ میں ایک دو روزے رکھ لے دو تین ہفتہ میں پورے روزے ہو جائیں گے اس کا بھی اہتمام کریں اب عادت ہے روزوں کی تو یہ چھ روزے بھی ہم رکھنے کی کوشش کریں اور ذی

---

[1] عن موسیٰ بن ابی طلحۃ قال سمعت اباذر یقول قال رسول اللہ ﷺ یا اباذر اذا صمت من الشهر ثلثة ایام فصم ثلث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة ترمذی کتاب الصوم ج ۱ ص ۹۴

[2] عن ابی ذر قال قال النبی ﷺ من صام من کل شہر ثلثة ایام فذلک صیام الدهر فانزل اللہ تبارک وتعالی تصدیق ذلک فی کتابه من جاء بالحسنة فله عشر امثالها الیوم بعشرة ایام ترمذی شریف ج ۱ ص ۹۵

[3] عن ابی ایوب الانصاری انه حدثه ان رسول اللہ ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر مسلم شریف ج ۱ ص ۳۶۹ مسلم رقم ۲۰۲۳

قعدہ اس کے بعد آئیگا۔

عشرۂ ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت:

پھر ذی الحجہ آئیگا یکم ذی الحجہ سے آٹھ ذی الحجہ تک روزوں کی فضیلت الگ ہے اور ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت الگ ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک ذی الحجہ سے لیکر آٹھ دن تک کوئی آدمی روزہ رکھے ایک سال کے روزوں کے برابر ثواب ملیگا گویا آٹھ سال کے روزوں کا ثواب آٹھ روزوں میں ملتا ہے[1] اور ۹ ذی الحجہ کے روزہ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مجھے امید ہے کہ ۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ ایک سال آگے اور ایک سال پیچھے کے گناہوں کو یعنی صغیرہ گناہ (جو چھوٹے چھوٹے ہے) اس کو اللہ معاف کردیگا[2] اس روزہ کی بڑی فضیلت ہے۔

عاشورہ کا روزہ اور اسکی فضیلت:

اسکے بعد محرم آئیگا محرم کے روزے بھی حضور ﷺ سے ثابت ہے پہلے دن ہی بتلایا تھا ابتداء میں تو عاشورہ کا روزہ فرض تھا بعد میں پھر رمضان کے روزے فرض ہوگئے[3] اب اس کا

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال مامن ایام احب الی اللہ ان یتعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا صیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر (ترمذی شریف ج ا ص ۱۵۸)

[2] عن ابی قتادۃؓ ان النبی ﷺ قال صیام یوم عرفۃ انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی بعدہ والسنۃ التی قبلہ (ترمذی شریف ج ا ص ۱۵۷)

[3] فقال رسول اللہ ﷺ لقنھا بلالا فاذن بھا بلال وقال فی الصوم قال فان رسول اللہ ﷺ کان یصوم ثلثۃ ایام من کل شھر ویصوم یوم عاشوراء فانزل اللہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (مختصراً ابوداؤد ص ۷۵) بحن نماز کے احکام۔۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر

روزہ رکھنا سنت باقی رہ گیا ہے۔ ایک دن ۹ تاریخ کو بھی روزہ رکھے اور عاشورہ دس تاریخ کو بھی یا ۱۰ اور ۱۱ تاریخ کا روزہ رکھے اس کی بھی فضیلت ہے جو شخص عاشورہ کا روزہ رکھے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال کے گناہوں کو معاف فرما دیگا۔

روزوں کی ایک حکمت:

تو مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انسان کو جو روزوں کی تاکید فرمائی اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر جو حرص اور لالچ ہے جو ایک حیوانی صفت ہے انسانی صفت نہیں ہے اس حرص کو ختم کرنے کے لئے کثرت سے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کا روزے سے عشق:

حضرت معاذ بن جبلؓ کی موت کا وقت جب قریب آیا تو حضرت معاذؓ رونے لگے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ دنیا سے جب حضور ﷺ گئے اس وقت آپ سے تو خوش تھے تو رونے کی کیا وجہ؟ انہوں نے عرض کیا میں اس لئے نہیں رو رہا ہوں کہ موت آرہی ہے میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں اللہ کے لئے گرمیوں کے موسم میں جو بڑا دن ہوتا ہے سخت گرمی کا موسم ہوتا ہے وہ جو روزہ رکھتا تھا اب وہ روزہ رکھنا بند ہو جائیگا راتوں کو اللہ کے سامنے عبادات میں کھڑا رہتا تھا وہ سلسلہ موت آنے سے منقطع ہو جائیگا اس وجہ سے میں رو رہا

(اوّل تعالیٰ کو ماننے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے عاشورہ کے روزے فرض تھے رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے ... قال ای معاذ فان رسول اللہ ﷺ کان یصوم ثلثة ایام من کل شهر ویصوم یوم عاشوراء فانزل الله ان فرض علیکم الصیام والمراد بها صیام رمضان وعاشوراء وثلثة ایام من کل شهر کتب علیه ﷺ صیامها حین هاجر ثم نسخت بشهر رمضان انتهی (المجهود ج ۳ ص ...)

(حضرت معاذ بن جبلؓ کے حالات ... ص ... ملاحظہ ہو)

ہوں کہ وہ روزوں میں جو لطف آتا تھا گرمی کے موسم میں رکھنے کا وہ لطف ختم ہو جائیگا۔ بہر حال حضور ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ تو ایسے گذرے کہ انہوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ زندگی بھر روزے رکھے۔

تین صحابۂ کرامؓ کا واقعہ:

حدیث شریف کی کتابوں میں واقعہ ہے کہ تین صحابہ کرامؓ ازواج مطہرات کی خدمت میں پہنچے انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم ازواج مطہرات سے معلوم کریں کہ حضور ﷺ کی عبادت کس طرح ہوتی تھی وہ اسلئے: ذہن میں ایک خاکہ لے کر گئے تھے کہ حضور ﷺ تو رسول ہے نبی ہے اسلئے ہمیشہ نمازوں میں مشغول رہتے ہوں گے روزہ سے رہتے ہوں گے اور ازواج مطہرات سے بھی زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی، ان کے ذہن میں ایک خاکہ تھا تو چلو ہم حضور ﷺ کی بیویوں سے حضور ﷺ کی عبادت کا طریقہ معلوم کریں اور اس کے مطابق ہم بھی عمل کریں تین صحابہ حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ تینوں حضرات آئے حضور ﷺ کی بیوی سے غالبا حضرت عائشہؓ سے ہی پوچھا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نماز کے متعلق، عبادت کے متعلق آپ کا طریقہ کار یہ ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں آپ ﷺ سو بھی جاتے ہیں اور کچھ حصہ میں آپ ﷺ عبادت کرتے ہیں، اور کچھ حصہ میں اپنی ازواج کا حق ادا کرتے ہیں روزہ کے متعلق آپ ﷺ کا طرز یہ ہے کہ کبھی روزہ رکھتے ہیں اور کبھی نہیں رکھتے ہیں تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کی عبادت کو اپنے ذہن کے اعتبار سے کم سمجھا اور یہ تاویل کی کہ اللہ کے رسول ﷺ تو معصوم ہے بخشے بخشائے ہیں ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ ﷺ رات بھر نماز ہی پڑھتے ہوں گے ہمیشہ روزہ ہی رکھتے ہوں گے لیکن آپ تو معصوم ہے اسلئے آپ کو اتنی زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں اسلئے انہوں نے سوچا کہ ہم تو نبی نہیں ہے،

کر چکے تھے کہ زندگی بھر روزہ رکھیں گے کبھی افطار نہیں کریں گے. ہمیں تو رمضان کے روزے بھی بڑے گراں معلوم ہوتے ہیں. لیکن بہر حال ہمت کی ضرورت ہے سال بھر میں کم سے کم ایک دو روزے تو رکھنے ہی چاہئے پیر جمعرات کا رکھ لے کبھی ایام بیض کا رکھ لے تو اس کی بڑی فضیلت ہے اور انسان کو ملکوتی صفت اور بڑی نورانیت حاصل ہوتی ہے. فرشتوں کی صفات حاصل ہوتی ہے یہ تین چیزیں ہوگئیں اس حدیث میں عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تزکیہ فرما رہے ہیں ہر چیز کا علاج کر رہے ہیں تکبر کا بھی علاج کیا، حرص و لالچ کا بھی علاج کیا اسی طرح انسان کے اندر سستی، کاہلی ہوتی ہے اس سے وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے آگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تہجد کی نماز کی فضیلت:

او نچے محل ان لوگوں کے لئے ہیں صلی باللیل والناس نیام (جو رات کو نماز کا اہتمام کرے اس حال میں کہ لوگ سوئے ہوئے ہو) رات کے کسی بھی حصہ میں اللہ کے لئے اٹھنا، بیدار ہونا حالانکہ سب لوگ سوتے پڑے ہیں یہ ادا بھی اللہ کو بہت پسند ہے جس کو ہم تہجد کی نماز کہتے ہیں. تہجد کا لفظ تو قرآن میں بھی آیا ہے. وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹) کہ آپ رات میں اٹھ کر اللہ کی عبادت کیجئے جو مزید ایک اور فریضہ ہے پہلے بتلایا گیا تہجد کی نماز پہلے فرض تھی۔

تہجد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پر رات کا قیام یعنی رات کی عبادت فرض رہی ہے ایک سال تک پوری رات کا

تو حضور ﷺ پر بھی صحابہ پر بھی فرض رہا۔ بعد میں سورۂ مزمل کی کچھ آیات اتریں جس سے یہ حکم منسوخ ہو گیا[1]۔ بعض علماء کہتے ہیں امت کے لیے تو فرض نہیں رہی لیکن حضور ﷺ کے اوپر آخر تک فرض رہی لیکن بہت سے علماء کہتے ہیں حضور ﷺ پر تہجد کی نماز فرض نہ رہی۔ اس کی فرضیت ختم ہو گئی لیکن سنت ہونا سب کے لئے رہا۔ بہرحال حضور ﷺ اور حضرات صحابہؓ کا معمول یہ تھا کہ رات کے آخری تیسرے حصہ میں تہجد کے لئے بیدار ہوا کرتے تھے کچھ صحابہ کرام ایسے تھے جو رات کے اول حصہ میں نماز پڑھ کر سو جاتے تھے آخری حصہ میں بیدار نہیں ہوتے تھے یعنی یہ دونوں جماعتیں تھیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں افضل طریقہ یہ ہے کہ کچھ حصہ میں سو جائے پھر اٹھ کر بیدار ہو کر تہجد کو ختم کرے لیکن ہر آدمی میں اس کی طاقت نہیں ہے اگر وہ اٹھ نہیں سکتا ہے تو مشکل ہے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ عشاء کے بعد ہی سونے سے پہلے چار رکعت ہی تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے۔ چار رکعت، آٹھ رکعت۔ حضور اکرم ﷺ سے آٹھ زیادہ تر بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کی رمضان و غیر رمضان میں تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہوا کرتی تھی[2] لیکن اس سے کم بھی ثابت ہے کہ کبھی حضور ﷺ نے چار رکعت پڑھی ہے اور تین وتر

---

[1] عن قتادة ... فقلت ... عن قيام رسول الله ﷺ فقالت (عائشة) ألست تقرأ يا أيها المزمل قلت بلى قالت فإن الله عز وجل افترض قيام الليل في أول هذه السورة فقام النبي ﷺ وأصحابه حولا وأمسك الله خاتمتها اثني عشر شهرا في السماء حتى أنزل الله في آخر هذه السورة التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة (صحيح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶)

[2] عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه أخبره أنه سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان فقالت ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا قالت عائشة فقلت يا رسول الله ﷺ أتنام قبل أن توتر فقال يا عائشة إن عيني تنامان ولا ينام قلبي (بخاري ج ۱ ص ۱۵۴)

ایسے سات رکعت بھی حضور ﷺ نے ۴ رکعت پڑھی ہے اور تین وتر ایسے ۹ رکعت ہو گئیں اور اکثر آپ ﷺ گیارہ رکعت پڑھتے تھے آٹھ رکعت تہجد کی اور تین رکعت وتر کی بہرحال کم سے کم وجہ یہ ہے کہ دو چار رکعت بھی ضرور انسان پڑھ لیا کرے تہجد کے بڑے فضائل حدیثوں کے اندر وارد ہوئے ہیں جتنے بھی اولیاء کرام گزرے ہیں کوئی بھی ولی ولایت کے مقام تک نہیں پہنچا جب تک اس نے تہجد کا اہتمام نہیں کیا جناب رسول اللہ ﷺ بڑی شفقت سے اللہ رحمن امت کو یہ حکم فرماتے ہیں **علیکم بقیام اللیل** (اے لوگوں رات کے قیام کو اپنے اوپر لازم کرو) یہ فرض نہیں ہے لیکن حضور ﷺ فرماتے ہیں لازم کرلو اس کی پابندی کرو تہجد لازم ہے اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم کرلو **فانه داب الصالحین**[2] یہ حکم اس لیے ہو سکتا ہے امت یہ سوچے کہ رات بھر جاگنے سے کیا فائدہ ہوگا یہ تو بہت بھاری کام ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں تمہارے اوپر ہی یہ بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے بلکہ تم سے پہلے جو نیک لوگ گزرے ان کا بھی طریقہ رہا ہے جیسے روزوں کے بارے میں کہا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تاکہ امت اس کو آسان سمجھے کہ یہ ہمارے لئے ہی حکم نہیں ہے پہلے بھی لوگ رکھتے آئے ہیں اسی طرح حضور ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا کہ اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم کرلو یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا پہلے بھی لوگ کرتے آئے ہیں تو تمہارے لئے کوئی مشکل بات ہے تم بھی اس کو اختیار کرو۔

---

۱ عن عائشہ ... طحاوی شریف باب صلوٰۃ الوسطیٰ ص ۱۰۲

۲ عن بلال ان رسول اللہ ﷺ قال علیکم بقیام اللیل فانه داب الصالحین قبلکم وان قیام اللیل قربة الی الله ومنهاة عن الاثم وتکفیر للسیئات ومطردة للداء عن الجسد (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۵ مشکوٰۃ ص ۱۰۹)

ایسا TABLET ہے کہ جو گناہ ہوتے ہیں وہ بھی جھڑ جائیں گے آہستہ آہستہ اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی ہمت اور طاقت اور حوصلہ پیدا ہو جائے گا کتنی اہم باتیں اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائیں. حضرت مولانا محمد زکریا فرمایا کرتے تھے کہ آسان طریقہ ہے کہ صبح صادق سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ جایا کرو کوئی مشکل نہیں فجر کی نماز کے لئے تو اٹھنا ہی ہے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ جاؤ استنجاء وضوء سے فارغ ہو جاؤ اور تہجد کی نماز پڑھ لو دس بیس منٹ میں بھی آدمی آٹھ رکعت بارہ رکعت پڑھ سکتا ہے اور اگر یہ بھی مشکل معلوم ہو رہا ہے تو اتنا تو ضرور ہر آدمی کر سکتا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب آدمی گھر آجائے تو سونے سے پہلے چار رکعت آٹھ رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ کر سوئے یہ تو کسی کے لئے مشکل نہیں ہے اس پر ہر ایک آدمی عمل کر سکتا ہے اسلئے کوشش تو کرے کہ رات کے اخیری حصہ میں اٹھے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ تہجد کا اہتمام کیسے نصیب ہوگا۔

تہجد سے محرومی کے اسباب:

بعض چیزیں ایسی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ تہجد کا اہتمام کرے لیکن کچھ چیزیں انسان کو تہجد سے محروم کر دیتی ہے تہجد کے اہتمام کے لئے سب سے پہلے حدیث ہی میں علاج بتایا گیا کہ سب سے پہلے عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ اور مسامرہ یعنی رات میں بات چیت بند کر دو[1]

ہمارے معاشرہ کا ناسور:

آج ہمارے معاشرہ کا سب سے بڑا ناسور اور برائی یہی ہے کہ عام ماحول یہ ہو گیا ہے

---

[1] عن ابی برزۃ قال کان النبی ﷺ یکرہ النوم قبل العشاء والحدیث بعدھا (ترمذی ج ۱ ص ۴۲)

کہ رات کو عشاء کے بعد دیر تک لوگ جاگتے ہیں گھومتے پھرتے جاتے ہیں ایک ایک دودو
تین تین بجے سوتے ہیں ظاہر بات ہے کہ تین بجے کوئی سوئیگا تو فجر کے لئے نہیں اٹھیگا تو تہجد
کے لئے تو کہاں سے آنکھ کھلے گی عام ماحول یہ ہو گیا ہے. حالانکہ حدیث شریف میں عشاء
کے بعد گپ شپ کرنے پر سخت وعید آئی ہے لیکن آج کل لوگ
MONDAY, SUNDAY منانے دور دور تک بلکہ بمبئی تک جاتے ہیں وقت ان کا
فضول ضائع ہو رہا ہے. پیسے ان کے برباد ہو رہے ہیں اور مقصد ان کا صرف کھانا ہے کسی کو
اس کی پڑی نہیں ہے بہر حال ایک چیز: تو یہ ہے کہ جلدی سے سونے کا اہتمام کرے تو انشاء
اللہ تہجد مل جائے گی۔
دوسری چیز: کھانے میں کچھ کمی کرے اتنا نہ کھالیوے کہ ایسی نیند آوے کہ دھکے دے کر
اٹھانے تو بھی نہ اٹھے بہت بھوکا رہنا ہم لوگوں کے بس کی بات نہیں لیکن کم کھائے حضرت
حکیم الامت تھانوی فرماتے تھے پیٹ بھر کے کھاؤ لیکن جی بھر کے نہ کھاؤ یعنی کھانا کھا رہے
ہیں آپ کو اندازہ ہو گیا کہ پیٹ بھر گیا ہے لیکن نفس چاہتا ہے اور کھاؤں تو اس وقت بس کر دو
پیٹ بھر کے کھاؤ لیکن جی بھر کے مت کھاؤ. تو تھوڑا کم کھائیں گے نیند کم لگے گی کم کھانے میں
پانی بھی کم پیئے گا اتنی نیند کم آئیگی اور جتنا پانی زیادہ پیتا ہے اتنی نیند بھی آتی ہے۔
تیسری چیز: بہت زیادہ نرم نازک بستر استعمال نہ کرے اب اس کو تو کون چھوڑ سکتا ہے اس
زمانہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ٹاٹ تھی اکہرے بچھا کر اس پر سوتے تھے
ایک رات حضور ﷺ کی کسی بیوی نے اس کو دو پٹ کر دیا یا چار پٹ کر دیا نرم ہو گئی. صبح میں
آپ ﷺ نے فرمایا آج تم نے میرا بستر ذرا نرم کر دیا تھا تہجد میں اٹھنے میں مجھے گرانی ہو رہی

ا.۔ اتکا صلی ہے۔

تھی جیسا پہلے تھا اسی طرح کر دیا گیا۔ بہرحال آج ہمارا حال یہ ہے کہ پوری رات اے سی کی (A.C.) میں پڑے رہتے ہیں اب آنکھ کہاں سے کھلنے والی ہے۔ بہرحال اللہ نے نعمتیں دی ہیں استعمال کریں کوشش کریں دو چیز تو ہم کر سکتے ہیں (۱) جلدی سو جائیں (۲) تھوڑا پیٹ کھانے میں کمی کرنا اس کی وجہ سے ان شاء اللہ تہجد کا اہتمام نصیب ہوگا۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ ہم دن میں بھی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے خاص طور پر اپنی نظر اور زبان کی حفاظت کریگا تو تہجد کا اہتمام نصیب ہوگا اور اگر نظر و زبان کے گناہ میں مبتلا رہیگا تو اس سے تہجد بھی چھوٹ جاتی ہے تہجد سے آدمی محروم ہو جاتا ہے حضرت حسن بصریؒ[1] سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں تہجد میں اٹھنا چاہتا ہوں لیکن میں اٹھ ہی نہیں پاتا ہوں بہت کوشش کرتا ہوں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تم اپنے دن کے اعمال ٹھیک کرلو تو اللہ تمہیں رات کے اعمال ٹھیک کرنے کی توفیق دیگا دن میں تم برائیوں سے بچو تو رات اللہ عافیت کے ساتھ نیکیوں کے ساتھ گذار دیگا۔ بہرحال میرے بھائیو یہ رمضان کا مہینہ گذرا تراویح بھی ہم پڑھتے رہے روزے بھی رکھے، رات میں بھی تھوڑا تھوڑا تہجد کا اہتمام ہوتا رہا اب چند دن رہ گئے ہیں اس لئے ان راتوں کو خوب اللہ کی عبادت میں گذار دیں آج کی یہ شب جمعہ کی

(باقی صفحہ گزشتہ) حدثنا عبد الله بن میمون انا جعفر بن محمد عن ابیه قال سئلت عائشة ما کان فراش رسول الله ﷺ فی بیتک قالت من ادم حشوہ لیف وسئلت حفصة ما کان فراش رسول الله ﷺ فی بیتک قالت مسحا نثنیه ثنیتین فینام علیه فلما کان ذات لیلة قلت لو ثنیته اربع ثنیات کان اوطأ له فثنیناہ باربع ثنیات فلما اصبح قال ما فرشتمونی اللیلة قالت قلنا هو فراشک الا انا ثنیناہ باربع ثنیات قلنا هو اوطأ لک قال ردوہ لحالته الاولی فانه منعتنی وطاءته صلوتی اللیلة شمائل ترمذی ص ۲۲

[1] حضرت حسن بصریؒ کے حالات ص ۱۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہے جو میں نے آیتیں پڑھی ہے وہ بھی سورۂ جمعہ ہی کی ہے پوری سورۂ جمعہ کی تفسیر کا تو موقع نہیں اس کے لئے کئی دن چاہئے لیکن چند باتیں عرض کرتا ہوں، ایک تو ان آیتوں میں حضور ﷺ کا جو مقام مجھے بتلانا تھا کہ حضور ﷺ تلاوت بھی کرتے تھے اور امت کو گناہوں سے بچانے کے لئے آپ ﷺ نے جو نسخے بتلائے ہیں اس کی طرف توجہ دلائی۔

یوم جمعہ کی فضیلت:

اب یہ جمعہ کی شب ہے کل جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ کا دن سارے دنوں کا سردار ہے حدیث شریف میں ہے کہ یہودیوں نے سنیچر کو اپنی عبادت کے لے منتخب کرلیا عسائیوں نے اتوار کے دن کو منتخب کرلیا اور اس امت محمدیہ نے اللہ کی توفیق سے جمعہ کے دن کو منتخب کرلیا[1] جمعہ کا دن بڑا مبارک دن ہے زمانہ جاھلیت میں یعنی اسلام آنے سے ٥٦٠ سال پہلے اس جمعہ کے دن کو یوم عروبہ کہا جاتا تھا حضور ﷺ کے واداؤں میں ایک وادا گزرے ہیں کعب بن لوئی[2] یہ اس زمانہ میں بھی توحید پرست تھے انھوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی تو انہوں نے اس

---

[1] عن ابی هریرة وعن ربعی بن حراش عن حذیفة قالا قال رسول الله ﷺ اضل الله عن الجمعة من کان قبلنا فکان للیهود یوم السبت وکان للنصاری یوم الاحد فجاء الله بنا فهدانا الله لیوم الجمعة فجعل الجمعة والسبت والاحد وکذلک هم تبع لنا یوم القیمة نحن الاخرون من اهل الدنیا والاولون یوم القیمة المقضی لهم قبل الخلائق وفی روایة والمقضی بینهم۔

[2] کعب بن لؤی۔ وکان کعب عظیم القدر عند العرب فلهذا ارخوا بموته الی عام الفیل ثم ارخوا بالفیل فهی ایام الحج وخطبه مشهورة یخبر فیها بالنبی ﷺ (ابن لؤی) ولکعب ولم لؤی عاتکة ابنة یخلد بن النضر بن کنانة وهی اول العواتک اللاتی ولدن رسول الله ﷺ من قریش وله اخوان أحدهما تیم الادرم والادرم نقصان فی الذقن. قیل انه کان ناقص اللحی والآخر قیس ولم یبق منهم أحد وآخر من مات منهم فی زمن خالد بن عبدالله القسری. فبقی میراثه لا یدری من یستحقه. وقیل ان أمهم سلمی بنت عمرو وربیعة وهو یحیی بن حارثة الخزاعی. (الکامل فی التاریخ ج۱ ص۵۵ دارالکتب العلمیة بیروت)

یوم عروبہ کا نام بدل کر یوم الجمعہ رکھا[1] اور اس دن یہ لوگوں کو کعبۃ اللہ کے پاس جمع کرتے تھے اور ان کے سامنے خطبہ دیتے وعظ کرتے تب سے یعنی اسلام کے آنے سے ۵۶۰ سال پہلے اس کا نام یوم الجمعہ رکھا گیا بڑی فضیلت ہے حدیث شریف میں ہے جمعہ کا دن اتنا مبارک دن ہے کہ اسی دن حضرت آدم[2] کی پیدائش ہوئی ہے اسی دن حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی اسی دن حضرت آدمؑ کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن جنت سے ان کو دنیا میں بھی اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور جمعہ کے دن ایک ایسی قبولیت کی گھڑی ہے کہ انسان جو دعا کرتا ہے

---

[1] ولیوم الجمعۃ العروبۃ . وأول من نقل العروبۃ الی یوم الجمعۃ کعب بن لؤی . امثل المجھود ج ۶ ص ۴ طبع ندوۃ العلماء لکھنؤ)

[2] حضرت آدمؑ کے حالات: جس نئی مخلوق کو پیدا فرمانے اور زمین میں بااختیار خلیفہ بنانے کا اللہ نے ارادہ فرمایا تھا وہ حضرت آدمؑ اور انکی ذریت ہے حضرت آدمؑ فرشتوں سے افضل تھے کیونکہ انکو فرشتوں سے زیادہ علم دیا گیا تھا (انوار البیان ج ۱ ص ۶۸) آپ اور انکی بیوی سے جو خطا ہوئی اسکی وجہ سے انکو بہت زیادہ ندامت تھی اللہ کی طرف سے چند کلمات بتلائے گئے تا کہ ذریعہ توبہ کریں جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے انکی توبہ کو قبول فرمایا (انوار البیان ج ۱ ص ۷۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے جنات زمین پر آباد تھے ابوالعالیہ سے فرماتے ہیں کہ فرشتے بدھ کے دن پیدا ہوئے اور جنات کو جمعرات کے دن پیدا کیا گیا اور جمعہ کے دن حضرت آدمؑ پیدا ہوئے (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱ ص ۹۲) ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا حضرت آدمؑ نبی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نبی بھی اور رسول بھی بلکہ خدا نے ان سے آمنے سامنے بات چیت کی اور انہیں فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۰) محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اہل کتاب وغیرہ علماء سے بروایت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابلیس کی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد حضرت آدمؑ کا علم ظاہر کر کے پھر ان پر اونگھ ڈال دی گئی اور انکی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو پیدا کیا جب آنکھ کھول کر حضرت آدمؑ نے انہیں دیکھا تو اپنے خون اور گوشت کی وجہ سے دل میں انس و محبت پیدا ہوئی پھر پروردگار نے انہیں انکے نکاح میں دیا اور جنت میں رہائش کا حکم عطا فرمایا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد حضرت حواء پیدا کی گئی ابن عباس، ابن مسعود وغیرہ صحابہ سے مروی ہے کہ ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد حضرت آدمؑ کو جنت میں جگہ دی گئی الخ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں لیکن وہ گھڑی کونسی ہے اللہ نے اس کو چھپا کر رکھا ہے[1] جیسے شب
قدر کو چھپا کر رکھا خاص طور پر رمضان میں تلاش کرو آخری راتوں میں جاگنے کا اہتمام کرو تو
جو آخری راتوں میں جاگیں گے اس کو یہ رات مل جائیگی اسی طرح یہ گھڑی بھی چھپا کے رکھی
گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمعہ کی ساعتوں میں دعاؤں کا اہتمام کریں اس گھڑی کے
متعلق مختلف اقوال منقول ہیں لیکن دو قول راجح ہیں ایک اس وقت کہ امام جب خطبہ دیتا ہے
تو خطبے سے فارغ ہونے تک یہ قبولیت کی گھڑی ہے لیکن اس وقت یاد رہے کہ ہاتھ اٹھا کر
زبان سے دعا کرنے کی اجازت نہیں ہے دل ہی دل میں تو کر سکتے۔ تمنا تو دل تک سکتے ہیں
اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبولیت کی گھڑی جمعہ کی آخری گھڑی ہے غروب
سے کچھ پہلے حضور ﷺ کی بیٹی ہیں حضرت فاطمہ ہر جمعہ کو اپنی باندی کو سورج دیکھنے کے
لئے بھیجا کرتی تھی دیکھو سورج ڈوبنے کے قریب ہو جاوے تو مجھے اطلاع دیا کرو چنانچہ وہ
باندی جاتی اور جب سورج ڈوبنے کے قریب ہوتا تو حضرت فاطمہ کو آکر خبر دیتی اب تھوڑی
دیر باقی ہے سورج ڈوبنے میں اس وقت حضرت فاطمہ دعا میں مشغول ہو جاتی اور فرماتی کہ
یہ قبولیت کی گھڑی ہے[2]

جمعہ کے دن کے اعمال:

اس لئے ایک عمل تو جمعہ کی رات میں بھی اور یہ رمضان کے آخری جمعہ کی رات

---

[1] عن ابی ہریرة قال قال خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه ادخل الجنة وفیه
اهبط منها وفیه ساعة لا یوافقها عبد مسلم یصلی یسئل الله فیها شیئا الا اعطاه ایاه (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۰)

[2] وکانت فاطمة تراعی ذلک الوقت وتامر خادمها ان تنظر الی الشمس فتؤذنها بسقوطها فتاخذ
فی الدعاء والاستغفار الی ان تغرب وتخبر ان تلک الساعة هی المنتظرة وتنقل ذلک عن ابیها ﷺ کما
ذکر الدارقطنی فی العلل واخرجه البیهقی فی الشعب (فتح الملهم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۵)

ہے۔اس لیے اور زیادہ اس کی اہمیت ہے آج کی رات میں بھی خوب دعا کا اہتمام کرنا ہے۔کل جمعہ کے دن بھی ہمیں دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے۔ایک عمل دعاؤں کا اہتمام، دوسری چیز جمعہ کے اعمال میں دو سورتیں پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے آج کی رات میں سورۃ دخان مختصر سورت ہے۔۲۵ ویں پارہ میں ہے۔

سورۃ دخان کی فضیلت:

اس کی فضیلت حدیث میں فرمائی گئی کہ جو شخص جمعہ کی شب میں سورۂ دخان پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں[1]۔

سورۂ کہف کی فضیلت:

دوسری سورت سورۂ کہف ہے سورۂ کہف کی بھی بڑی فضیلت ہے قرآن پاک کی جو سورتیں اور آیتیں حضور ﷺ پر اتری ہیں ایک فقط سورۂ فاتحہ مکمل اتری ہے اور ایک سورۃ جو مکمل اتری وہ سورۂ کہف ہے۔ باقی جتنی سورتیں ہیں وہ ایک ساتھ نہیں اتری دو آیتیں ۵ آیتیں جیسا جیسا موقع رہا تھوڑی تھوڑی آیتیں اتری پوری مکمل ایک ساتھ نہیں اتری فقط سورۂ فاتحہ اتری اور سورۂ کہف اتری اور جب سورۂ کہف اتری اس کو لے کر ستر ہزار فرشتے زمین پر آئے تھے اتنی اس کی فضیلت ہے۔سورۂ کہف کی فضیلت میں مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، مسند احمد یہ سب کتابوں میں ابوالدرداءؓ راوی[2] ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا[3]۔اور

---

[1] عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من قرأ حٰم الدخان فی لیلۃ الجمعۃ غفر لہ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۷، مشکوٰۃ رقم ۲۱۵۴)

[2] [3] حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے دوسری روایت میں ہے کہ آخری دس آیتیں جو یاد کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا دوسری روایت میں ہے جو شخص سورۂ کہف کی شروع کی اور آخری آیتیں پڑھے تو اسکے قدم سے سر تک اس کے لئے اللہ تعالیٰ نور عطا فرماتے ہیں اور تیسری روایت ہے جو شخص سورۂ کہف پوری پڑھے تو اس کو اس کے قدم سے لیکر آسمان تک ایک نور عطا فرماتے ہیں جو میدان حشر کی تاریکیوں میں اس دن کام آئیگا ہمارے بعض اکابر اور اولیاء اللہ ہیں جب سے انہیں علم ہوا اور اسکی فضیلت ملی زندگی بھر سے آج تک کبھی سورۂ کہف پڑھنا ان کا چھوٹا نہیں آپ حضرات سے بھی درخواست ہے دوستوں بھائیوں سے بھی جمعہ کے دن خاص اس کا اہتمام کریں جمعہ کے دن صبح میں پڑھ لے عصر سے پہلے پڑھ لینا ہے بہتر وقت تو صبح کا ہی ہے نماز پڑھ لی جلدی سے سورۂ کہف پڑھ لی جاوے اور سورۂ دخان آج کی شب میں پڑھ لیا کرے ایک عمل تو جمعہ کے دن کا یہ ہے۔

(ابو الدرداء رضی اللہ عنہ) حضرت ابو درداء [illegible] جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں [illegible] حضور ﷺ سے [illegible] ایک مدت تک [illegible] تعلق رکھتے تھے [illegible] مسلمان ہوئے [illegible] آپ ﷺ نے [illegible] (اصحاب الصفہ) [illegible] آپ ﷺ کی وفات کے بعد [illegible] دمشق [illegible] حضرت عمرؓ [illegible] قاضی [illegible] دمشق [illegible] حدیث [illegible]۔

۲ عن ابی الدرداء ان النبی ﷺ قال من حفظ عشر آیات من اول سورة الکہف عصم من فتنة الدجال (مسلم ج ۱ ص ۲۷۰ ابو داؤد ج ص ۲۹۳ ترمذی ج ۲ ص ۱۱۰)

۱ وقد اخرج ابن مردویہ عن ابن عمر مرفوعا من قرأ سورة الکہف فی یوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه الی عنان السماء یضیء له الی یوم القیامة وغفر له ما بین الجمعتین (روح المعانی ج ۵ ص ۱۹۹)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم:

تیسری چیز جمعہ کے دن کثرت درود کا حکم حافظ ابن قیمؒ سے نقل کیا گیا ہے جمعہ کا دن یہ سارے دنوں کا سردار ہے اور حضور ﷺ سارے انبیاء کے سردار ہیں اس لئے اس سردار دن کے اندر حضور ﷺ پر یعنی سردار انبیاء پر کثرت سے درود بھیجو جتنا تم پڑھتے ہو عام دنوں میں اس سے زیادہ پڑھو۔[1]

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنا چاہیئے:

ہم روزانہ ایک تسبیح پڑھتے ہیں صبح شام کی سو مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ[2] فرماتے ہیں کہ کثرت پر عمل اس وقت ہوگا جب کہ آدمی کم سے کم آج کی رات میں اور کل کے دن میں ۳۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھ لے کیونکہ ۳ کا عدد کثیر کہلاتا ہے اور تین سے کم قلیل ہی ہوتا ہے

---

[1] فضائل اعمال فضائل درود ص ۲۴

[2] حضرت رشید احمد گنگوہی الشیخ الامام محدث رشید احمد بن ہدایت احمد بن پیر بخش بن غلام علی بن علی اکبر بن قاضی محمد اسلم انصاری رامپوری ثم گنگوہی آپ کی ولادت ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء بروز شنبہ کے دن گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی قرآن مجید کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر اپنے ماموں کے پاس کرنال چلے گئے وہاں ان سے فارسی کی کتابیں پڑھیں پھر مولوی محمد بخش رامپوری سے صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی ۱۲۶۱ھ میں دہلی میں مولانا مملوک علی نانوتوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جو مدرسہ عربی سرکاری (دہلی کالج) میں مدرس تھے آخر میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تحصیل کی پھر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزل طے کی اور صرف چالیس دن کی قلیل مدت میں خلافت سے سرفراز ہوئے حدیث اور فقہ حضرت گنگوہی کے دو خاص موضوع تھے چنانچہ گنگوہ کی مسند میں درس حدیث کے ساتھ فتوی کا سلسلہ بھی جاری تھا ہندوستان کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کثرت سے استفتاءات آپ کی خدمت میں آتے تھے حضرت نانوتوی عموماً استفتاءات حضرت گنگوہی کے سپرد کرتے تھے نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی اپنے قیام تھانہ بھون کے زمانہ میں اہم مسائل میں آپ ہی سے رجوع ہوتے تھے آپ کی تالیفات سبیل الرشاد، ہدایۃ الشیعہ، اوثق العریٰ، ہدایۃ المعتدی، زبدۃ المناسک، فتاوی رشیدیہ، آپ کی وفات ۸ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ بعد اذان جمعہ ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

اس لئے ہر بھائی اس کا اہتمام کرے، اہل خانہ کو بھی اس کا اہتمام کرائیں، کم سے کم کثرت ۳۰۰ ہے اس سے زیادہ پڑھنا ہے ۵۰۰، ۶۰۰، ۱۰۰۰، بعض اللہ والے تو ایسے گذرے ہیں روزانہ سوا لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

درود شریف پڑھنے کا فائدہ:

درود شریف کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھ سے سب سے زیادہ قیامت کے دن وہ شخص قریب ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود پڑھنے والا ہو[1]۔ قیامت کے دن سب نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے ایسے موقع پر شفیع المذنبین جناب رسول اللہ ﷺ کا قرب و نزدیکی کس کو نصیب ہوگی آپ ﷺ فرماتے تھے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہو ہم اپنے اوقات کو ادھر ادھر فضول باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں آج کل پتہ نہیں لوگوں کا کیا مزاج ہو گیا ہے ہماری زبانیں خاموش نہیں رہتی۔ جہاں بیٹھیں گے گپ شپ شروع کریں گے ماحول یہ ہو گیا کہ مسجدوں میں بھی ہم لوگ دنیوی باتوں سے باز نہیں آتے۔

مسجد کے اندر دنیوی باتیں کرنے پر وعید:

ابن امیر الحاج[2] ایک بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں انہوں نے اپنی کتاب کتاب المدخل کے اندر روایت نقل کی ہے جب کوئی آدمی دنیا کی بات مسجد کے اندر کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے انسان جب مسجد میں آتا ہے تو دعا پڑھتا ہے۔ اللھم افتح لی ابواب رحمتک

---

[1] عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علیّ صلوۃ۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوۃ ص ۸۶)

[2] اگلے صفحہ پر ۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔

(اے اللہ رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دے) ہم مسجد میں رحمتیں لینے کے لئے آتے ہیں لیکن مسجد کے آداب کی رعایت نہ ہو تو یہ ہوتا ہے جب انسان مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے بیٹھ جاتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے **اسکت یا ولی اللہ** وہ نہیں آواز نہیں آتی لیکن فرشتے کی طرف سے یا اعلان ہوتا ہے **اسکت یا ولی اللہ** (اے اللہ کے ولی خاموش ہو جا) اگر پہلی مرتبہ یہ متنبہ نہیں ہوتا ہے اسکے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ یہ مسجد ہے اس میں باتیں کر رہا ہوں بلکہ سلسلہ کلام طویل ہو جاتا ہے تو پھر وہ فرشتہ کہتا ہے **اُسکت یا بغیض اللہ** کیف نحوہ کے بعد وہ اس کو دشمن کہتا ہے اے اللہ کے دشمن خاموش ہو جا پھر بھی وہ خاموش نہیں ہوتا تو اب وہ فرشتہ بڑی سخت بددعا دیتا ہے **اسکت علیک لعنۃ اللہ**[۲] (خاموش ہو جا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو) مسجد میں تو ہم آئے تھے رحمت لینے کے لئے مسجد کے آداب کی رعایت نہیں

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] ابن امیر الحاج کے حالات: ہو الامام العالم العامل ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج ، کان فاضلا عارفا یقتدی بہ صحب ارباب القلوب منہم ابو محمد عبداللہ بن ابی حمزۃ ولہ التالیف الجامع من احیاجاتہ الکتاب المسمی بمدخل الشرع الشریف علی المذاہب قال العلامۃ ابن حجر ہو کثیر الفوائد کشف فیہ عن معائب وبدع یفعلہا الناس ویتساہلون فیہا واکثرہا مما ینکر وبعضہا مما یحتمل وذکر ان فیہ شیخہ ابا محمد عبد اللہ بن ابی حمزۃ اشار الی تعلیم الناس مقاصدہم فی اعمالہم فکتبہ وسماہ المدخل وتوفی بالقاہرۃ سنۃ ۷۳۷ھ نفعنا اللہ بہ وبعلومہ آمین [۱] وروی عنہ ایضا علیہ الصلوۃ والسلام انہ قال اذا اتی الرجل المسجد فاکثر من الکلام تقول لہ الملائکۃ اسکت یا ولی اللہ فان زاد یقولون یا بغیض اللہ فان زاد یقولون اسکت علیک لعنۃ اللہ (المدخل لابن الحاج ج ۲ ص ۲۲۲ مکتبہ دار التراث)

[۲] وروی عنہ ایضا علیہ الصلوۃ والسلام انہ قال اذا اتی الرجل المسجد فاکثر من الکلام تقول لہ الملائکۃ اسکت یا ولی اللہ فان زاد یقول یا بغیض اللہ فان زاد تقول اسکت علیک لعنۃ اللہ (المدخل لابن الحاج ج ۲ ص ۲۲۲ مکتبہ دار التراث)

رمضان ہے۔ پھر انہوں نے کہا میں مولانا منور صاحب پر جو غصہ ہوا تھا اب وہ غصہ کم ہوا پھر میں آیا ظہر کے وقت اور ملاقات کا سوچا تو حجرہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا مجھے منع کیا تو کہا میں ملوں گا نہیں کھٹکھٹایا اندر گئے اور کہا بھائی صاحب بات نہیں کروں گا لیکن ایک جملہ کہتا ہوں رمضان تو ہمارے یہاں بھی آتا ہے لیکن اس طرح بخاری کی طرح نہیں آتا کہ آپ کسی سے ملتے نہیں پھر بھی حضرت شیخ نے کچھ نہیں کہا صرف سلام کا جواب دیا رمضان کسی سے بات چیت کا ہے ہی نہیں۔ بہر حال اتنی پابندی تو نہیں کر سکتے لیکن اتنا ضرور کریں فضول باتوں سے اپنے آپ کو ضرور بچائے خاص طور پہ اعتکاف میں اسی کی طرف حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب بھی بار بار توجہ دلاتے ہیں کہ دیکھو اعتکاف کے لئے آئے ہو تو اعتکاف کے مقصد کو سمجھو ایک چیز یہ ہے کہ نیند ہم کو ستانی ہے جو سوتے رہیں گے تو ایک بجے انہیں گے سونے کی بھی حد ہوتی ہے پتہ نہیں اتنی نیند کیسے آتی ہے اب ایک بجے تو اٹھتے ہیں پھر تلاوت کا کیسے اہتمام ہوگا؟ اعتکاف کا مقصود اللہ سے تعلق کو قوی کرنا ہے۔ اور یہ دنیا کے جھمیلوں کو چھوڑ کر اللہ کی لو اور عشق میں لگنا ہے۔ مقصد کو مد نظر رکھیں تو انشاء اللہ اسکے برکات اور فوائد حاصل ہوں گے اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو اعتکاف نہیں کرتے پھر بھی انکو وہ حلاوت اور مزے حاصل ہوتے ہیں جو اعتکاف کرنے والوں کو نصیب نہیں ہوتے کیوں کہ وہ سب سے منقطع رہتے ہیں کسی سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں کہ رمضان میں کسی سے ملنے جلنے کا ہی نہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ بات چیت بند کر دیں اور جتنا ہو سکے درود شریف پڑھے۔ (میں نے پہلے بھی کسی موقع پر واقعہ سنایا ہوگا)۔

"دلائل الخیرات" کی فضیلت:

ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کے یہاں درود شریف کی ایک کتاب پڑھی جاتی ہے

"دلائل الخیرات" نام کی دلائل الخیرات میں سات دن کی سات منزلیں ہیں آسانی کے لئے اس کو سات حصہ میں رکھا ہے کہ ہفتہ میں پوری کتاب ہو جائے۔ پوری کتاب درود شریف سے بھری ہوئی ہے اور ہمارے بزرگوں کا الحمد للہ اس کے پڑھنے کا معمول بھی ہے۔

ہمارے اکابرین کے بارے میں ایک بدگمانی:

آج کل بعض لوگ خواہ مخواہ ہمارے اکابر کے بارے میں غلط فہمی میں رہتے ہیں بعض لوگ تو نماز کے بعد یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہتے ہیں اس کے بعد تو کچھ ہوتا ہی نہیں ہمارے اکابر جو درود شریف پڑھتے ہیں وہ کتابوں میں آئے ہیں اور حضور ﷺ سے منقول ہیں اس کو کہنا چاہئے کہ MADE IN MADINA درود شریف ہے MADE IN INDIA والا درود شریف نہیں ہے۔ وہ کسی کتاب میں نہیں ہے۔ یا نبی سلام علیک، یہ سلام زور زور سے پڑھنا کسی کتاب میں نہیں (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ابھی جو ہم نے ۴۰ درود پڑھوائے اور دو بار پڑھوائے وہ اسلئے کہ آج شب جمعہ ہے یہ چالیس درود جو حضرت شیخ زکریا نے فضائل درود میں بھی جمع کیا ہے اور اس کو الگ سے بھی کتاب میں جمع کیا ہے تاکہ کم سے کم امت اس کو تو پڑھ لے۔

"دلائل الخیرات" لکھنے کی وجہ:

اور وہ "دلائل الخیرات" جس نے لکھی ہے ان کا واقعہ میں نقل کرتا ہوں شیخ محمد ابن سلیمان الجزولی[1] بہت بڑے اللہ والے گذرے ہیں اپنے زمانے کے شیخ بھی تھے، نامور بھی تھے ایک مرتبہ وہ اپنا قافلہ لے کر بغداد کی طرف جا رہے تھے یا بغداد سے واپس آ رہے تھے غالبا تو ایک جنگل کے اندر ظہر کی نماز کا وقت آگیا پانی نہیں تھا تو پریشان ہوئے کہ کیا کریں۔

---

[1] دیکھیں بزرگوں کے حالات ص ۲۰۵ پر ملاحظہ ہو۔

(تیمم کر لے) پانی تلاش کر رہے ہیں کہ ادھر ادھر سے مل جائے تو وضوء کر لیوے وقت بھی کم رہ گیا تھا اچانک انھیں چھوٹی سی جھونپڑی نظر آئی اور وہاں کنواں بھی نظر آیا تو جلدی جلدی اس کنویں پر گئے تو دیکھا کہ پانی تو بہت ہے لیکن ڈول اور رسی نہیں ہے ادھر ادھر دیکھا تو ایک بچی نظر آئی اس کو بلایا تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اپنا تعارف کرانے کے لئے جلدی سے اپنا اصلی نام کہہ دیا تا کہ جلدی سے ڈول لے آوے کہا میں شیخ محمد بن سلیمان الجزولی ہوں اس لڑکی نے کہا! اچھا وہ بغداد کے پیر صاحب اتنے بڑے آدمی کہا ہاں میں وہی ہوں کیا بات ہے؟ کہا بیٹا وضوء کی ضرورت ہے نماز کا وقت ہو چکا ہے پانی تو نہیں جلدی سے مل گیا ڈول رسی لے آنا تا کہ ہم وضوء کر لیوے انہوں نے کہا آپ اتنے بڑے پیر صاحب ہے آپ کو ڈول رسی کی کیا ضرورت ہے ایسے ہی پانی آپ کو نکالنا چاہئے تو سلیمان الجزولی نے کہا کیوں مذاق کرتی ہو؟ ابھی نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے بغیر ڈول رسی کے پانی بھی نکلتا ہے؟ لڑکی نے کہا روزانہ ہم پانی اسی طرح اس میں سے نکالتے ہیں تو کہا کیسے؟ اس بچی نے اس میں تھوک دیا جیسے ہی تھوکا تو پانی اوپر آیا ساری منڈیروں سے بہنے لگا پورے قافلہ والوں نے وضوء کیا اپنے مٹکے، مشکیزے بھر لئے سیراب ہو گئے پھر وہ شیخ جھونپڑی کے پاس گئے اس بچی کو آواز دیا اور پوچھا بیٹا یہ کرامت تمہیں کیسے حاصل ہوئی اس بچی نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھے ایک درود شریف سکھایا ہے (وہ بچی ۹ سال کی تھی) جب تک میں دن میں روزانہ ہزار مرتبہ درود نہیں پڑھتی ہوں مجھے سونے نہیں دیتی ہزار مرتبہ پڑھ کر ہی سوتی ہوں اب اس کی برکت یہ ہے کہ جب کبھی ہمیں اس قسم کی ضرورت پیش آتی ہے میں تھوک دیتی ہوں (اس درود کے اور بھی برکات ہے) تو اس درود شریف کی برکت سے ہمیں پانی مل جاتا ہے اور پریشانی دور ہو جاتی ہے شیخ محمد بن سلیمان الجزولی بڑے شرمندہ ہوئے کہ ایک بچی کو درود کی برکت سے اللہ نے

یہ کرامت دی چلواب میں جا کر درود شریف کے جتنے الفاظ الگ الگ آئے ہیں سب کو جمع کروں گا۔ چنانچہ شیخ گئے اور بہت سی کتاب میں جو درود بکھرے ہوئے پڑے تھے سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا اور اس کا نام انہوں نے دلائل الخیرات رکھا۔ یہ جو درود شریف ہے اس کا نام ہے صلوۃ الکبیر۔ اگر پوری کتاب پڑھیں گے تو اسمیں بھی یہ درود آجائے گا بعض علماء نے کہا کہ اخیری جو منزل ہے ساتویں منزل میں ایک جگہ ہے **صلوة مقبولة دائمة** یہ وہی درود ہے جو لڑکی پڑھا کرتی تھی۔ بتلانا یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیوں کو بھی مائیں ہدایت کرتی تھی اسلئے ضروری ہے کہ آج کا یہ مبارک دن ہے مبارک رات ہے اخیری ہے رمضان میں ویسے بھی فرض کا درجہ بڑھ جاتا ہے نفل کا درجہ بڑھ جاتا ہے اسلئے عام دنوں کے مقابلہ میں جو جمعہ کے دن درود پڑھتا ہے۔ رحمتیں اترتی ہیں اب تو اور زیادہ اسکا ثواب بڑھ گیا تو آج کی شب اور کل کے دن کو ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے میں صرف کریں۔ جتنا ہو اتنا درود شریف پڑھنے کا اہتمام کریں۔

جمعہ کے دن کی سنتیں:

اور چوتھی چیز جمعہ کے سلسلہ میں جمعہ کی سنتوں کا اہتمام کرنا۔ جمعہ کی چند سنتیں ہیں

(۱) غسل کرنا

(۲) مسواک کرنا مسواک لوگ بھول جاتے ہیں

(۳) اچھا لباس پہننا

(۴) خوشبو لگانا۔ یہ سب ہم لوگ کر لیتے ہیں

(۵) ایک خاص سنت جمعہ کی ہے تبکیر۔ (تبکیر کے معنی ہے جلدی مسجد کے اندر آجانا)۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لوگ جمعہ کے لئے جلدی جانے کا اتنا اہتمام کرتے تھے

کہ بعض لوگ تو فجر کی نماز سے پہلے ہی غسل کر کے مسجد پہنچ جاتے تھے اور پھر جمعہ پڑھ کر ہی گھر پر آتے تھے۔ بہر حال جلدی آنا جو سنت ہے اسکا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ زوال سے پہلے مسجد آ جانا چاہیے ۱۲:۳۰ کو زوال ہو رہا ہے تو کم سے کم ۱۲:۰۰ بجے ہی مسجد میں آ جائے اور اسی وقت سورۂ کہف یا جو بھی عمل ہو پڑھیں یہ جلدی آنے کا عمل ہے۔ یہ چند سنتیں ہیں ایکیں ایک اور سنت کا خاص خیال رہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کے دوران لغو بات کرنے سے منع کیا گیا کوئی بھی بات کرنے سے، یہاں تک کہ زبان سے تلاوت ذکر کو بھی منع کیا گیا۔ اور ایک سنت یہ بھی ہے کہ جب مسجد میں آوے تو آگے اگر جگہ ہے تب تو آ سکتے ہیں آگے کی جگہ بھری ہوئی ہے تو گردنیں پھاند کر آنے کو منع کیا گیا اس سے جمعہ کی فضیلت اور ثواب ختم ہو جاتا ہے ان سنتوں کا اہتمام کریں۔

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت:

اور جمعہ کے دن خاص ایک اور عمل ہے جو ہمارے بزرگوں سے چلا آ رہا ہے جو صرف جمعہ کے دن خاص نہیں ہے لیکن ہفتہ میں ایک دن اگر معمول بنالے تو اسکی بڑی فضیلت ہے وہ ہے

اِحدثنی عطاء الخراسانی عن مولی امرأته ام عثمان قال سمعت علیاً علی منبر الکوفة یقول اذا کان یوم الجمعة غدت الشیطین برایاتها الی الاسواق فیرمون الناس بالترابیث او الربائث ویثبطونهم عن الجمعة وتغدو الملئکة فتجلس علی باب المسجد فیکتبون الرجل من ساعة والرجل من ساعتین حتی یخرج الامام فاذا جلس الرجل مجلسا یستمکن فیه من الاستماع والنظر فانصت ولم یلغ کان له کفلان من اجر فان نای وجلس حیث لایسمع فانصت ولم یلغ کان له کفل من الاجر وان جلس مجلسا یستمکن فیه من الاستماع والنظر فلغا ولم ینصت کان علیه کفل من وزر فان جلس مجلسا یستمکن فیه من الاستماع والنظر فلغا ولم ینصت کان علیه کفلان من وزر ومن قال لصاحبه یوم الجمعة صه فقد لغا ومن لغا فلیس له فی جمعته تلک شئ ثم یقول فی آخر ذلک سمعت رسول ﷺ یقول ذلک (ابوداؤد ص ۱۵۱)

(سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر) لا حول ولاقوۃ الا باللہ بھی ملادے تو اسکی اور زیادہ فضیلت ہے نہیں تو کم از کم اللہ اکبر تک پڑھے اسکے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے پھر قرأت کرے، اور پھر اسکے بعد ۱۰ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھے، یہ ۲۵ مرتبہ ہوگیا۔ رکوع میں جائے تو پہلے رکوع کی تسبیح پڑھ لے اس کے بعد ۱۰ مرتبہ یہ تیسرا کلمہ پڑھ لے۔ رکوع سے اٹھنے کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہہ کر پھر ۱۰ مرتبہ پڑھے سجدہ میں جائے تو پہلے سجدہ کی تسبیح پھر یہ ۱۰ مرتبہ پڑھے۔ پھر جب بیٹھے جلسہ میں (دو سجدوں کے بیچ میں) اس وقت ۱۰ مرتبہ پڑھ لے۔ پھر دوسرے سجدہ میں ۱۰ مرتبہ پڑھے تو کل یہ ۷۵ مرتبہ ہوا ایک طریقہ تو یہ ہے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر فوراً ۱۵ مرتبہ پڑھے۔ پھر قرأت شروع کرے پھر آخیر میں دس مرتبہ پڑھے۔ تیسری، چوتھی رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

''صلوۃ التسبیح'' کا دوسرا طریقہ:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرأت کر لینے کے بعد ۱۵ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھے۔ پھر رکوع میں ۱۰، پھر قومہ میں ۱۰، سجدہ میں ۱۰، جلسہ میں ۱۰، پھر دوسرے سجدہ میں ۱۰۔ پھر جب کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائے اور ۱۰ مرتبہ پڑھ لیوے اور پھر بغیر تکبیر کے کھڑا ہو کر قرأت شروع کر دیوے تو یہ بھی ۷۵ مرتبہ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب قاعدہ میں بیٹھے تو پہلے تسبیح پڑھ لے اس کے بعد التحیات پڑھے۔ اور پہلی اور تیسری رکعت کے بعد کھڑے نہیں رہنا ہے بلکہ بیٹھ کر ۱۰ مرتبہ پڑھنا ہے۔ تو اس طریقہ سے یہ نماز پڑھی جاوے۔ اور کوئی شخص کسی رکن میں کوئی تسبیح بھول گیا تو دوسرے رکن میں اس کو پڑھنا ہے جیسے کوئی آدمی رکوع میں تسبیح بھول

گیا تو اب قومہ میں نہ پڑھے بلکہ سجدہ میں جا کر ۱۰ دوسری ملا لے۔ یا اگر کوئی آدمی پہلے سجدہ میں بھول گیا تو اب جلسہ واجب ہے فرض نہیں ہے لہٰذا اس میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے۔ دوسرے سجدہ میں بھول گیا تو قیام سے تیسری رکعت کا تو اس میں پڑھ لیوے اس طرح اگر بھول جاوے تو ایک رکن کی تسبیح کی قضا دوسرے رکن میں کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا شیخ زکریاؒ اس کا بڑا اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی کرواتے۔ جیسے زوال ابھی ۱۲:۴۲ پر ہوتا ہے۔ تو اس سے ۱۰، ۲۰ منٹ پہلے ہی پڑھ لے جس کی سہولت ہو وہ ایسا کر لیوے۔ اور رمضان ہی میں نہیں ہمیشہ اسکی عادت بنا لیوے۔ آج تو خاص طور پر یہ عمل دو مرتبہ کرنا ہے۔ رات میں بھی کرے یہ رمضان کی اخیری جمعہ کی رات ہے تو ثواب اور بڑھ جائیگا اور پھر کل دن میں بھی پڑھنی ہے۔ نہ سمجھ میں آئے تو علماء سے پوچھ سکتے ہیں اور اپنے گھر کی مستورات اور بچوں کو بھی بتلائیں۔ یہ جمعہ کی چند باتیں بتلائی۔ اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

بعث بعد الموت

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۶ رمضان شب سنیچر

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

....

بعث بعد الموت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ لاھلہ والصلوۃ علی اھلہا امابعد ! فَاَعُوْذُ باللہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖ اَنْ آتَاہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ہ اَوْکَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ آیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاِذْقَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۸ تا ۲۶۰ پ ۳) صدق اللہ العظیم ۔

ایمان کی تعریف:

ایمان چند چیزوں کے ماننے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنا، اللہ تعالیٰ تنہا ہے، اکیلا ہے، اسکی ذات، صفات میں کوئی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اسکی کوئی بیوی ہے، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ماننا ضروری ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا:

اسی طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے بے شمار فرشتے بنائے ہیں اسکی تعداد کتنی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن کچھ فرشتے ایسے ہیں جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور کچھ فرشتے ہیں جو نیکی کے لکھنے پر مامور ہے اور کچھ فرشتے انسان کی برائی لکھنے پر مامور ہیں۔

بیت المعمور کسے کہتے ہیں؟:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کعبۃ اللہ کی بالکل سیدھ میں ساتویں آسمان پر ایک اور کعبہ ہے جس کو بیت المعمور کہا جاتا ہے یہاں ہم اسکو بیت اللہ کہتے ہے اور اسکی سیدھ میں ایک اور کعبہ ساتوے آسمان پر ہے اسکو بیت المعمور کہا جاتا ہے وہ فرشتوں کا کعبہ ہے تو اس روایت میں یہ فرمایا گیا روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کعبہ کو یعنی بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور ایک مرتبہ جو فرشتہ طواف کر لیتے ہیں پھر دوسری مرتبہ اسکی باری نہیں آتی لے سالہا سال برسہابرس سے یہ سلسلہ جاری ہے اس سے تو اندازہ لگانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کتنے بنائے ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے اللہ ہی جانتا ہے لیکن ہمیں ایمان لانے کا حکم دیا گیا کہ

لے عن انس بن مالک البیت المعمور یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک اذا خرجوا منہ لم یعودوا (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱)

(۲) انجیل۔

(۳) زبور۔

(۴) قرآن مجید۔

قرآن حضور ﷺ پر اترا ہے اور اس کے علاوہ ۱۰۰ صحیفے ہیں جو حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام وغیرہ انبیاء پر اتارے گئے تو یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ اللہ کی جتنی کتابیں اتری ہیں سب سچی اور برحق ہیں لیکن اب دنیا میں قرآن پاک کے احکام چلیں گے یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اب کسی کتاب کا حکم نہیں چلے گا صرف قرآن کے احکام دنیا میں چلیں گے۔

تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے:

اور پانچویں نمبر پر تقدیر پر ایمان لانا دنیا میں جو بھی اچھا برا نفع نقصان موت حیات جو کچھ ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے اللہ کے یہاں لکھا ہوتا ہے۔

بعث بعد الموت کا عقیدہ بھی ضروری ہے:

اور چھٹی چیز مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونا۔ انسان ختم ہو جائیگا، ساری دنیا ختم ہو جائے گی جب اللہ کو دوبارہ پیدا کرنا مقصود ہوگا تو پھر صور پھونکا جائیگا، پہلا صور جو پھونکا جائیگا اس سے تو یہ دنیا، کائنات سب ختم ہو جائیگی زمین آسمان، انسان، جانور، ہر چیز ختم ہو جائیگی پھر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تب دوسرا صور پھونکا جائیگا اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو زندہ فرما دینگے، سارے انسان اپنی قبروں سے اٹھ کر حشر کے میدان میں جمع ہونگے پھر اسکے بعد حشر کے میدان میں حساب کتاب ہوگا کچھ جنت میں اور کچھ جہنم میں جائینگے یہ

ایمان رکھنا ضروری ہے، یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے تب جا کر انسان مؤمن کہلاتا ہے. یہ چھ چیزیں بہت ضروری ہے ان میں سے ایک چیز کا انکار کر دے وہ مؤمن نہیں ہوسکتا مثلا ساری چیزوں کو مانے اور مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کردے وہ مؤمن نہیں ہوسکتا. آج کل ہمارے معاشرہ میں بلکہ دنیا کی اکثریت لوگوں کی ایسی ہے جو اللہ کی ذات ہی کے منکر ہے اللہ تعالی پر انکا ایمان نہیں ہے اور جب اللہ تعالی پر ایمان نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے پر بھی انکو ایمان اور یقین نہیں لیکن بہت سے وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں ا نکے دلوں میں بھی مرنے کے بعد کی زندگی میں شک وشبہ رہتا ہے کہ پتہ نہیں کون زندہ ہوگا کون دیکھتا ہے؟ اگر کوئی آدمی مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کر رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کتنا بھی کلمہ پڑھے، نماز پڑھے مؤمن نہیں ہوسکتا ایمان کے لئے یہ چھ چیزیں ضروری ہے سو فیصد ہمیں یقین ہے کہ آگ جلاتی ہے، پانی میں انسان بہہ جاتا ہے اس طرح یقین ہونا چاہئے کہ مرنے کے بعد ہمیں زندہ ہونا ہے۔

توحید اور بعث بعد الموت کا عقیدہ تمام انبیاء کی تعلیمات کے اندر داخل ہے:

جناب رسول اللہ ﷺ اور جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ہیں ان تمام کی تعلیمات اصولی طور پر مشترک رہی ہے احکام میں فرق رہا ہے تمام انبیاء نے یہ تعلیم دی کہ اللہ موجود ہے اسی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ. ایک تعلیم تو سارے انبیاء کرام کی یہ رہی کہ شرک سے منع کیا اللہ ہی کی عبادت کرے اسکے علاوہ کسی کی عبادت نہیں۔ اور دوسری بات سارے انبیاء یہ بتلاتے رہے کہ دیکھو مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔ یہ دو چیزیں تو

خاص طور پر رہیں اسی لئے قرآن کریم نے مرنے کے بعد کی زندگی کو مختلف مثالوں سے سمجھایا ہے، مختلف طریقوں سے سمجھایا ہے بعض تو مثالیں دی، بعض تو سچے واقعات بیان کئے جو اللہ کی قدرت سے پیش آچکے ہیں یہ جو رکوع پڑھا گیا خاص اسلئے کہ لوگ قرآن پاک کو پڑھے اور پھر اسکا یقین رکھے کہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کریگا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ:

پہلی آیتوں میں حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام اور انکے زمانہ کا بڑا ظالم وجابر نمرود بادشاہ تھا انکا مکالمہ ذکر کیا ہے یہ نمرود بہت ہی ظالم بادشاہ تھا اللہ نے اسے بے پناہ دولت عطا فرمائی تھی اس کے خزانوں کی کنجیاں اونٹوں پر لاد کر لائی جاتی تھی اتنے خزانے تھے۔ جب اونٹوں پر تو فقط خزانوں کی چابیوں کو لایا جاتا تھا تو خزانے کتنے ہوں گے؟ لیکن اسکے باوجود اللہ کا منکر تھا وہ مانتا ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالی کوئی ذات ہے حضرت ابراھیم کا اس سے مباحثہ ہوا، اور مباحثہ اس بات پر ہوا کہ حضرت ابراھیم نے فرمایا کہ میرا رب اور پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، جلانے کا مطلب بے جان چیز میں جان پیدا کرتا ہے اور موت کو تو سبھی جانتے ہیں کہ ایک زندہ انسان چل رہا ہے روح قبض ہوگئی ختم ہوگیا حضرت ابراھیم کے سامنے نمرود انکار کررہا تھا اور حضرت ابراھیم فرماتے ہیں کہ میرا رب اور پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے بے جان چیز میں جان پیدا کرتا ہے اور جاندار کی روح قبض کرلیتا ہے۔

عقل کی نعمت مال کی نعمت سے بہتر ہے:

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس مال و دولت خوب ہوتی ہے لیکن عقل اسکی موٹی ہوتی ہے، احمق ہوتا ہے ایک بزرگ راستہ سے جارہے تھے تو ایک شہر پر سے گذر ہوا تو شہر کے چاروں طرف کے دروازے بند تھے (پہلے زمانہ میں شہروں پر گیٹ ہوتے تھے آج بھی جو پرانے شہر ہے اس زمانہ کے گیٹ آج بھی موجود ہے ہر ایک کے کچھ الگ الگ نام بھی دئے ہوئے ہیں پورا شہر دیواروں کے اندر بسا ہوا ہوتا تھا) وہ راستہ سے گذر رہے تھے شہر کے دروازے بند، دروازے کے باہر چوکی دار کھڑے ہوئے تھے، پوچھا کیا بات ہے شہر کے سب دروازے بند ہیں؟ ان چوکی داروں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا باز گم ہوگیا ہے (باز پرندہ ہوتا ہے اسکے ذریعہ شکار بھی کیا جاتا ہے) اسلئے دروازے بند کئے گئے کہ کہیں شہر سے باہر نہ نکل جاوے، تو ان بزرگ کو بڑی ہنسی آگئی کہ اے اللہ! تیری بھی عجیب قدرت ہے اتنا بڑا شہر اور اسکا بادشاہ اتنا بیوقوف؟ اب یہ کوئی باز چوپایہ تو نہیں ہے کہ چل کر باہر نکلے گا وہ پرندہ ہے اڑ کر دیوار کو پھاند کر بلکہ اس سے بھی اونچے اڑ کر باہر بھاگ سکتا ہے یہ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ مال بھی دیا اور اتنی ہی زیادہ حماقت بھی، انکے دل میں یہ بات ڈالی گئی، اللہ تعالی کی طرف سے انکو الہام ہوا کہ کیا آپ اس بات پر راضی ہے کہ آپکو جو اللہ نے عقل دی ہے وہ لے لی جائے اور اس بادشاہ کو دیدی جائے؟ اور اس بادشاہ کی دولت و حکومت آپکو دے دیوے، اور اسکی حماقت اور بے وقوفی بھی آپکو ساتھ ساتھ مل جاوے؟ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! ایسی حماقت اور بے وقوفی دولت کے ساتھ مجھے نہیں چاہئے تو یہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں جو نمرود تھا بہت مال و دولت کا

مالک تھا لیکن عقل اسکی بہت موٹی تھی ،حضرت ابراھیمؑ تو یہ فرمارہے ہیں کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور موت دیتا ہے جلانے کا مطلب ہر ایک آدمی یہ سمجھتا ہے کہ بے جان چیز میں جان پیدا کرتا ہے ایک نطفہ کو اللہ تعالی انسانی شکل عطا فرمادیتے ہیں تو اس نے کیا کہا کہ یہ کونسی بڑی بات ہے میں بھی ایسا کرسکتا ہو. دوقیدیوں کو بلایا ایک کی گردن اڑادی کہ دیکھو میں نے مارنے کا کام کیا کہ نہیں میں نے اسکو موت دے دی .اور دوسرے کو چھوڑ دیا کہ جا تو آزاد ہے میں نے اسکو زندہ چھوڑ دیا حضرت ابراھیمؑ کو بڑا تعجب ہوا کہ کتنا بیوقوف ہے، جلانے کا یہ مطلب نہیں ہے یہ تو پہلے ہی سے زندہ ہے اسکو چھوڑنے کا مطلب یہ تھوڑا ہے کہ زندہ کیا اسی مضمون کو یہاں ذکر کیا. اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَاجَّ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ رَبِّہٖ (پارہ ۳ سورہ بقرہ) (کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو یعنی نمرود کو کہ جس نے ابراھیم سے بحث کی انکے رب کے بارے میں) حالانکہ اللہ تعالی نے اسکو خوب مال عطا کیا تھا اسکا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ شکر گذار بنتا لیکن اسکے باوجود وہ اللہ کے متعلق بحث کررہا ہے اِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (جب کہ ابراھیم نے فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور موت دیتا ہے)تو اس نے کہا قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ (میں بھی جلاسکتا ہوں اور موت دے سکتا ہوں) اس نے ایک آدمی کو بلایا اور قتل کردیا اور ایک کو بلاکر چھوڑ دیا، دیکھو میں نے ایک کو ماردیا اور ایک کو زندہ چھوڑ دیا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا نمرود کو لاجواب کردینا:

حضرت ابراھیمؑ نے سوچا کہ بہت موٹی عقل کا ہے اب ایسی دلیل اسکے سامنے پیش کروں کہ وہ جواب ہی نہ دے سکیں قَالَ اِبْرَاھِیْمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا

کہ میرا رب تو وہ ہے جو مشرق سے سورج کو نکالتا ہے) اور مغرب میں ڈبوتا ہے اگر تو خدائی کا دعوی کرتا ہے تو (تو مغرب سے سورج کو نکال) اور مشرق میں ڈبووے (تو وہ کافر نمرود لاجواب ہو گیا) یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراھیم کو کیوں نہیں کہا؟ کہ چلو میں یہ کام نہیں کرسکتا ہوں تمھارے رب کو کہو کہ اب تک تم مشرق سے سورج نکالتے تھے مغرب سے سورج نکال دو ایسا الٹا اس نے نہیں کہا۔ اسلئے کہ ویسے تو وہ دل میں جانتا تھا کہ حضرت ابراھیم جو بات کہتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے جب انکا رب اس بات پر قادر ہے کہ مشرق سے سورج نکالے تو اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مغرب سے نکالے اگر میں ایسا کہوں اور ایسا ہو جاوے تو سارے لوگ ایمان لے آئیں گے پھر میری بادشاہت کا کیا ہوگا؟؟ اس نے اسطرح الٹا کر کچھ کہا ہی نہیں خاموش ہو گیا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ (جو لوگ اپنی ذاتوں پر ظلم کرتے ہیں اللہ تعالی پھر انکو ہدایت نہیں دیتے ہے) یعنی جو لوگ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں، سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں تو پھر اللہ انکو ہدایت نہیں دیتا ہے، تو بہرحال اس واقعہ میں بتلانا یہ ہے کہ دیکھو اللہ تبارک وتعالی زندہ بھی کرتا ہے، موت بھی دیتا ہے، جب پہلی مرتبہ اس نے زندہ کیا تو دوسری مرتبہ بھی انسان کو زندہ کریگا، اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے

بعث بعد الموت کا عقیدہ اور حضرت عزیزؑ کا واقعہ:

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ واضح بتایا گیا أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا قرآن پاک میں واقعہ کے تمام جزئیات کو بیان نہیں کیا جاتا جو اہم بات ہوتی ہے اسکو ذکر کر دیتے ہیں (یا اس شخص کی طرح جو گذرا ایک بستی پر اس حال میں کہ اس بستی کی چھت ستونوں کے اوپر گری

ہوئی تھی) قَالَ اَنّٰى يُحْيِي.... (وہ شخص کہنے لگا اس بستی کو اللہ موت کے بعد کیسے زندہ کریگا؟) فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ (تو اللہ نے اسکو سوسال تک موت دیدی پھر اسکو دوبارہ زندہ کیا) قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (پوچھا تم کتنا ٹھہرے) قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (انہوں نے کہا ایک مکمل دن یا دن کا کچھ حصہ) قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تم سوسال ٹھہرے) فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ (دیکھو تم اپنے کھانے پینے کی طرف کہ وہ ابھی گلا سڑا نہیں ہے) وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ (اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو) وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ (تا کہ ہم آپکو لوگوں کے لئے نشانی بنادے) وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ (اور دیکھو ہڈیوں کی طرف) كَيْفَ نُنْشِزُهَا (کیسے ہم اسکو جمع کردیتے ہیں) ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (پھر اسکے اوپر گوشت چڑھا دیتے ہیں) فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ (جب یہ بات اسکے سامنے واضح ہوگئی) قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (تو انہوں نے کہا کہ میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے) ان آیتوں میں دوبارہ زندہ ہونے کے سلسلے میں دوسرا واقعہ ذکر کیا گیا یہ واقعہ حقیقت میں پیش آیا ہے فقط مثال نہیں ہے. لیکن قرآن پاک میں انکا نام ذکر نہیں کیا ہے تفسیر کی کتابوں میں اس شخصیت کا نام ذکر کیا گیا ہے. ایک روایت کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں میں جس شخصیت کا ذکر ہے وہ حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام ہے۔ بیت المقدس پر بخت نصر بادشاہ نے حملہ کیا جس کے نتیجہ میں پوری بستی ہلاک و برباد ہوگئی بیت المقدس کے خزانے بھی اٹھا کر لے گیا۔ ۷ ہزار لوگوں کو اس نے قید کر لیا تو حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم ہوا کہ وہ اس بستی کی طرف جائیں. حضرت عزیز جب اس بستی پر سے گذرے دیکھا عجیب حال

ہے کہ ان بستیوں میں گھر تھے انکی چھت پہلے گر گئی ہے چھت کے اوپر انکے ستون گرے ہوئے ہیں، اس طرح اس بستی کا حال ہے انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ انکو موت دینے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کریگا؟ قَالَ أَنّٰى يُحْيِىْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یہ خیال آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کہ دیکھو ہماری قدرت کیسی ہے فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ تو حضرت عزیرؑ پر موت طاری کردی، سو سال تک وہ اسی جگہ پر پڑے رہے سو سال کے بعد پھر اللہ نے انکو زندہ کیا جس وقت یہ اس بستی پر سے گذر رہے تھے ایک گدھے پر سوار تھے، اپنے ساتھ توشہ دان تھا (ٹفن) تھا اسکے اندر کھانے کی چیزیں بھی تھی، زیتون کے پھل وغیرہ، پینے کے لئے کچھ پانی بھی تھا، تو انکو اللہ تعالیٰ نے موت دیدی جس وقت انکو یہ خیال پیدا ہوا وہ غالباً صبح کا وقت تھا اور اللہ نے سو سال کے بعد زندہ کیا وہ شام کا وقت تھا عصر کے قریب قریب کا وقت تھا۔ جب انکی آنکھ کھلی تو دیکھ رہے ہیں کہ یہ شہر جو بالکل ویران تھا پھر سے آباد ہو گیا ہے۔ تعجب کر رہے ہیں کہ یہ کیا ہوا ابھی میں صبح میں دیکھ رہا تھا سب ویران تھا اور ابھی شام تک سب آباد بھی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم اس جگہ پر کتنا ٹھہرے ہو؟ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہوں تھوڑی دیر یہاں لیٹ چکا آرام کیا اسلئے انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جواب دیا یا اللہ ایک دن یہاں ٹھہرا ہوں، یا دن کا بھی کچھ حصہ، پورا دن بھی نہیں کیونکہ عصر سے پہلے انکی آنکھ کھل گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ پورے سو سال تمہیں یہاں گذر چکے، تو وہ سمجھ رہے ہیں کہ ایک ہی دن میں یہاں ٹھہرا، اب اللہ نے انکو حکم دیا کہ تم جو کھانا اپنے ساتھ لیکر چلے تھے اسکو دیکھو، دیکھا کہ وہ ٹفن بالکل تروتازہ ہے کھانا جیسا تھا ایسا ہی ہے سو سال تک بھی اس میں کوئی سڑن کوئی تبدیلی بھی پیدا نہیں ہوئی

ہے لَمْ یَتَسَنَّهْ ذرا بھی بد بودار نہیں ہوا اچھا گدھا، تو وہ کہاں گیا؟ کہا کہ دیکھو بھائی گدھے کی طرف وہ تو گل سڑ چکا ہے صرف ہڈیاں نظر آرہی تھی اللہ نے فرمایا اب غور سے دیکھو کیسے زندہ ہوتا ہے چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں اسکی ہڈیاں آپس میں ملنے لگی ڈھانچہ تیار ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر میں گوشت پوست کھال تیار ہو گئی اور گدھا زندہ ہو گیا اللہ تعالی نے حضرت عزیرؑ کو دوبارہ زندہ کر کے اپنی قدرت و کرشمہ بتلایا کتنی چیزیں بتلائی. ایک تو خود انکی ذات کہ انکو موت دیدی پھر دوبارہ زندہ کیا. دوسری چیز کہ سو برس تک یہ کھانے پینے کی چیز اچھی رہی (سو برس کیا چند گھنٹے بھی نہیں رہ سکتی) لیکن ہم نے چاہا تو اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا. تیسری چیز جو گدھا سڑ کر مر چکا تھا ہم نے حکم دیا تو اسکی ہڈیاں، اسکا بدن، جسم سب تیار ہو کر زندہ ہو گیا جب حضرت عزیرؑ نے دیکھا اللہ نے فرمایا یہ واقعہ ہم نے کیوں کر کے دکھایا لِنَجْعَلَکَ آیَةً لِلنَّاسِ (تا کہ ہم آپکو بھی لوگوں کے لئے نشانی بنادیں) بعد میں آنے والے لوگ اس واقعہ کو پڑھ کر عبرت حاصل کرے کہ دیکھو حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ نے کیسے زندہ کیا. انکے گدھے کو بھی زندہ کیا تا کہ مرنے کے بعد کی زندگی پر انکو یقین ہو جاوے کہ جب کوئی مر گیا، سڑ گیا، عضو عضو ختم ہو گیا کیسے دوبارہ زندہ ہوگا؟ تو فرمایا! ہم اس طرح زندہ کریں گے ہر عضو کو جوڑیں گے فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ جب یہ چیز حضرت عزیرؑ کے سامنے کھل کر آ گئی تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میں اب اچھی طرح یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے. تو یہ واقعہ قرآن میں کوئی ایسے ہی مثال اور کہانی نہیں ہے ایک حقیقی واقعہ ہے تا کہ لوگ اس عقیدہ پر یقین رکھے. کہ بھائی ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ غیر مسلموں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا ہے، یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے. اہل ایمان کی صفت

جگہ جگہ بتلائی گئی۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ آخرت پر وہ یقین رکھنے والے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور ایک اور زندگی آنے والی ہے۔

چار پرندے اور حضرت ابراهیمؑ کا واقعہ:

تیسرا واقعہ اس کے آگے ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابراھیمؑ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ تو مجھے یہ بتلا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کریگا؟ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا تم کو یقین اور ایمان نہیں ہے۔ اس بات پر وہ تو نبی تھے۔ انہوں نے کہا یا اللہ کیوں نہیں۔ قال بلي ولكن ليطمئن قلبي یا اللہ کیوں نہیں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے لیکن میری دلی خواہش ہے کہ اطمینان قلب کے لئے کوئی ایسا نمونہ بتلا دے کہ کس طرح تو مردوں کو زندہ کریگا؟ اللہ نے ان کو حکم فرمایا تم چار پرندے لو۔

چار پرندے کونسے تھے؟:

قرآن نے ان کا نام نہیں بتلایا ہے کونسے پرندے تھے۔ تفسیری روایتیں مختلف ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ان میں ایک مور تھا، ایک مرغ تھا، ایک کوا تھا اور ایک کرگس تھا۔ یہ چار پرندے تھے چار پرندے لے لو فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ اور ان پرندوں کو خوب پھسلا لو جیسے بکری، مرغی انسان سے مانوس ہو جاتی ہے آواز دیتے ہیں تو یہ جانور آتے ہیں ویسے چاروں پرندوں کو ایسے بہلاؤ پھسلاؤ کہ تم سے محبت کرنے لگے اسکے بعد انکو ذبح کر دو چاروں پرندوں کے گوشت، انکی ہڈیاں انکے پر، بالکل قیمہ کی طرح باریک کر دو اور اسکے بعد چار حصہ کرو۔ ایک ایک حصہ چار پہاڑوں پر رکھدو ظاہر بات ہے کہ چار پرندوں کے گوشت کی بوٹی بوٹی ہوگئی۔ پھر چار حصے کر دئے گئے تو کون امتیاز کر سکتا ہے کہ کس کی ہڈی

کہاں ہے؟ کون جدا کر سکتا ہے؟ اللہ نے حکم دیا کہ اس طرح کرو مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسی طرح کیا ابتدا نکے سر اپنے پاس رکھے انکا دھڑ پورا قیمہ کر دیا اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دیئے گئے لیکن چاروں کے سر اپنے پاس رکھے اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے انکو حکم دیا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا پھر انکو پکارو اے مرغ آجا اے کرگس آجا اے مور آجا اے کوا آجا جو بھی پرندے ہو آپ آواز دو وہ دوڑ کر آپکے پاس آجائینگے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسے حکم دیا تو چاروں پہاڑوں پر گوشت کے ہڈیوں کے ذرات آپس میں ملتے گئے جیسے ہی انکو آواز دی ہو اور بالکل تیزی سے مل کر مرغ تیار ہو گیا مور تیار ہو گیا، کوا تیار ہو گیا، کرگس تیار ہو گیا انکا سر حضرت ابراہیمؑ کے پاس تھا اسی دھڑ کے ساتھ دوڑتے دوڑتے آرہے ہیں اڑ کر نہیں قرآن نے کہا دوڑ کر آئیں گے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ شک کرے کہ اللہ نے تو دوسرے پرندے اڑا دئے ہوں۔ یہ شک بھی دور کر دیا کہ یہ شک کرنے کی ضرورت نہیں تم خود اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو کہ وہ زمین سے وہ پرندہ دوڑ کر آرہے ہیں اور چلتے چلتے دوڑتے آئے کوے کا دھڑ کوے کے سر کے ساتھ لگ گیا، مور کا دھڑ مور کے سر کے ساتھ لگ گیا، کرگس کا سر اسکے دھڑ کے ساتھ لگ گیا اور مرغ کا دھڑ مرغ کے سر کے ساتھ لگ گیا۔ اللہ نے یہ واقعہ بتلا کر حضرت ابراہیمؑ کو اطمینان دلا دیا لیکن پوری امت کو اور ہر انسان کو اس واقعہ سے عبرت دلانا مقصود ہے کہ دیکھو ہم اسی طریقہ سے انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اسلئے آگے فرماتے ہیں وَاعْلَمْ أَنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ جان لو اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ اسکے علاوہ بھی بہت سے واقعات اور مثالیں قرآن پاک کے اندر ذکر کی ہیں کہ دیکھو بھائی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اس پر یقین رکھو۔

اصحاف کہف کا مختصر واقعہ:

سورۂ کہف آج جمعہ کا دن گذر رہا ہے اسکی بڑی فضیلت بھی ہے سورۂ کہف تو بڑی طویل ہے مگر میں اسکا ایک جز ذکر کرتا ہوں ایک بادشاہ گذرا ہے جسکا نام دقیانوس تھا وہ بڑا ظالم و جابر بادشاہ تھا اور لوگوں کو شرک اور کفر پر مجبور کرتا تھا اسکے زمانہ میں کچھ لوگ اہل ایمان تھے جو اللہ کو ماننے والے تھے اور شاہی گھرانے کے تھے اس نے انکو بھی کفر و شرک پر مجبور کیا لیکن انہوں نے اسکی بات نہیں مانی تو اس نے انکو تھوڑی مہلت دی کہ دیکھو تم اپنی اس خدا پرستی سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کردینگے، چونکہ وہ بڑے گھرانے کے لوگ تھے اسلئے فوری طور پر اس نے سزا نہیں دی ان نوجوانوں نے سوچا کہ ہمیں کسی طریقہ سے اپنا ایمان بچانا چاہئے اسلئے موقع پاکر وہ حضرات شہر سے دور ایک غار میں چھپ گئے وہاں پر وہ گئے تو اللہ تعالی نے انکو موت عطا فرمادی وہاں جاکر وہ مرگئے راستہ میں ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا ساتھ میں اس کا کتا بھی تھا وہ کتا بھی ان اصحاب کہف کے ساتھ چلا گیا. وہ بھی غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور اسکو بھی موت واقع ہوگئی یہ پورا واقعہ تفصیل سے ذکر ہے مجھے پورا بیان نہیں کرنا ہے وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (سورۂ کہف پ۱۵آ۱۸) انکا کتا بھی اس غار کی چوکھٹ پر ہاتھ آگے کرکے بیٹھا ہوا ہے تو یہ نوجوان غار میں گئے انکو موت واقع ہوگئی ادھر جو دقیانوس بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جہاں کہیں بھی یہ نوجوان ہوانکو پکڑ کر لایا جائے بہت سال گذر گئے وہ نہیں ملے تو اس نے شاہی خزانے اور دفتر کے اندر ان کے نام لکھے کہ بعد میں بھی کہیں بھی یہ ملے انکو پکڑ کر لایا جائے انکی تصویریں بھی رکھی گئی لیکن جب تک وہ دقیانوس رہا انکا کسی کو پتہ ہی نہیں چلا۔ اسکے بعد سو سال گذرے، دو سو سال گذرے، تین سو سال گذرے تین صدیاں گذر گئیں اسکے بعد اللہ تعالی کو اپنی قدرت بتلانی تھی اور یہ بھی کہ

میں لوگوں کو دوبارہ کیسے زندہ کروں گا؟ تین سو سال گذرنے کے بعد اس بستی میں جو بادشاہ تھا وہ بڑا نیک مؤمن تھا اہل ایمان بھی بہت سارے تھے کچھ لوگوں میں آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑا ہو گیا ایک جماعت کہنے لگی کہ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ زندہ ہونے کا نہیں لیکن بادشاہ اور بہت سارے اہل ایمان کہتے تھے کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے یہ جھگڑا شروع ہو گیا۔

اخلاص سے مانگی ہوئی دعاء رد نہیں ہوتی:

بادشاہ بڑا اللہ والا تھا تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ گیا اور اللہ سے دعاء میں مشغول ہو گیا کہ اے اللہ تو ہی کوئی فیصلہ فرما دیں کہ میری قوم کا یہ جھگڑا ختم ہو جائے اور جو لوگ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں انکو پھر سے یقین آ جائے. اللہ نے اسکی دعاء قبول کر لی اس واقعہ سے ان لوگوں کو اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو بھی یہ بتانا مقصود تھا کہ دیکھو ہماری قدرت کیسی ہے ادھر انکو اللہ نے بیدار کر دیا، زندہ کر دیا اسلئے کہ اصل تو وہ مر چکے تھے اس غار کے اندر اللہ نے انکو اس طریقہ سے رکھا کہ وہ کروٹیں بدلتے رہتے تھے اسلئے وہ گلے سڑے نہیں تھے صحیح سالم تھے تین سو سال تک۔ قرآن میں سورۂ کہف میں یہ مضمون ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ سوئے ہوئے ہیں مرے ہوئے نہیں ہیں، وہ غار کا منہ اس طرح تھا کہ اس پر دھوپ نہیں آتی تھی اسلئے بدبودار ہونے سے اور سڑنے گلنے سے وہ محفوظ رہیں، اب تین سو سال گذرنے کے بعد انکی آنکھ کھلی تو انہیں بھوک محسوس ہوئی وہ تو سمجھ رہے ہیں کہ ابھی تو ہم سوئے ہیں تو ایک آدھ دن ہوا ہوگا انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ چلو کھانے کا انتظام کریں بھوک لگ رہی ہیں۔

اصحاف کہف کے احوال کا انکشاف:

ان میں سے ایک جسکا نام تملیخا تھا اسکو کہا گیا کہ بھائی تم پیسے لو اور بازار سے کچھ خرید کر لاؤ لیکن دیکھو ذرا احتیاط سے جانا دقیانوس اور اسکے جاسوسوں کی نظر ہم پر نہ پڑ جائیں اسلئے وہ چالاکی سے چھپتے چھپتے شہر میں گیا اس نے دیکھا کہ سارا منظر بدلا ہوا ہے پہلے جیسا کوئی نقشہ نہیں سب نقشے بدل چکے ہیں لیکن پھر بھی ایک دوکان پر کھانے پینے کی اشیاء خریدنے کے لئے گیا تو اس دوکاندار نے دیکھا کہ یہ روپے پیسے تو آج کا کوئی سکہ نہیں ہے اس پر تاریخ وغیرہ دیکھی تو کہا کہ یہ تو تین سو سال پرانا سکہ ہے تو اس نے دوسرے دوکان داروں کو بلایا کہ بھائی یہ پہلے زمانہ کا خزانہ (سکہ) لایا ہے یہ آدمی کون ہے؟ دوکاندار جمع ہوئے سب کہنے لگے کہ تم نے کہیں سے یہ خزانہ کھودا ہے پہلے زمانے کے اندر لوگ حفاظت کے لئے زمینوں میں خزانہ رکھا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی خزانہ کھول کر لائے ہو اس نے کہا نہیں یہ تو ہمارے ساتھیوں کے پیسے ہیں بہت لے دے ہوئی تو ان دوکانداروں نے کہا کہ چلو ہم بادشاہ کے پاس لے جاتے ہیں بادشاہ اسوقت دعاء کے اندر ہی مشغول تھا جب وہ دعاء سے اٹھا تو پورا واقعہ سنایا کہ ایک شخص اس زمانہ کے سکے لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو ہمارے ہی ہے بادشاہ نے اپنا خزانہ کھولا تو اسکے اندر انکی تصویریں تھی اور انکے نام لکھے تھے اور اس میں لکھا تھا کہ یہ مجھ سے بغاوت کر کے فرار ہوگئے ہیں جہاں کہیں ملے انکو قتل کر دیا جائے بادشاہ سمجھ گیا تھا کہ یہ تو ایمان والے لوگ ہیں جو یہاں سے فرار ہوگئے تھے اب جب اس نے دیکھا تو انکے نام پوچھے تمہارے کیا نام ہے وہی نام بتلائے جو خزانے کے دفتر میں لکھے ہوئے تھے انکی تصویریں دیکھی تو ایک تصویر وہ کی نظر آئی جو وہ پیسہ لیکر آیا تھا۔

جو اللہ کے لئے ہجرت کرتا ہے اللہ اسے عزت عطا فرماتا ہے:

بادشاہ خوش ہوا کہ اللہ نے میری دعا قبول کر لی اس سے پورے واقعہ کی تفصیل پوچھی کہا کہ اس شہر میں دقیانوس بادشاہ رہتا تھا وہ ہمیں کفر و شرک پر مجبور کرتا تھا ہم اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے یہاں سے نکل چکے، بھاگ گئے اور ایک غار کے اندر چھپ گئے اور اب ہم بیدار ہوئے اور یہ پیں لیکر آیا ہوں اس نے کہا تم کو معلوم ہے کہ یہ دقیانوس کو اور تم کو کتنے سال ہو گئے؟ کہ تم یہ نہیں کہ ابھی سوئے ہیں، کہا تین سو سال گذر چکے ہیں اب بادشاہ کو یقین آ گیا وہ اپنے ساتھ سارے لوگوں کو لے کر گیا اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ اس تملیخا نے کہا کہ ابھی تم یہیں ٹھہرو میں اپنے ساتھیوں کو جا کر اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ تم سے ملنے آئے ہیں کہیں وہ وہی دقیانوس سمجھ کر تم سے ڈر نہ جاویں اسلئے میں جا کر اطلاع کرتا ہوں چنانچہ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع کی اسکے بعد وہ بادشاہ اور اسکے ساتھ جتنے لوگ حاضر تھے ان سب سے اصحاب کہف کی ملاقات ہوئی اور سب کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ تین سو سال ان پر موت طاری رہی اسکے بعد پھر اللہ نے دوبارہ زندگی اور سارے لوگوں نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے ہمارے بادشاہ کی اللہ نے دعا قبول کر لی ہے اور ایک نمونہ اور واقعہ ہم کو بتلا دیا ہے اسکے بعد پھر سے اللہ نے موت طاری کر دی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ تملیخا اندر گیا تو اندر جاتے ہی اللہ نے موت طاری کر دی لیکن اتنا ضرور انکو یقین ہو گیا یہ سب کے سب تین سو سال کے بعد زندہ ہوئے ہیں اب اسکے بعد یہ طے ہوا مشورہ ہوا اس مبارک جگہ پر کچھ عمارت بنائی جائے مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہاں مسجد بنائی جائے بہرحال یہ غار کہاں ہے کدھر ہے حقیقی علم اسکا اللہ کو ہے اس واقعہ سے تو قرآن ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے دیکھو ۳۰۹

سال کے بعد بھی اللہ نے مردوں کو زندہ کیا۔

قرآن پاک کے واقعات پر ہمیں یقین ہونا چاہیئے:

اسلئے میرے بھائیوں قرآن پاک پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن میں جو حقیقتیں بتلائی گئی ہیں اسکا ہمارے دل میں یقین ہو دیکھو حضرت عزیرؑ کو سو سال اللہ نے موت دی پھر دوبارہ اللہ نے زندہ کیا، انکے گدھے کو انہوں نے خود اپنی نگاہوں سے دیکھا انکی ہڈیاں، گوشت، پوست سب بکھرا ہوا پڑا ہے، اللہ نے اسکو جوڑ دیا اور سارا گوشت اللہ نے جوڑ دیا ،اور پھر دوبارہ زندہ ہو گیا حضرت ابراھیمؑ کو اللہ نے چار پرندے پالنے کا حکم دیا اور چاروں پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد پھر سے دوبارہ زندہ کر دیا۔ اسی طرح چاہے انسان قبر میں مٹی ہو جائے ریزہ، ریزہ ہو جائے لیکن ایک وقت آئیگا کہ اسکو اللہ دوبارہ زندہ کریگا یہاں تک علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی انسان کو درندہ کھا گیا ہو درندہ نے اسے اپنا لقمہ اور غذا بنالی ہو ظاہر بات ہے وہ تو اسکے بدن کا جزو بن گیا اب اس انسان کا کوئی حصہ ہم کو نظر نہیں آتا شیر کے پیٹ میں، اژدہے کے پیٹ میں چلا گیا اور جب وہ مریگا تو وہ بھی راکھ ہو جائیگا تو بھی اللہ تعالی اس انسان کو زندہ فرمائے گا، کسی انسان کو جلا دیا گیا اور اسکی راکھ دور دراز دریاؤں میں ڈال دی گئی، ہواؤں کے اندر اڑا دی گئی، کوئی ذرہ کسی ملک میں، کوئی ذرہ کسی ملک میں ساری دنیا میں اسکی راکھ کو پھیلا دیا جائے تب بھی اللہ تعالی جب حکم دیگا فوراً زندہ ہو جائیگا اجزاء سب مل جائیں گے۔

بعث بعد الموت پر یقین کئے بغیر مؤمن نہیں:

اس بات کا یقین اور ایمان رکھنا ضروری ہے تب ہی جا کر انسان کا ایمان ہوگا ورنہ ایمان

نہیں ہوگا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیث شریف میں اسکی طرف توجہ دلائی اور کئی سینکڑوں حدیثیں ہیں جو ہمیں سبق دلاتی ہیں کہ مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین رکھو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت ہے[1] رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے الدواوین ثلثۃ مرنے کے بعد انسان زندہ ہوں گے تو اللہ کے دربار میں تین کچہریاں قائم ہوگی. تین دفتر قائم ہوں گے، ایک کچہری ایسی ہوگی کہ اس میں جو لوگ جائیں گے انکی تو مغفرت اور بخشش نہیں ہوگی دیوان لا یغفر اللہ لہ الاشراک باللہ۔ وہ دیوان جس میں لوگوں کی بخشش اور مغفرت نہیں وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کی کچہری ہوگی اسلئے کہ اللہ تعالی نے قرآن میں اعلان کردیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ جو لوگ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ انکی مغفرت نہیں کریگا۔ اسکے علاوہ کوئی کتنا بھی بڑا گنہگار ہو اللہ تعالی چاہیگا اپنا فضل کردے گا اسکو معاف کردیگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کیا یا اللہ کو مانتے تھے لیکن اللہ کی ذات و صفات اور عبادت میں کسی کو شریک ٹھہراتے تھے انکی مغفرت نہیں ہوگی۔

شرک کی اقسام:

شرک کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شرک فی الذات۔

(۲) شرک فی الصفات۔

---

[1] عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ الدواوین ثلاثۃ دیوان لا یغفر اللہ الاشراک باللہ یقول اللہ عز وجل ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ، ودیوان لا یترکہ اللہ ظلم العباد فیما بینھم حتی یقتص بعضھم من بعض، ودیوان لا یعبأ اللہ بہ ظلم العباد فیما بینھم وبین اللہ فذاک الی اللہ ان شاء عذبہ وان شاء تجاوز عنہ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوۃ باب الظلم ص ۴۳۵ رقم ۵۱۳۳)

(۳) شرک فی العبادۃ۔

(۱) شرک فی الذات: جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ٹھہرانا۔ بعض عیسائی فرقوں میں انکا عقیدہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت مریم تینوں مل کر ایک خدا ہیں۔ عربی میں اسکو تثلیث کہتے ہیں تینوں مل کر ایک خدا ہے، بعض نے کہا حضرت عیسیٰ ہی خود خدا ہے، مشرک یا بت پرست لوگ بتوں کو بھی معبود مانتے ہیں۔

(۲) شرک فی الصفات: دوسری قسم شرک فی الصفات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو مانے اسکی ذات کو بھی تسلیم کرے لیکن اللہ کے جو صفات ہے اس میں دوسروں کو شریک ٹھہرائے۔ جیسے اللہ کی صفت ہے الحی (حیات دینے والا) الممیت (موت دینے والا) الرزاق (روزی دینے والا) اللہ کے ۹۹ نام ہیں اس میں یہ سب صفات ہمیں سمجھ میں آئیں گی العلیم (علم والا ہر وقت ہر چیز کا اللہ کو علم ہے۔ الخبیر (ہر چیز پر اللہ باخبر ہے) اگر کوئی شخص اللہ کی ان صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہراوے۔ عالم الغیب (غیب کو جاننے والا) وہ چیزیں جاننے والا جو ہماری نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں اسکے لئے تو کچھ غیب ہے ہی نہیں اسکے سامنے تو سب حاضر ہے یہ تو ہمارے اعتبار سے کہا جاتا ہے کچھ چیزیں ہم دیکھتے ہیں کچھ چیزیں نہیں دیکھتے جو چیزیں ہم نہیں دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسکو بھی دیکھ رہا ہے اللہ کے سامنے ہر وقت ہر چیز موجود ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں عالم الغیب والشہادہ، الخبیر، العلیم، الرزاق، البصیر سب صفات ہیں اب کوئی اللہ کو مانتا ہے لیکن اللہ کی ان صفات میں کسی دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے۔ مثلاً اللہ کی صفت ہے زندگی دینا کوئی یہ یقین رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی فلاں بزرگ کسی کو زندگی دیتا ہے۔ یا اللہ روزی دیتا ہے یہ تو اسکی صفت ہے لیکن کوئی یقین رکھے کہ فلاں روزی دیتا

ہے یا اسکی صفت میں شریک ٹھہرا تا ہو، کفار مکہ شرک میں مبتلا تھے اور وہ کہتے تھے کہ اللہ نے پانی برسانے کا کنٹراکٹ (CONTRACT) فلاں بت کو دیا ہے۔ شفاء کا کنٹراکٹ فلاں بت کو دیا ہے۔ اولاد نہیں ہوتی ہے تو اولاد کا کنٹراکٹ فلاں بت کو دیا ہے یہ انکے عقیدے تھے ویسے اللہ کو مانتے تھے انکار نہیں کرتے تھے ایک جگہ نہیں قرآن نے دسیوں جگہ اس بات کو نقل کیا کہ ان سے پوچھو ولئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله (پارہ ۲۱ سورۃ لقمن) اور اے محمد! ان سے پوچھو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو وہ کہیں گے ضرور اللہ نے پیدا کیا انکار نہیں کرتے تھے لیکن اللہ کو ماننے کے ساتھ اس شرک والی بیماری میں مبتلا تھے شرک فی الصفات کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جو بت ہیں جنکے سامنے ہم منتیں مانگتے ہیں چڑھاوے چڑھاتے ہیں یہ اللہ کے مقرب ہیں، لیقربونا یہ اسلئے ہے تاکہ اللہ سے ہم کو قریب کردے ہم عبادت اسلئے نہیں کررہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کررہے ہیں بلکہ یہ بت اللہ کی ذات سے قریب کررہے ہیں یہ اللہ کے دربار میں ہماری شفارش کریں گے، اللہ کے عذاب سے ہم کو چھڑائیں گے یہ عقیدہ رکھتے تھے اسلئے انکا اللہ کو ماننا کوئی معتبر نہیں ہوا اسکو شرک فی الصفات کہتے ہیں۔ اور ایک ہے،

(۳) شرک فی العبادۃ: کہ اللہ کو اپنا رب، خدا سب کچھ مانیں، عبادت اسکی بھی کریں لیکن اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت بھی کریں، دوسرے کے سامنے بھی سجدہ کرے یہ ہے شرک فی العبادۃ۔ بہرحال شرک کی تینوں قسم اس دیوان کے اندر کے لوگ جانتے تھے جو اللہ کی ذات میں، اللہ کی صفات میں، اللہ کی عبادت میں کسی کو بھی شریک ٹھہراتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے کہا چونکہ حضرات صحابہؓ سے زیادہ حضور ﷺ پر کون جان فدا کرنے والا ہوسکتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ اور عشق نبی:

حضرات صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے پیر میں کانٹا چبھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے انکے لئے جان دینا پسند تھی لیکن کانٹا چبھنا گوارہ نہیں حضرت ابو طلحہؓ[۱] انصاری غزوہ احد کے موقعہ پر حضور ﷺ پر دشمنوں کے تیر آنے لگے تو حضرت ابو طلحہؓ کھڑے ہوگئے اپنی پشت کو حضور ﷺ کے سینہ مبارک کی طرف کرلیا اور جتنے تیر تھے سب اپنے اوپر جھیلتے گئے بعد میں دیکھا گیا تو حضور ﷺ کو بچانے کے لئے ستر سے زیادہ زخم ان تیروں کے تھے مطلب انکو اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی اتنے زیادہ حضور ﷺ کے عاشق تھے انہوں نے حضور ﷺ سے ایک دفعہ کہا کہ یا رسول اللہ یہ قیصر روم جو کہ روم کے بادشاہ قیصر، ایران کے بادشاہ کسریٰ انکی رعیت، انکی پوجا انکے سامنے سجدہ کرتی ہے آپ تو انسے زیادہ لائق ہے کہ ہم آپ کے سامنے سجدہ کرے یہ بڑی چاہ درخواست کی تھی کہ وہ جب ان کی پوجا کرتے ہیں سجدہ کرتے ہیں آپ ہمیں بھی اجازت دیں ہم آپ کے سامنے سجدہ کریں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے سامنے سجدہ کرے لیکن اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کی اجازت نہیں اس لئے بیوی کو بھی شوہر کے سامنے سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا[۲]

---

۱ ابو طلحہ انصاری [illegible]

۲ [illegible]

حضور ﷺ کی ایک دعا:

اللہ کے رسول ﷺ نے اسی بناء پر اللہ سے دعا کی اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا ، اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا جیسے بتوں پر جا جا کر لوگ سجدہ کرتے ہیں ، منت مانگتے ہیں ، چڑھاوے چڑھاتے ہیں میری قبر کو ایسا بت مت بنانا ۔ اللہ نے حضور ﷺ کی یہ دعاء قبول کی اور آج تک وہاں یہ نظام ہے چاہے دنیا نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی قبر مبارک پر کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہاں سجدہ کریں ، یا کوئی چڑھاوا چڑھاوے ، حضور ﷺ کی دعاء قبول ہوئی دنیا میں اگر حضور ﷺ پر ہی سجدے ہونے لگتے تو دنیا میں کوئی قبر ایسی نہ رہتی جس پر لوگ سجدے نہ کرتے ۔ تو بہر حال بتلانا یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور ﷺ کی روایت نقل کرتی ہے کہ دیکھو مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور وہاں پر تین کچہریاں ہوگی ایک کچہری کے اندر وہ لوگ جائیں گے جنکی مغفرت نہیں ہوگی وہ شرک کرنے والے ہوں گے شرک فی الذات ہو ، فی الصفات ہو ، یا شرک فی العبادت ہو اور فرمائی ہیں ۔

دوسری کچہری:

دوسری کچہری وہ ہوگی جس کے اندر لوگوں کا حساب کتاب ہوگا کہ اللہ ان کو انصاف

(ماقبل صفحہ کا حاشیہ) ۔ ؎ عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت رسول ﷺ احق ان یسجد لہ قال فاتیت النبی ﷺ فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت یا رسول اللہ احق ان نسجد لک قال ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قال قلت لا قال فلا تفعلوا لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدون لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق (ابوداؤد کتاب النکاح ص ۲۹۱) ۔ ؎ عن عطاء بن یسارؒ قال قال رسول اللہ ﷺ اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد ۔ رواہ مالک مرسلا (مشکوۃ ص ۷۲)

ولائے بغیر نہیں چھوڑیگا یا تو اللہ اپنے فضل سے انکو بدلہ دیگا، یا عدل وانصاف کرکے انکو بدلہ دلوائیں گے، وہ کون ہوں گے؟ ظالمین، مظلومین، دنیا میں جن لوگوں نے دوسروں پر ظلم کیا وہ مظلوم اللہ کو فریاد کریں گے اللہ ان مظلوموں کو ان ظالمین کی نیکیاں دلوائیں گے، اور نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر ان مظلوموں کے گناہ ان ظالموں کے سر پر ڈالے جائیں گے جہاں تک یہ فیصلہ نہیں کریں گے وہاں تک انکے قدم آگے نہیں بڑھیں گے۔ حدیث شریف میں ہے مسلم شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ بہت سے لوگ اپنے ساتھ نماز، روزے، صدقہ وغیرہ کا ڈھیر لیکر جائیں گے لیکن دنیا میں لوگوں کے حقوق ادا نہیں کئے تو ایسے لوگ وہاں مفلس ہوں گے [1]

ظلم کی تین قسمیں ہیں:

بندوں کے اوپر ظلم کرنے کی تین قسمیں علماء نے بتائی ہیں:

(۱) ظلم بالمال: کسی کا ناحق مال لیا چاہے تو زبردستی لے لیا، چرا کر لیا، خیانت کرلی، یا کسی سے قرض لیا تھا ادا نہیں کیا، میراث کا حق دینا تھا ایک بھائی دبا کر بیٹھ گیا دوسرے کو نہیں دیا یہ سب صورتیں ہیں۔

(۲) ظلم بالبدن: کسی کو مارا پیٹا بلاوجہ کسی پر ظلم کیا یہ ظلم ہو یہ کہا جاتا ہے ہاتھ کا ظلم۔

---

[1] عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال تدرون ما المفلس، قالوا المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع، فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویاتی قد شتم ھذا وقذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا، فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ج ۲ ص ۳۲۰)

(۳) ظلم باللسان: زبان سے کسی کو گالی دی، تہمت لگائی، اسکی عزت کسی کے سامنے ختم کی، یہ سارے لوگ آئیں گے اور اپنا حق اللہ سے طلب کریں گے اللہ تعالیٰ انکو جب تک حق نہیں دلوائیں گے وہاں تک ان ظالموں کو آگے جانے نہیں دیں گے۔ مطلب یہ کہ جہنم میں جانے سے پہلے انکا فیصلہ ہوگا پھر بعد میں انکو جہنم میں بھیجیں گے یہ بات اور ہے کہ اللہ اپنے فضل سے، ایمان کی برکت سے کسی موقع پر جنت میں انکو داخل فرمائیں گے۔

تیسری کچہری:

اور تیسری کچہری حضرت عائشہ حضور ﷺ کی اس حدیث میں فرماتی ہے تیسری کچہری وہ ہے کہ لا یعبأ به الله (اللہ کو انکی پرواہ نہیں ہوگی) یعنی یہ کہ اللہ کے حقوق جو فرض ہیں، اب لوگوں نے اس میں بے پرواہی کی، احکام چھوڑے، گناہ کئے۔ اب اللہ کے یہاں دو سلسلے چلیں گے کبھی اللہ کسی کو اپنے فضل سے معاف کردیں گے اسکی پکڑ نہیں کریں گے اللہ کو پرواہ نہیں ہے۔ اور اگر اللہ عدل وانصاف کریں گے ایک ایک نیکی اور برائی کی چھان بین ہوگی بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ انکا نامہ اعمال پورا نیکیوں سے بھرا ہوا ہوگا ایک نیکی کی جگہ خالی ہوگی اسکی وجہ سے جنت میں داخل رک جائیگا، اور کبھی اللہ بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی بخش دیںگے اسکو کوئی پوچھنے والا نہیں اس حدیث کے دیگر واقعات کے عرض کرنے کا منشاء یہی ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ ہونا ہے اپنے گھروں میں، مجلسوں میں اسکا تذکرہ کرنا چاہئے۔

ہمارے معاشرے میں عقیدۂ بعث بعد الموت کے سلسلے میں کمزوری پائی جاتی ہے۔

آج کل ہمارے معاشرہ میں اس عقیدہ کے اعتبار سے بڑی کمزوری پائی جاتی ہے بہت سارے لوگ اسکا اشکال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیسے زندہ ہوں گے کس نے دیکھا ہے؟ گویا انکو یقین نہیں، دیکھو! قرآن پاک نے کتنے واقعے ذکر کئے ثبوت کے لئے تین واقعے بتلائے۔ ایک حضرت ابراہیمؑ کا، دوسرا حضرت عزیزؑ کا، اور تیسرا اصحاب کہف کا واقعہ۔ بہر حال اسکا یقین رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ ہمیں ان حقائق پر یقین رکھنے کی اور ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا الحمد لله رب العلمین

حضرت لقمانؑ کی زریں نصیحتیں (۱)

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا
یہ بیان ۲۷ رمضان شب اتوار
مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

باسمہ تعالیٰ

حضرت لقمانؑ کی زرّیں نصیحتیں (۱)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم (۱) وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ٥ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ٥ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ٥ (سورۂ لقمان آیت ۱۴)

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ٥

یہ سورۂ لقمان کی چند آیتیں ہیں حضرت لقمانؑ حضرت ایوبؑ کے بھانجے ہوتے ہیں اللہ نے انکی عمر بہت طویل فرمائی یہاں تک کہ یہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ تک رہے بلکہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں یہ لوگوں کو فتوی دیا کرتے تھے، دین کی باتیں بتایا کرتے تھے لیکن جب حضرت داؤدؑ کی نبوت ظاہر ہوئی، نبی بنا کر بھیجے گئے تو انہوں نے پھر فتوی دینا بند

کر دیا۔

حضرت لقمان کا نبوت کے بجائے حکمت کو اختیار کرنا:

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت لقمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ تمہیں نبوت لینی ہے یا حکمت کی باتیں لینی ہے، حکمت کہتے ہیں دانشمندی، عقل مندی، حضرت لقمانؑ نے عرض کیا کہ اے اللہ! اگر آپ کی طرف سے نبوت کا حکم ہو تو ضرور میں اس حکم کو بجا لانے کے لئے تیار ہوں، لیکن اگر آپ کی طرف سے دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہو، نبوت کا یا حکمت کا، تو پھر مجھے حکمت ہی عطا فرما دیجئے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۴)

حضرت لقمانؑ نبی نہیں تھے:

چنانچہ اکثر علماء اس بات پر متفق ہے کہ حضرت لقمانؑ نبی نہیں تھے، لیکن بہت بڑے اللہ کے مقرب بندے اور حکیم گذرے ہیں اللہ نے انکی زبان سے ایسی حکمت کی باتیں نکالی ہیں کہ وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت لقمانؑ کے ۱۰ ہزار ابواب کا Research اور مطالعہ کیا۔

نبوت اختیار نہ کرنے کی وجہ:

ان سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نبوت بھی دینی چاہی، پھر نبوت چھوڑ کر حکمت کیوں اختیار کی؟ تو حضرت لقمانؑ نے فرمایا اگر اللہ کی طرف سے مجھے ایک ہی چیز کا حکم ہوتا کہ تم نبی بن جاؤ تب تو اسکی ذمہ داری اللہ پر رہتی اور اسکی طرف سے مدد اور نصرت بھی کی جاتی، لیکن جب اللہ نے دونوں چیزوں میں سے ایک کا حکم دیا، اگر میں اپنے ارادہ سے نبوت کو اختیار کر لیتا تو اسکی ذمہ داری میرے کندھوں پر ہوتی۔ بہر حال یہ بڑے حکیم

گذرے ہیں ویسے ظاہری طور پر تو انکے پاس کوئی کمال نہیں تھا، مثلاً ظاہر میں ایک انسان بہت مالدار اور دولت مند ہوتا ہے بہت حسین وجمیل خوبصورت ہوتا ہے ایسی کوئی چیز انکے پاس نہیں تھی بلکہ یہ تو ایک غلام تھے، اور پستہ قد تھے، رنگ بھی نہایت ہی کالا تھا ناک بھی تھی بالکل چپٹی تھی، لیکن اللہ نے انکو حکمت ایسی دی کہ انکی حکمت کی باتوں کو قرآن میں ذکر کیا گیا، بلکہ ایک سورۃ انکے نام سے اتاری گئی، اور مختلف حدیثوں کے اندر بھی انکی حکمت کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت لقمان کو حکمت ملنے کی وجہ:

ایک مرتبہ لوگوں کے سامنے وعظ ونصیحت بیان فرمارہے تھے اور یہ سلسلہ انکا جاری تھا کہ لوگ دور دراز سے انکی باتیں سننے کے لئے آیا کرتے تھے اور نصیحت وعبرت حاصل کرتے تو ایک مرتبہ وعظ ونصیحت کی مجلس لگی ہوئی تھی کہ ایک شخص آیا اور حضرت لقمان کو کہا کہ اے لقمان تم وہی شخص نہیں ہو کہ ہیں اور تم جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے؟ حضرت لقمان نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں کہا کہ پھر اللہ نے آپکو اتنا اونچا مقام کیسے دیا کہ لوگ آپکی دانشمندی کی باتیں سننے دور دراز سے آتے ہیں؟ حضرت لقمان نے فرمایا میں نے دو چیزوں کو زندگی میں اپنایا اسکی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ دولت عطا فرمائی ایک تو سچائی و دوسری فضول گوئی سے میں نے اجتناب کیا یعنی جب میں نے اپنی زبان سے بات نکالی تو سچ کہا جھوٹ کبھی نہیں کہا اور فضول باتوں سے اپنے آپ کو بچایا اس کی وجہ سے اللہ نے مجھے حکمت کی باتیں عطا کی، اور ایک روایت میں ہے کہ چند چیزیں میں نے اپنائی، زبان کی سچائی، نگاہوں کی پاکیزگی، کبھی بری نظر کسی پر نہ ڈالی، امانت میں کبھی میں نے کوئی خیانت نہیں کی (یعنی وفاداری کی کبھی میں نے کوئی وعدہ خلافی نہیں کی) اسکے علاوہ میں نے کسی کو

اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ یہ چند چیزیں ایسی ہیں جسکی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ بلند مقام عطاء فرمایا تو بہر حال بہت بڑے درجے کے آدمی گذرے ہیں۔ کئی چند نصیحتیں خود قرآن میں بیان کی گئی ہے ویسے آسمانی کتابیں ہیں، توریت، زبور، انجیل، اس میں بھی بیان کی گئی ہیں۔

خطبہ میں پڑھی گئی آیت کا ترجمہ:

ابتدائی آیتوں کا ترجمہ یہ ہے (بے شک ہم نے لقمان کو دانشمندی اور حکمت عطاء کی) اَنِ اشْكُرْ لِلّٰه (یہ حکمت کی باتیں اسلئے عطا تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو) پھر فرمایا (جو شخص اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ کو اسکا کوئی فائدہ نہیں پہونچتا ہے اللہ کسی کا محتاج نہیں خود انسان کو نفع پہونچتا ہے ورنہ اللہ تو مستغنی ہے) جب وہ شکر گذاری کرتا ہے تو اللہ نعمتوں کو اور بڑھاتا ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ (اور جو نعمت کی ناشکری کرتا ہے) فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ستودہ صفت ہے) یعنی ہمیشہ سے تعریف کی جاتی ہے اور تعریف کی جاتی رہیگی۔ اللہ کو کسی کی تعریف، ثناء، شکر کی ضرورت نہیں اس میں ہمارا فائدہ ہے۔

حضرت لقمانؑ کی پہلی نصیحت:

اب آگے نصیحت بیان کی جاتی ہے، سب سے پہلی نصیحت جو حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کی ہے۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (اس وقت کو یاد کرو جب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اس حال میں کہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ تو کسی کو شریک مت ٹھہرا، بے شک شرک البتہ بہت بڑا ظلم ہے)۔

اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کی عقلی وجہ:

انسان کو اللہ نے وجود بخشا ہے، اور دنیا کی بے شمار نعمتیں اسکو عطا فرمائی ہیں جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، اسکا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو اور اپنے محسن کو پہچانے، اسکی عبادت کرے، اس کے علاوہ کسی کی بھی عبادت نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھ بوجھ جانوروں کو بھی عطا کی کہ اپنے محسن کا شکرگذار رہیں اسی کا در پکڑے، اس کے علاوہ کسی کے یہاں نہ جائیں، ایک کتا دیکھئے اسکا لعاب ناپاک ہے لیکن اسکی وفاداری مشہور ہے جس گھر کا ٹکڑا کھاتا ہے کبھی اسکا در نہیں چھوڑتا ہے، بلی جو روٹی پاتا ہے اس کے گھر جانے پینے کا انتظام کرتا ہے وہ اسی کے گھر میں رہتی ہے دوسرے کے پاس نہیں جاتی لیکن انسان کتنا ناشکرا ہے کہ جانور سے بھی کہیں بدتر ہو جاتا ہے کہ اپنے رب کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت میں لگ جاتا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں مشرکین کے متعلق فرمایا گیا بَلْ هُمْ اَضَلُّ (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹) کہ وہ لوگ جانوروں کی طرح ہے بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ ایک جانور تو اپنے محسن و منعم کا شکرگذار ہوتا ہے اور انسان اپنے رب کو بھولا ہوا ہوتا ہے۔

شیخ سعدیؒ کے فارسی اشعار:

حضرت شیخ سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اس کے مقابل انسان کی ناشکری کو دو فارسی شعروں کے اندر ذکر کیا ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند

تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

خوری ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نہ بری

فرماتے ہیں یہ بادل، چاند، سورج، زمین و آسمان، اور یہ دنیا کی بڑی بڑی ساری مخلوقات اے انسان! تیری خدمت میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تو روٹی کا ایک ٹکڑا اپنے منہ کے اندر ڈالے وہ بھی غفلت سے کھائے۔ پھر فرماتے ہیں بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ساری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے تیری خدمت میں لگا دیا لیکن تو اپنے رب کو بھولا ہوا ہے۔ پیٹ بھر کے انسان کھانا کھاتا ہے خوب مزے سے اڑاتا ہے لیکن وہ سوچتا ہی نہیں ہے کہ یہ دانہ یہ غذا کس نے تیار کی۔

انسان کے شرک کرنے پر پرندوں کا افسوس کرنا:

اسلئے پرندوں کو بھی ہماری اور انسان کی بداعمالیوں پر افسوس ہوتا ہے شرک کو نظر پر وہ افسوس کرتے ہیں ایک پرندہ حباری ہوتی ہے[1] پرندہ جب انسان کی بدعملیوں اور گناہوں کو دیکھتا ہے تو اپنی روزی تلاش کرتا ہے لیکن اسکو روزی نہیں ملتی ہے تو وہ انسان کے گناہوں کی وجہ سے روزی میں جو کمی ہوجاتی ہے اڑتا اڑتا تھک ہار کر مر جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیسے انسان ہے کیا کئے گناہوں کی وجہ سے میری روزی میں تنگی ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ قرآن پاک میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے حضرت سلیمان کو اللہ نے ایسی حکومت عطا کی تھی کہ ایسی حکومت آج تک کسی کو عطا نہیں کی گئی اللہ نے ہوا کو آپکے تابع کر دیا تھا، جن آپکے تابع تھے، چرند پرند آپکے تابع تھے۔ جب آپ کہیں دور دراز سفر کرنا چاہتے تو تخت بچھواتے اوپر رکھ دیتے اور ہوا کو حکم دیتے وہ اڑا کر لیجاتی جہاں جانا چاہتے وہاں چلے

---

[1] عن ابی هريرة   بیهقی حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۳

جاتے ساتھ میں جن بھی ہوتے، پرند بھی ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ[1] نے جو پرندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان میں ایک پرندہ ہدہد نام کا جس کی چونچ بڑی ہوتی ہے۔ وہ اس زمانہ کا انجینیر تھا حضرت سلیمانؑ کو جس جگہ جانا ہوتا تو وہ پرندہ اس زمین میں چونچ مارتا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔ اللہ اسکے ذریعے اس کو بتلا دیتے کہ یہ پانی میٹھا ہے، کھارا ہے، نمکین ہے اور پھر آ کے حضرت سلیمانؑ کو خبر دیتا تھا پھر آپ وہاں جاتے تھے۔ ایک دن مجلس کے اندر وہ غیر حاضر تھا قرآن پاک نے کہا۔(۱) وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ. (سورۃ النمل آیت ۲۰) حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو غائب پایا تو فرمایا کہ میں اسکو سخت سزا دونگا یا پھر اس کو ذبح کر دونگا یا یہ کہ میرے پاس کوئی خبر لے آئے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا اور کہا میں آپ کے پاس ایسی قوم کی خبر لایا ہوں جس پر ایک عورت حکومت کرتی ہے اسکے پاس بڑا تخت ہے اسکی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو سچ بات کہتا ہے یا غلط، جا اس خط کو لیکر اسکی طرف ڈال دے پھر دیکھ وہ لوگ کیا کرتے ہیں تو بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے وزراء سے مشورہ کیا تو وزراء نے مشورہ دیا کہ ہم مقابلہ بھی کر سکتے ہیں معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے ہم آپ کے فیصلہ سے راضی ہے بہرحال اس نے یہ فیصلہ کیا (۲) اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً

---

[1] حضرت سلیمانؑ: آپ کے والد کا نام داؤدؑ تھا ۲۱ رمضان کو بطن بنت حنانہ سے پیدا ہوئے اور عمر ۲۳ سال پوری روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے تھے جن اور طیور در ہوا آپ کے تابع تھی اور مسجد اقصیٰ جنات نے آپ کے حکم سے بنائی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کو ۳۰۰ منکوحہ اور ۷۰۰ سریہ تھیں اور آپ کو ایک لڑکا کہ جو کہ ایک عورت سے پیدا ہوا تھا کہ ناقص الارکان یعنی ایک چشم بے گوش و بے دست و بے پا رکھتا تھا بالآخر بسبب دعائے آصف بن برخیا وزیر سلیمانؑ کے صحیح الارکان ہو گیا اور بسبب بلوغ عقل و فہم وصغر سنی میں آپ کے باپ آپ سے مشورہ کرتے تھے اور خاتم سلیمانؑ مشہور ہے کہ آپ جس وقت اسکو اپنی انگشت میں ڈالتے تو تمام بادشاہان جن و شیاطین و طیور آپ کی خدمت میں آتے اور حکم آپکا مانتے تھا وفات آپ کی ۱۵۲ سال یا ۱۴۰ کی واقع ہوئی (تاریخ الاولیاء ج ۱ ص ۱۳۴)

اَفْسَدُوْھَا . بے شک کوئی بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو وہاں فساد مچاتا ہے، خون ریزی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہاں کے باعزت لوگ ذلیل ہوتے ہیں، کتنوں کو غلام باندیاں بنایا جاتا ہے اس لئے ہوری رائے یہ ہے کہ ہم ان سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوں البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں یا نہیں اسلئے کچھ ہدیے تحائف بھیجے. جو بہت قیمتی تھے .قاصد کو کہا کہ دیکھنے وہ ہمارے ہدیئے کو قبول کرتے ہیں یا نہیں. وہاں بھیجا تو حضرت سلیمانؑ نے سارے ھدیے واپس کردئے اللہ نے مجھے بہت دیا ہے ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے. بہرحال اس کے بعد حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں بلقیس اپنے وزراء کے ساتھ آئی پھر اس نے اسلام قبول کرلیا پورا واقعہ مجھے بتلانا نہیں. فقط اس آیت سے یہ بتلانا ہے کہ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ کے جو گونگے جانور ہیں وہ بھی ان کو برا جانتے ہیں قوم سورج کی پوجا کرتی تھی سورج کی پوجا کرنے والوں کو اس نے کتنا برا جانا حضرت سلیمانؑ کے سامنے بڑے درد سے وہ پرندہ کہنے لگا ایک عورت پائی میں نے جو ان پر حکومت کرتی ہے اور سورج کی پرستش کرتی ہے. بہرحال اسی لئے حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے میرے پیارے بیٹے! دیکھو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی اپنے بیٹے کو شرک سے بچنے کی تاکید:

حضرات انبیاءؑ کو بھی اپنی اولاد کی یہی فکر ہوتی تھی چنانچہ حضرت یعقوبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا آپ کے بارہ لڑکے تھے حضرت یعقوبؑ نے اپنی تمام اولاد کو بلا کر پوچھا کہ بتلاؤ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۳) یہ نہیں کہا کہ میرے پاس اتنا بیلنس ہے، فیکٹریاں ہیں اب اسکو کیسے تقسیم

کرو گے پہلی ہی بات حضرت یعقوبؑ نے فرمائی (۱) کہ میری وفات کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ (لڑکے بھی انبیاء کی اولاد تھی)، ہم آپکے اور آپکے والد یعنی اسحاقؑ اور آپ کے دادا حضرت ابراھیمؑ کے رب کی عبادت کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو اپنی اولاد کی اور انکے اعمال کی زیادہ سے زیادہ فکر ہونی چاہئے۔

حضرت علی میاں ندویؒ کا فکرِ اولاد کے سلسلہ میں ایک قول:

مفکر اسلام حضرت علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مجھے کہہ دے کہ ایک چوراہے پر جہاں سے سارے لوگوں کی آمد و رفت ہے کوئی بورڈ لکھ دیا جائے اور مجھ سے کہا جاوے کہ کوئی ایسی بات لکھ دو جو ہمارے کام آئے، سب کے لئے مفید ہو تو کہا میں یہی حضرت یعقوبؑ کا جملہ نقل کروں گا، جو قرآن نے بتلایا کہ وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت اتنی اہم ہے کہ

۱؎ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ: شیخ العرب والعجم، مفکر اسلام، بلند پایہ خطیب و ادیب، جلیل القدر عالم دین، رابطہ عالم اسلامی کے رکن، دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین، مسلم پرسنل لا کے صدر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ آپ حسنی سید تھے، آپ کی ولادت ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہ میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، اعلیٰ تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی، اکابرین دیوبند سے فیض حاصل کرنے کی غرض سے کچھ عرصہ دار العلوم دیوبند میں بھی قیام رہا جہاں حضرت مدنیؒ سے حدیث کے انوارات حاصل کئے، تفسیر میں مہارت کے لئے لاہور جا کر مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے کسب فیض کیا اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر منازل سلوک طے کئے، اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، ۱۹۳۴ء میں آپ کا تقرر ندوۃ العلماء میں ہوا، جہاں آپ نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ دس سال تک تفسیر، حدیث اور ادب کی مختلف کتابیں پڑھائیں، نیز دوران تدریس کئی اخبار کی ایڈیٹنگ بھی کی، اور ۱۹۶۲ء سے تا دم حیات ندوۃ کے ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز المرام رہے، آپ نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے، خواہ علمی ہو یا ادبی، سیاسی ہو یا سماجی، دینی ہو یا فنی آپ کی تصانیف درجنوں سے زائد ہیں جن میں سے ہر ایک عالمی شہرت یافتہ ہیں، آپ کی وفات ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء میں ہوئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

انبیاء کی اولاد باوجودیکہ نبوت کے گھرانے میں ہے۔اس کے باوجود انہیں یہ فکر تھی کہ میرے جانے کے بعد کہیں یہ دین سے نہ پھر جائیں تو ایک نصیحت یہ فرمائی اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ اے میرے پیارے بیٹے شرک بہت بڑا گناہ ہے۔

انگریزی اسکولوں میں ایمان کو ختم کرنے کی تعلیم:

میرے بھائیوں! انگریزی اسکولوں میں ہمارے بچوں کو ہم بڑے شوق سے ڈالتے ہیں کوئی منع بھی نہیں کرتے ہیں لیکن منع اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے وہاں انکی اس طرح تربیت ہوتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے جوان ہونے تک اپنے ایمان کو کھو چکے ہوتے ہیں ایک نہیں متعدد واقعات سننے میں آئے۔چھوٹے بچے جب پڑھتے ہیں تو انکے ذہن میں وہاں کی تعلیم کا اثر ہوتا ہے۔ایمان، اللہ، رسول کیا ہے وہ انکے دل ودماغ سے غائب ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کا ایک واقعہ:

ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ[1] ایک مرتبہ بنگلور کے ایک سفر میں تھے روز

---

[1] فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ، پیدائش ۲۷/۳ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۷/ اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ بمقام چھپراؤں ضلع مراد آباد یوپی ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی فراغت کے بعد ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ تا ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مدینہ میں قیام رہا، رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ میں اپنے والد شیخ الاسلام کے دست حق پر بیعت ہوئے ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے صدر منتخب ہوئے جس پر تادم حیات فائز رہ کر ملک وملت کے لئے عظیم خدمات انجام دیں ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۹ فروری ۲۰۰۶ء بوقت ۶ بجے بمقام اپولو ہسپتال دہلی یہ آفتاب حریت غروب ہوگیا، ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۰ فروری ۲۰۰۶ء کو صبح ۸ بجکر ۲۵ منٹ پر دارالعلوم میں حضرت مولانا محمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار قاسمی دیوبند میں اپنے والد کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے آسودۂ خواب ہوگئے۔ (مستفاد از خطبات فدائے ملت)

اعلیٰ تعلیم یافتہ لیکن وہ اس بات سے ناواقف ہے کہ جنازہ کی نماز کس کو کہتے ہیں اور باپ اور ماں کا آخری حق بھی ان سے ادا نہیں کیا جا سکتا تو میرے بھائیو! اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم، اور اچھے ڈاکٹروں کی بھی ہمیں ضرورت ہے، اچھے انجینیروں کی ہمیں ضرورت ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ ہنرمندوں کی بھی ہمیں ضرورت ہے لیکن ضرورت اسکی ہے کہ سب سے پہلے ہمارا ایمان پختہ کرے، ہماری اولاد کو اسکولوں کی تعلیم کے ساتھ ابتداء ہی سے مدارس، مکاتب، بزرگوں کی صحبت میں رکھیں تا کہ انکا ایمان ایسا مضبوط ہو جائے کہ وہاں جائے تو ایمان دے کر آوے نہ کہ کھو کر آوے اسکی ضرورت ہے.

ایک شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو یورپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جب وہ وہاں سے تعلیم حاصل کر کے آئے تو بڑے فخر سے اپنے احباب کو، دوستوں کو، رشتہ داروں کو کہا میرا بیٹا تو بہت ترقی کر کے آیا ہے بڑی بڑی ڈگری حاصل کر کے آیا ہے صرف اتنا ہے کہ وہ ذرا بے دین ہو گیا ہے. حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی[1] نے اس پر ایک

---

[1] حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی: شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی صاحب بیک وقت ایک جید ترین عالم و محقق، مفسر و مدبر، محدث و فقیہ، مصنف و مؤلف، بہترین متکلم اور شیخ کامل ہیں آپ مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی کے فرزند ارجمند ہیں اور پاکستان کے ممتاز ترین علماء میں سے ہیں آپ ۵ شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء دیوبند ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے، رجب ۱۳۶۷ھ مئی ۱۹۴۸ء میں والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی مختلف اساتذہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم کراچی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے سند فراغت حاصل کی، پھر دو سال تکمیل افتاء کیا پھر پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک، جامعہ کراچی سے .B.A، سندھ مسلم سے .L. L. B اور جامعہ پنجاب سے .M.A عربی اور LOW کر کے امتیازی پوزیشن سے کامیابی حاصل کی۔ آپ دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم، ماہنامہ البلاغ کے مدیر اور اسلام کی متعدد دینی مجلسوں کے معزز رکن اور پاکستان کے کئی بڑے دینی مدارس کے شوریٰ کے رکن اعلیٰ بھی ہے نیز آپ کو عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی اور مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی سے بیعت و اجازت کا شرف بھی حاصل ہے آپ کی تصنیفات میں تکملہ فتح الملہم، انعام الباری، درس ترمذی، اصلاحی خطبات، اور بحوث فقہیہ معاصرہ کا شہرہ چہار دانگ عالم میں ہے حق تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اوصاف و کمالات سے نوازہ ہے

مثال لکھی کہ دین کتنا سستا ہے وہ کہہ رہا ہے ذرا سے بے دین ہو گیا یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص اسکی طبیعت serieas ہو گئی اب بڑے ڈاکٹر کو بلوایا گیا چیک کروایا گیا چیک کر کے جب باہر نکلا تو اس کے رشتہ داروں نے جب پوچھا کہ pessiont کی طبیعت کیسی ہے تو کہنے لگا بہت اچھا ہے کوئی فکر کی بات نہیں بس ذرا سی روح نکل گئی ہے لوگ اس ڈاکٹر کو بیوقوف کہیں گے روح ہی تو اصل تھی یہ تو ایسے ہی ہے کہ بہت ترقی کر لی، بہت تعلیم حاصل کر لی، لیکن ذرا سا بے دین ہو گیا دین ہی زندگی سے نکل گیا تو رہا کیا میرے بھائیوں! ضروری ہے کہ اپنے ایمان کی، اپنی اولاد کی فکر کریں، ہماری لڑکیوں کے ایمان کی فکر کریں ایک دو واقعہ نہیں ہر چند دنوں میں واقعہ سننے میں آتا ہے ہماری مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ نکاح کر رہی ہے باقاعدہ اسکی مہم چھائی جا رہی ہے بعض فرقہ پرست عناصر ایسے ہیں جو باقاعدہ اسکی کوشش کرتے ہیں مسلم بچیوں کو زیادہ سے زیادہ بہکایا جائے۔ ماں باپ اپنی اولاد سے حسن ظن رکھتے ہیں کہ ہماری بچیاں ایسی ہو ہی نہیں سکتی۔

اولاد کی نگرانی کرنا والدین کی ذمہ داری ہے:

میرے بھائیوں! اسکی نگرانی کی ضرورت ہے اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی ذمہ داری سپرد کی ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (اے ایمان والوں تم اپنے آپ کو بھی جہنم سے بچاؤ اور اہل وعیال کو بھی جہنم سے بچاؤ) یہ اہم ذمہ داری ہے۔ بخاری، مسلم اور حدیث کی کتابوں میں ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ[۱]

[۱] عن عبد اللہ قال النبی ﷺ کلکم راع وکلکم مسئول رعیتہ فالامام راع وھو مسئول والرجل راع علی اھلہ وھو مسئول والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وھی مسئولۃ والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عن وکلکم راع وکلکم مسئول (بخاری ج ۲ ص ۷۷۹، مسلم شریف ج ۲ ص ۱۲۲)

میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا کہ اس کے ایمان کی، اعمال کی فکر کی تھی یا نہیں قرآن پاک نے جگہ جگہ نصیحت بیان فرمائی ہے اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی اولاد کی فکر کی ہے تو پہلی نصیحت اس میں ہے، حضرت لقمان نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا یعنی ایمان کے ساتھ رہو، اسی کو ایک مانو، اسی اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ توحید (ایک ہی اللہ کو ماننا، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک مت ٹھہرانا) بچپن ہی سے آتی ہے ایک چھوٹا سا بچہ جب کھلونا لاتا ہے تو اس کا بھائی یا کوئی بھی ہو اس کو نہیں دیتا partnership پسند نہیں کرتا۔ جب ایک چھوٹا سا بچہ شرکت پسند نہیں کرتا تو رب العالمین اپنی عبادت میں دوسروں کی شرکت کیسے پسند کرسکتا ہے؟ وہ تو بے نیاز ہے، سب کا خالق و مالک ہے۔ اسلئے سب کچھ معاف ہوسکتا ہے اللہ کے یہاں بڑے سے بڑا گناہ معاف ہوسکتا ہے، اللہ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کریگا لیکن اسکے علاوہ جس کو چاہیگا اسکی مرضی ہے معاف کردیگا۔ آج ماحول اس طرح ہوگیا ہے کہ اسکی وجہ سے انسان کا ایمان ختم ہوجاتا ہے اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔

والدین کی اطاعت کا حکم:

آگے کی آیت میں فرمایا وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۔ قرآن پاک کا یہ طرز ہے کہ جہاں قرآن نے اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور شرک سے انسان کو روکا اسکے بعد فورًا والدین کی اطاعت کا حکم دیا، انکی فرمانبرداری کا حکم دیا، اسلئے کہ دنیا میں انسان کو وجود بخشنے

والا وہ تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہ دنیا اسباب کی جگہ ہے سبب کے درجہ میں ہمارے وجود کا ذریعہ وہ ماں باپ بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی حقیقی وجود بخشنے والا ہے لیکن سبب کے درجہ میں ماں باپ ہے اسلئے اپنی اطاعت کے بعد دوسرے نمبر پر ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے:

حدیث میں بھی جہاں بڑے بڑے گناہ بتلائے، چنانچہ[۱] مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ میں بہت ساری روایتیں ہیں اس میں جہاں حضور ﷺ نے کبیرہ گناہ کو بتلایا، ہلاک کرنے والے گناہ کونسے ہے اس میں سب سے پہلے تو شرک بتلایا اور دوسرے نمبر پر عقوق الوالدین یعنی والدین کی نافرمانی اسلئے اس آیت میں کہ ہم نے انسان کو وصیت کی انکے والدین کے بارے میں، کہ اسکی ماں نے اسکو اٹھا کر رکھا مشقت کے ساتھ، مشقت در مشقت کے ساتھ، اور اسکی دودھ چھڑانے کی مدت ۲ سال رہی، یہ کہ وہ بندہ میرا بھی شکر ادا کرے اور اپنے ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کرے۔ اور میری طرف اسکو لوٹنا ہے۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا، انکی فرمانبرداری کا، ان کے ساتھ حسن سلوک کا، اسلئے کہ ماں ۹ نو ماہ تک اپنے بچہ کو اٹھا کر رکھتی ہے، اور تکلیف پر تکلیف اٹھاتی ہے، اور کمزوری پر کمزوری کو برداشت کرلیتی ہے اس کے بعد بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا، دو ڈھائی سال تک دودھ پلاتی ہے، چھڑاتی ہے، کتنی خدمت کرلیتی ہے اسلئے ہم نے حکم دیا کہ انکے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں چونکہ حقیقت پیدا کرنے والا ہوں تو میں ہوں میرا پہلے

---

[۱] عن انس عن النبی ﷺ فی الکبائر قال الشرک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وقول الزور. (مسلم شریف ج ا ص ۶۴. ترمذی ج ا ص ۱۲. مشکوٰۃ رقم ۵۰)

شکر ادا کرے، اور اس کے بعد اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرے، اور رہی لے (یہ انسان کو خطاب ہے) اگر انسان دنیا کے اندر ماں باپ کی ناشکری کریگا، یا اللہ کی ناشکری کریگا میرے پاس لوٹ کر آنا ہے وہاں سب جزا وسزا ملنے والی ہے۔

والدین کی نافرمانی علامات قیامت میں سے ہیں:

آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ وبا اور یہ مصیبت بہت پھیل گئی ہے اولاد کی نافرمانی ویسے بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے بخاری شریف[۱] کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس انسانی شکل میں حضرت جبرئیل آئے اور چند سوال کئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ کیا تھا قیامت کب آئیگی حضور ﷺ نے فرمایا، قیامت اسکا حقیقی علم ما المسئول عنها باعلم من السائل. جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے یعنی مجھ سے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے. ما المسئول عنها بأعلم من السائل. فرمایا جیسے تم قیامت کے بارے میں سوال کررہے ہو، تمہیں علم نہیں تو مجھے بھی علم نہیں. جبرئیل امین نے کہا چلو آپکو بھی علم نہیں مجھے بھی علم نہیں نشانیاں تو بتلادو، حضور ﷺ نے فرمایا أن تلد الأمة ربتها، وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء،

---

[۱] عن ابی هريرة قال كان النبی ﷺ بارزا يوما للناس فاتاه رجل فقال ما الايمان؟ قال الايمان ان تؤمن بالله وملائكته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث قال ما الاسلام؟ قال الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به وتقيم الصلوة وتؤدی الزكوة المفروضة وصوم رمضان. قال ما الاحسان؟ قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراک. قال متى الساعة؟ قال ما المسئول عنها باعلم من السائل وساخبرک عن اشراطها اذا ولدت الامة ربها، واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنيان فی خمس لا يعلمهن الا الله ثم تلا النبی ﷺ ان الله عنده علم الساعة الآية ثم ادبر فقال ردوه فلم يروا شيئا فقال هذا جبرئيل جاء يُعَلِّمُ الناس دينكم قال عبد الله جعل ذلک كله من الايمان (بخاری ج ۱ ص ۱۲)

یتطاولون فی البنیان دونشانیاں اس حدیث میں بتلائی گئی ایک نشانی تو یہ کہ أن تلد الأمة ربتھا، اس جملہ کا مطلب حدیث کے شارحین نے اسکی مختلف تشریح کی ہیں آسان سا یہ مطلب بتلایا گیا کہ قیامت سے پہلے حالات میں تبدیلی آجائیگی گھر کے اندر ماں کی حیثیت وہ تو آقائی کی ہے اور اولاد بیٹیوں کی حیثیت وہ خادم کی ہے اولاد اپنے ماں باپ کی خدمت گزار ہونی چاہئے لیکن قیامت سے پہلے ایسا حال ہوجائیگا اولاد پیدا ہوگی تو ان کی ماں باندی ہوگی اور اولاد ان کی آقا کی طرح حاکم بن جائے گی ماں باپ تو غلام باندی کی طرح عاجز ہوجائیں گے اور اولاد ان پر حکومت کرے گی اولاد ان پر ظلم کرے گی اولاد ان سے خوب خدمت لے گی یہ حال قیامت سے پہلے ہوجائیگا۔

قیامت کی دوسری علامت:

اور دوسری علامت بتائی أن تری الحفاۃ العراۃ۔ ”حفاۃ“ حافی کی جمع ہے ایک وقت ایسا تھا کہ ان کے بدن پر کپڑے بھی میسر نہیں تھے ننگے پیر تھے ان کو جوتا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا ”العراۃ“ ننگے بدن تھے ان کو کپڑا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا اور ”رعاء الشاۃ“ علم سے حکمت سے، دانشمندی سے کوئی واسطہ نہیں تھا بکریاں چراتے تھے، جاہل تھے لیکن ایک وقت ایسا انقلاب آجائیگا کہ تو دیکھے گا کہ ننگے بدن، ننگے پیر بکریاں چرانے والے بالکل احمق بیوقوف لوگ دنیا کے حاکم اور بادشاہ بن جائینگے آج یہی حال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئیاں ہوبہو صادق آرہی ہے ایسے حکام ہوتے ہیں کوئی درد، کوئی دانشمندی کوئی حکمت نہیں ہوتی بڑے بڑے حکام ہیں اور ایسی گالی گلوچ کرتے ہیں کہ گھٹیا درجہ کا آدمی بھی ایسی گالی گلوچ نہیں کرسکتا اللہ کے رسول ﷺ کی یہ سب پیشین گوئی صادق آرہی ہے مقصد یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کی

ہم نے قسمیں تاکید کی ہیں۔ حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کبیرہ گناہ جہاں شمار کئے بڑے گناہ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے ہیں ان میں ایک " **عقوق الوالدین** " ماں باپ کی نافرمانی جن لوگوں سے ماں باپ ناراض ہوں ان سے قطع تعلق ہو ان کو بتایا گیا ہو رمضان کا مہینہ ہے اسلئے توبہ استغفار کرنا چاہئے تو پتہ لگ گیا ہے اس گناہ کی توبہ ہے کہ ماں باپ سے معافی مانگیں، ماں باپ کو راضی کریں، خوش کریں تو یہ گناہ معاف ہوگا ورنہ یہ گناہ معاف نہیں ہوگا۔

حضرت جبرئیلؑ کی تین بد دعاء اور ان پر حضور ﷺ کا آمین کہنا:

حدیث میں اسکی بڑی وعیدیں آئی ہیں ہم نے یہ حدیث سنی حضرت کعب بن عجرہؓ[1] کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم قریب آجاؤ صحابہؓ منبر کے قریب آگئے اور آپ ﷺ نے منبر پر قدم رکھا (تو سیڑھی پر قدم رکھتے ہیں تو آہستہ چڑھتے نہیں ہے) لیکن اس مرتبہ حضور ﷺ نے زور سے آمین کہا اس کا مطلب ہے کہ کوئی دعاء کی جا رہی ہے اور آمین تو دعاء کے موقع پر کہتے ہیں۔ آمین عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے کہ اے اللہ قبول کر حضور ﷺ نے آمین کہا گویا آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ قبول کر، پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا اور کہا آمین اے اللہ تو قبول کر۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا پھر فرمایا آمین اے اللہ تو قبول کر۔ جب آپ ﷺ کا وعظ ختم ہوگیا تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آج آپ منبر پر چڑھتے تو آپ کی زبان مبارک سے آمین نکلی ہے آپ آمین بول رہے ہیں؟[2]

---

[1] کعب بن عجرہ البلوی الانصاری۔ آپ مشہور صحابی تھے۔ ... آپ سے ... روایات ... وفات آپ کی ۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔

[2] [illegible]

ﷺ جن کی دعاء اور بددعاء کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے آج ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ رمضان کو ہم نے ایسا وصول کیا؟ کیا ہم نے رمضان کی ایسی قدر کی کہ ہماری مغفرت ہو جائے اللہ کی ذات سے ہم امید رکھتے ہیں اسکے فضل سے ضرور امید رکھنا چاہئے لیکن ہم اپنے اعمال پر غور کریں روزے ہم نے برابر رکھے ہیں گناہ چھوڑے یا نہیں رمضان میں بھی اللہ کی نافرمانی ہماری چلتی رہی واقعہ یہی ہے کہ رمضان چلتا رہا لیکن روزے میں بھی ہم سے گناہ نہیں چھوٹے، اللہ کی نافرمانی ہم سے نہیں چھوٹی۔

دوسری بددعاء:

اور دوسری سیڑھی پر جب قدم رکھا تو جبرئیل امین نے فرمایا کہ ہلاک ہو، برباد ہو وہ شخص جس نے اپنی زندگی میں ماں باپ کو پایا یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا، ایک کا انتقال ہو گیا دوسرا موجود ہے پھر بھی وہ اپنی مغفرت نہیں کرا سکا، ماں باپ ناراض رہے، انکو اذیت پہنچائی تو کہاں سے وہ خوش ہونے والے ہیں؟ اگر ایسا کوئی آدمی ہے کہ ماں باپ دنیا سے چلے گئے یا ابھی بھی ہیں لیکن ناراض ہیں اسکی بھی مغفرت یعنی اللہ اسکو جلدی سے معاف نہیں کریگا۔

ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہیں:

ایسے بہت سے گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں معاف کر دیتے ہیں یا آخرت میں سزا دیں گے، لیکن ماں باپ کو ستانا ایسا گناہ ہے کہ دنیا میں بھی اللہ اسکو سزا دیتے ہیں اسکا بدلہ دیتے ہیں۔ ہمارے دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا ارشد صاحب مدظلہ العالی ہیں حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی سناتے ہیں انہوں نے واقعہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ

دیوبند میں راستہ سے جا رہا تھا تو میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس نے اپنے باپ کا گریبان پکڑا ، اسکو مارا پیٹا سامنے ہی دوکان کے تالی تھی ، تالی کے اندر مت دبا کر مارنے لگا مجھے اس پر بڑا ترس آیا ایک عرصہ گذر گیا لیکن دل میں خیال آتا رہا . ماں باپ کے ساتھ جیسا سلوک کرے گے انکی اولاد انکے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گی . فرمایا میں سوچتا تھا کہ پتہ نہیں اسکا کیا حال ہوگا اب اسکے باپ کا تو انتقال ہو گیا یہ آدمی بھی جوانی سے بوڑھاپے کی طرف مائل ہو گیا ، بوڑھا ہو گیا . ایک واقعہ میں نے بچپن میں اس کی جوانی کا دیکھا تھا . اور پھر فرمایا دوسرا واقعہ پیش آیا جو میں نے بوڑھاپے میں دیکھا تو فرمایا میں ایک دن وہیں سے گذر رہا تھا تو اسی جگہ جہاں پر اس آدمی نے اپنے باپ کو مارا تھا میں نے دیکھا ایک برقع پوش لڑکی آئی اور اس نے اسکو مارا جو تالی تھی اسی جگہ اسکا مت دبایا جس جگہ اس نے اپنے باپ کا مت دبایا تھا میں کھڑا رہا پھر تحقیق کی کہ کون ہے یہ لڑکی جو اس پر ظلم کر رہی ہے؟ تو کسی نے بتلایا کہ یہ تو اسی کی لڑکی ہے اس نے اسکو اس طرح بیدردی سے مارا، تو کہا دیکھو اللہ نے اسکا بدلہ اسی کی لڑکی سے دلوایا لڑکا نہیں تھا تو ضرورت ہے کہ ماں باپ کی اطاعت کرے ، اور انکو راضی کرے ، اور خوش کرے ۔

ماں باپ کی نافرمانی سے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے:

یہ گناہ تو ایسا ہے کہ مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہیں ہوتا ہے . ایک صحابی جو حضور ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں انکا انتقال ہونے لگا علقمہ انکا نام ہے لوگ انکو کلمہ پڑھا رہے ہیں لیکن انکی زبان سے کلمہ ادا نہیں ہوتا ہے حضور ﷺ پہونچے ، حضور ﷺ کے سامنے بھی پڑھا نہیں جا رہا ہے ، زبان رک رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخر ان سے کوئی گناہ صادر ہوا ہوگا . لوگوں نے کہا کہ حضرت انکی والدہ ان سے ناراض ہے . انکی والدہ کو بلایا گیا

اور فرمایا کہ کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ تیرا بیٹا جہنم میں جائے؟ تو فرمایا نہیں تو کہا تیری وجہ سے اسکا کلمہ رکا ہوا ہے (تیری ناراضگی سے) اسکو معاف کردے، تبھی اسکو کلمہ نصیب ہو جائیگا چنانچہ حضور ﷺ کے کہنے سے اس نے سب کچھ معاف کردیا اور اسکی زبان پر کلمہ جاری ہوا پھر اسکا انتقال ہو گیا۔[1]

آج ہمارے معاشرے میں یہ گناہ عام ہو گیا ہے:

آج یہ چیزیں ہمارے معاشرہ میں اتنی رائج ہو گئی لوگ اسکو گناہ ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ ماں باپ کو ناراض کرتے ہیں ستاتے ہیں قرآن میں یہ حکم دیا **لا تقل لهما أف ولا تنهرهما** (ماں باپ کو اف مت کہو اور نہ انکو جھڑک کر کوئی بات کہو) اف کہنا اف یعنی کوئی ایسی بات جس سے والد کو یا والدہ کو غصہ سے کہنا **واخفض لهما جناح الذل** تواضع اور عاجزی کے بازو ان کے لئے بچھا دو اکثر ایسا ہوتا ہے بیچارے بوڑھے ہو جاتے ہیں بیماری لاحق ہو جاتی ہے چڑچڑاپن ہو جاتا ہے اسکی وجہ سے کبھی غصہ میں کہہ دیتے ہیں ناحق کوئی بات کہتے ہیں اور اللہ کا یہ حکم ہے کہ ایسے موقع پر بھی تم نرمی سے بات کرو۔

---

[1] عن عبد الله بن أبي أوفى قال كنا عند النبي ﷺ فأتاه آت فقال شاب يجود بنفسه قيل له قل لا إله إلا الله فلم يستطع فقال كان يصلي فقال نعم فنهض رسول الله ﷺ ونهضنا معه فدخل على الشاب فقال له قل لا إله إلا الله فقال لا أستطيع قال لم قال كان يعق والدته فقال النبي ﷺ أحية والدته قالوا نعم قال ادعوها فدعوها فجاءت فقال هذا ابنك فقالت نعم فقال لها أرأيت لو أججت نار ضخمة فقيل لك إن شفعت له خلينا عنه وإلا حرقناه بهذه النار أكنت تشفعين له قالت يا رسول الله إذا أشفع قال فأشهدي الله وأشهديني أنك قد رضيت عنه قالت اللهم إني أشهدك وأشهد رسولك أني قد رضيت عن ابني فقال له رسول الله ﷺ يا غلام قل لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله فقالها فقال رسول الله ﷺ الحمد لله الذي أنقذه بي من النار. رواه الطبراني (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۸)

اف تک مت ہو جھڑک کر بات مت کرو۔

بچپن اور بوڑھاپا ایک جیسا ہوتا ہے:

اور بچپن اور بوڑھاپا یہ دونوں برابر ہوتے ہیں، کسی کتاب میں واقعہ میں نے پڑھا کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھے باپ اپنے بیٹے کے ساتھ گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہیں گھر کی دیوار پر ایک کوا آکر بیٹھا باپ نے اپنے نوجوان بیٹے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا ابا یہ کوا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا بیٹا یہ کیا ہے اس نے ذرا سختی کی کہہ تو رہا ہوں کہ کوا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر تیسری بار پوچھا بیٹا یہ کیا ہے؟ تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا کہہ تو رہا ہوں کہ یہ کوا ہے بیچارے باپ نے گردن جھکا دی اور اپنے گھر میں سے پرانی ڈائری نکالی اور ایک ورق پر ایک مہینہ، تاریخ اور دن لکھا تھا، بیٹے کو بلایا بیٹے ذرا ادھر آؤ یہ پڑھو، کہا کہ دیکھو جب تم چھوٹے سے تھے بڑی پیار محبت سے ہم نے تم کو پالا جب تم بولنے لگے تو کتنی شفقتیں ہماری تمہارے اوپر رہی ہیں تو ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا تم میرے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور کوا بیٹھا ہوا تھا تو تم نے یہی بات (دن، تاریخ، سال برابر پڑھو) پوچھی تھی کہ ابا یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ بیٹا یہ کوا ہے، دوسری دفعہ پھر تم نے پوچھا کہ ابا یہ کیا ہے؟ کہا میری شفقت اور بڑھی کہ بیٹا یہ کوا ہے، اس طرح دیکھو میں نے لکھا ہے ۲۵ دفعہ سوال کیا اور ۲۵ مرتبہ میں نے محبت ہی سے جواب دیا، ایک دفعہ بھی غصہ نہیں ہوا اور میں نے تیسری مرتبہ پوچھا تو تمہارا لہجہ بدل گیا تیسری دفعہ تم نے غصہ سے مجھے ڈانٹ دیا۔

اولاد بڑی ہو کر اپنے ماں باپ کے احسان کو بھول جاتی ہے:

حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے احسانات کو بھول جاتا ہے کتنی شفقتوں سے اور کتنی پریشانیوں سے ماں باپ اپنی اولاد کو پالتے ہیں اور بعد میں اولاد نافرمان ہوجاتی ہے ایک اسٹوڈنٹ گریجویٹ ہوگیا اسکے والد بیچارے سیدھے سادے لباس میں اسکے دفتر میں office میں گئے اس کے سب ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اندر گئے سلام کیا آفس میں موجود اور لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس کے بیٹے نے کہا میرے ملنے والے ہیں باپ بھی تو بہت ہوشیار تھے انہوں نے کہا کہ نہیں بیٹا میں اسکے ملنے جلنے والوں میں سے نہیں ہوں اسکی ماں کا ملنے والا ہوں یعنی اسکا باپ انہوں نے اس طرح جواب دیا۔

آج کی انگریزی تعلیم کی قباحت:

بہرحال آج انگریزی تعلیم کا حال یہ ہے کہ اسکی وجہ سے باپ کو باپ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے میں نے خود اپنی آنکھوں سے بعض جگہ دیکھا انگریزی تعلیم یافتہ جو ہوتے ہیں باپ کو آفس میں آنے نہیں دیتے کہ بھئی بڑے میاں گھر پر ہی جاؤ، انکو شرم آتی ہے کتنی اسکی اعلیٰ تعلیم ہوگئی۔ اسلام کی تعلیم کیا ہے کہ باپ کیسا بھی ہو تمہارا باپ اگر مشرک ہو اور تمہاری ماں اگر مشرکہ ہو اگر شرک پر مجبور کرے شرک مت کرو لیکن انکی خدمت تب بھی تم پر واجب ہے آگے اسلئے فرمایا۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اگر ماں اور باپ تمہیں مجبور کرے کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو، اللہ کی نافرمانی کرو اس میں انکی بات مت مانو لیکن دنیا میں رہتے ہوئے انکے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو خدمت، اطاعت، صلہ رحمی وہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں

اسلامی تعلیم کا حسن:

ایک حکم قرآن نے دیا اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ماں باپ تمہارے مشرک بھی ہو جب بھی انکی خدمت، اطاعت، صلہ رحمی کرو اسلئے حضرت لقمان کی نصیحت کے ساتھ قرآن نے ماں باپ کا بھی ذکر کیا، اور آگے کی آیت میں ہے واتبع سبیل من اناب الی ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو جو میری طرف رجوع کرتے ہیں ماں باپ کا راستہ اختیار مت کرو ثم الی مرجعکم پھر میری طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے فانبئکم بما کنتم تعملون دنیا میں جو کچھ تم کرتے تھے میں تمہیں سب چیزوں کی خبر دونگا، ماں باپ کی کہ تم نے شرک میں اطاعت نہیں کی وہ بھی میں تمہیں بتلادوں گا، تو آج اسکی بھی ضرورت ہے کہ اولاد کی تعلیم دی جائے کہ اولاد ہماری مطیع فرمانبردار رہے ابتداء ہی سے دینی مزاج بنایا جائے اللہ کا خوف بچپن ہی سے دلوں میں ہوگا ایمان بھی انکا رہیگا اور وہ بھی مطیع فرمانبردار ہوگی۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو دوسری نصیحت کہ اللہ کی ذات کا استحضار رکھنا:

دوسری نصیحت: یبنی انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموت او فی الارض یات بہا اللہ ان اللہ لطیف خبیر۔ ایک نصیحت حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی کہ اللہ کے ساتھ شرک مت کرو دوسری نصیحت میں اللہ کی ذات کا استحضار اور دھیان کی انسان کو تعلیم دیتے ہیں۔

کوئی چیز اللہ سے مخفی نہیں ہے:

اے میرے پیارے بیٹے! بے شک اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہوگی، اور وہ چیز کسی چٹان کے اندر ہوگی یا آسمان میں ہوگی یا زمین کے اندر ہوگی اللہ تعالیٰ اسکو پیش کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے اور ہر چیز پر باخبر ہے رائی کے دانہ کے برابر اصل میں ہمارے سامنے رائی کا دانہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے ورنہ اس سے بھی کوئی چھوٹی چیز اور چٹان کے اندر رکھی ہو یا آسمانوں کے اندر ہو کتنا بڑا ہے آسمان کہاں سے ابتداء کہاں پر انتہاء ہمیں کچھ پتہ نہیں یا زمین میں کہیں بھی وہ دانہ ہو مراد اس سے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بھلائی کہیں بھی کی گئی ہو یا چھوٹا سے چھوٹا گناہ کہیں بھی کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے پیش کردے گا اللہ کی نگاہ سے کوئی چھپ نہیں سکتا کوئی انسان کتنے پردوں میں، اندھیروں میں، تاریکیوں میں کوئی گناہ کرے ان گناہوں کو اللہ کی نگاہ سے کوئی چھپ نہیں سکتا بلکہ انسان کے دل میں جو خیال آتا ہے نیکی کرنے کا، برائی کرنے کا وہ خیال بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے قرآن میں بھی واقعات بتلائے، احادیث میں بھی کہ اللہ تعالیٰ ان دلوں کی باتوں کو کیسے جانتا ہے، چپکے چپکے باتیں کی ہیں کسی نے سنا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو برابر بتلاتا ہے۔

انسان کی بزرگی کا مدار تقویٰ پر ہے:

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر انہوں نے اللّٰہ اکبر کی صدا بلند کی۔ اس وقت جو بڑے بڑے کافر تھے انہوں نے کہا کاش کہ اس دن سے پہلے ہماری موت ہو جاتی تو اچھا ہوتا کہ یہ دن ہمیں

دیکھنا نہ پڑتا کہ ایک حبشی غلام کعبۃ اللہ پر اذان دے رہا ہے۔ جو اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے انکو عار آئی، غیرت آئی کہ کاش اس دن سے پہلے مرجاتا۔ ایک نے کہا محمد کو اس کالے کلوٹے کوے کے سوا کوئی ملا ہی نہیں؟ آج مکہ فتح ہوا ہے کسی اچھے آدمی کو اذان دینے کا کہتے، ایک کہنے لگا میں کچھ نہیں بولتا ہوں ابھی کچھ بولوں گا تو اللہ وحی اتار دیگا، یہ انکی گفتگو ہو رہی تھی کہ اللہ نے آیت اتار دی کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ دنیا میں کالے، گورے غلام، آزاد کا فرق ہے لیکن اللہ کے یہاں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہو۔ بلال[۱] تقوی والا ہے اسلئے اسکے رسول نے اس کو یہ مقام دیا مکہ کے فتح کے موقع پر اس سے اللہ کی بڑائی کا اعلان کروایا گیا۔ وہ بات تو انہوں نے چھپ کر کی تھی لیکن اللہ نے اپنے نبی کو بتلا دیا انکی بات سن لیجئے۔

ظہار کی تعریف:

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اسکے ساتھ اسکے شوہر نے ظہار کیا تھا، ظہار کس کو کہتے ہیں؟ آدمی اپنی بیوی کو یہ کہدے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اسکی وجہ سے اسلام سے پہلے نکاح ختم ہو جاتا تھا طلاق کے حکم میں تھا تو ایک صحابی حضرت اوس بن صامت[۲] ہے انہوں نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہدیے اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے ابھی اسکا حکم اسلام میں نہیں آیا تھا لوگ یہ سمجھے کہ نکاح ختم ہو گیا ان

---

[۱] حضرت بلال کے حالات ج ۱ ص ۸۸ پر ملاحظہ ہو۔

[۲] اوس بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف الخزرجی۔ بدر، احد اور تمام مشاہد میں معیت رسول پاک ﷺ میں حاضر ہوتے رہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان کی خلافت میں وفات پائی، یہ وہی ہے جنہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور پھر قبل از کفارہ ہمبستری کر لی تھی۔

کی بیوی خولہ بنت ثعلبہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے شوہر نے مجھے ایسا کہہ دیا لیکن اب دو چیزیں ہیں میرے بال بچے، اور میں اس سے جدا ہو جاؤں گی تو فقر و فاقہ سے یہ مر جائیں گے نکاح ختم ہو گیا تو میں ان کے ساتھ رہ ہی نہیں سکتی اسلئے کچھ تو کچھ حل نکالئے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں یہ عورت آئی تھی حضرت عائشہؓ کہہ رہی تھی کہ وہ حضور ﷺ سے اس طرح راز کی بات کہہ رہی تھی کہ میں اپنے حجرہ میں قریب ہوتے ہوئے بھی سن نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن قرآن نے اعلان کیا (۱) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (پ ۲۸) (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اے نبی آپ سے بحث کر رہی تھی اپنے شوہر کے بارے میں اور شکایت کر رہی تھی اللہ سے) اے اللہ کوئی حل نکال دے۔ حضور ﷺ خاموش رہے کیوں کہ ابھی تک کوئی حکم نہیں اترا تھا۔

کفارۂ ظہار:

اب حکم اتر گیا جن لوگوں نے ایسا کر لیا ہو نکاح ختم نہیں ہوگا البتہ کفارہ دینا ضروری ہے (اس زمانہ میں غلام ہوتے تھے) کہ ایک غلام آزاد کرو اگر وہ نہیں تو ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو دو

---

(۱) خولہ بنت ثعلبہ بن اصرم الانصاریہ الخزرجیہ۔ انھوں نے جلدی ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ جس طرح نیک لوگوں کی شان ہوتی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرماتے ہیں اور ان پر ایمان قبول کرنے کی صورت میں احسان فرماتے ہیں، حضور کے مدینہ آتے ہی حضور کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اس کے سب اہل خانہ مسلمان تھے۔ اس کا خاوند اوس بن صامت حضرت عبادہ بن صامت کا بھائی تھا۔ اس کے یہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام الربیع بن اوس تھا۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلک الخ مذکورہ آیت حضرت خولہ انصاریہ ان دونوں میاں بیوی میں سے تھیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن کی آیت نازل فرمائی۔ حضرت خولہ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کا بیشتر دور خلافت دیکھا لیکن تاریخ اس کے یوم وفات سے خاموش دکھائی دیتی ہے لیکن آثار و حالات یہ بتاتے ہیں کہ وہ دور خلافت راشدہ میں ہی وفات پا گئی۔ واللہ اعلم۔ صحابیات طیبات ص ۲۳۸ ماخوذ بحذف)

وقت کا کھانا کھلا دو، ورنہ دو مہینہ کے روزے رکھ لو. وہ عورت خوش خوش لوٹ گئی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں بھی نہیں سن پا رہی تھی اور اللہ نے سن لی قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْ اِلَی اللّٰهِ (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی وہ بار بار اصرار کر رہی تھی حضور ﷺ نے کہا میں کیا کروں کوئی حکم آئیگا بتلاؤں گا. بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے:

ایک صحابی ہے عبد اللہ بن سلامؓ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اسلام قبول کر لیا یہودی کے عالم ہونے کی وجہ سے تورات کے اندر یہ حکم تھا کہ اونٹ کا گوشت نہیں کھا سکتے تو انہوں نے زندگی بھر عمل کیا اور اونٹ کا گوشت کبھی نہیں کھایا اسلام قبول کر لیا اب حضور ﷺ کی خدمت میں آئے انکے دل میں فقط یہ خیال آیا علامہ آلوسیؒ نے تفسیر "روح المعانی"[1] میں لکھا ہے کہ ان کے دل میں فقط یہ خیال آیا کہ میں نے زندگی میں اونٹ کا گوشت نہیں کھایا ابھی بھی نہیں کھاؤں گا. جی نہیں چاہتا ہے اب فرق یہ ہو گیا پہلے میں اونٹ کے گوشت کو حرام سمجھتا تھا اب اسلام میں اسکو حلال سمجھ رہا ہوں لیکن وہ زمانہ ایسا تھا اگر حضرت عبد اللہ بن سلامؓ گوشت نہ کھاتے تو لوگ اعتراض کرتے یہ کیسا پکے مسلمان ہوئے دیکھو یہودیوں کی طرح گوشت سے پرہیز کرتے ہیں اور پھر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے اسلام کے بارے میں شک وشبہ ہو جاتا، لوگوں کو کہنے کا موقع ملتا. اللہ نے انکے متعلق قرآن میں آیت نازل کر دی حالانکہ انہوں نے دل سے فقط ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ کو انکے دل کی بات معلوم ہو گئی اور فرمایا يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (اے

---

[1] تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۹۸، ج ۱ ص ۶۲

ایمان والوں! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) ایسا نہیں چلے گا کہ کچھ یہودی مسلک پر عمل کرلو اور کچھ اسلام کے مسلک پر، اب گوشت کھانا پڑیگا تو اسلام میں پورے داخل ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام نے اپنے اس ارادہ کو توڑ دیا بتانا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات کو جاننے والا ہے اس آیت میں بتلایا گیا کہ دیکھو ذرہ برابر کوئی چیز چٹان میں رکھی ہو، آسمان میں ہو، زمین میں ہو اللہ اسکو پیش کر دیگا یعنی اللہ اسکو جانتا ہے **لطیف** کے معنی ہر باریک سے باریک چیز کو جاننے والا ہے اور **خبیر** کے معنی ہر چیز پر باخبر ہے۔ یہ اسلئے بتلایا گیا کہ اللہ **لطیف وخبیر** ہے تو جب تم یہ یقین رکھتے ہو کہ اللہ مجھے ہر حال میں دیکھ رہا ہے میری زبان سے نکلی ہوئی بات، میرے دل میں آئی ہوئی بات کو جان رہا ہے اسلئے اب ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو بجا لاؤ اس کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ گویا یہ تعلیم اسلام نے دی کہ اللہ کی ذات کا یقین اور دھیان اس آیت میں بتلایا گیا ہے تو یہ دو نصیحت ہوئی اسکے بعد اور بھی نصائح ہیں وقت بہت ہو گیا انشاء اللہ کل پھر عرض کی جائیگی۔

وآخر دعوانا عن الحمد لله رب العلمين

(یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ

عَلٰی مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥)

حضرت لقمانؑ کی زرین نصیحتیں ۲

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۸ رمضان شب پیر

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

باسمہ تعالیٰ

حضرت لقمانؑ کی زریں نصیحتیں ۲

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم (۱) يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (سورۃ لقمان آیت ۱۷ تا ۱۹)

بزرگان محترم! حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں فرمائیں ان میں سے دو نصیحتوں کا کل ذکر ہو چکا ہے ایک یہ کہ میرے پیارے بیٹے! تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے، دوسری نصیحت کہ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسکو پیش کر دیگا یعنی اللہ گویا ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھنے والا ہے، اور اس سے باخبر ہے اس سے گویا انسان کے عقائد کی اصلاح ہوگئی کہ اسکا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر وقت ہر آن وہ چھوٹی بڑی چیز پر باخبر ہے کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی۔

حضرت لقمانؑ کی تیسری نصیحت نماز کو قائم کرنا:

اور تیسری نصیحت یہ فرمائی! اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرو اس نصیحت میں گویا

اصلاح اعمال کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اعمال تو بہت سارے ہیں ان میں سب سے اہم عمل وہ نماز ہے ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت وہ نماز ہے اگر انسان اپنی زندگی میں اسکی پابندی کرے تو شریعت کے دوسرے اعمال واحکامات اسکے لئے آسان ہوجاتے ہیں۔

نماز دین کا ستون ہے:

چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ ھَدَمَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ[۱] نماز دین کا ستون ہے ستون کے بغیر کوئی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی جس نے نماز کو قائم کیا تو اس نے دوسرے احکام کو بھی قائم کیا اور جس نے نماز ہی کو ضائع کر دیا تو اس نے دین کے دوسرے شعبوں کو بھی ضائع کر دیا۔ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کی پابندی سے انسان دوسرے احکام پر بھی عمل پیرا ہو سکتا ہے اور اگر نماز ہی زندگی میں نہیں تو دوسرے اعمال بھی درست نہیں ہو سکتے۔

حضرت عمرؓ کا اپنے گورنروں کو نماز کا حکم دینا:

اسی بناء پر حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے زمانہ میں اپنے ماتحت جو علاقے اور جو صوبے فتح ہو چکے تھے اور ان کے گورنر، وزراء وغیرہ تھے ان سب کو یہ حکم نامہ بھیجا اور اس میں لکھا "اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوۃُ" تمہارے امور میں سے سب سے زیادہ اہم امر میرے نزدیک نماز ہے حضرت عمر بن خطابؓ نے یہ مضمون کیوں لکھ کر بھیجا؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی یہ خیال کرے، خاص طور پر کسی صوبہ کا وزیر، گورنر، والی، کہ میں تو قوم کی خدمت میں مشغول ہوں کتنے مقدمات ہوتے ہیں لوگوں کی سہولتوں کے لئے کوشش کرتا

---

[۱] حاشیہ ہدایہ اولین ج ۱ ص ۷ حاشیہ نمبر ۱ کتاب الصلوٰۃ۔ مشہور حدیث میں یہ الفاظ ہیں، الصلوٰۃ عمود الدین ص ۵۵ مکتبہ فریدیہ ملتان

ہوں، لوگوں کی ضروریات کے متعلق سوچ، اور انکے سارے مسائل حل کرتا ہوں اب جب قوم کی ہمدردی میں، قوم کی ضروریات پوری کرنے میں، قوم کی حاجات پورا کرنے میں مشغول ہوں تو نماز میں سستی بھی کروں، غفلت بھی کروں اسکی طرف توجہ نہ کروں تو میرے لئے اسکی گنجائش ہوسکتی ہے کیونکہ میں بہت بڑے بڑے کاموں میں مشغول ہوں حضرت عمر بن خطابؓ نے یہ توجہ دلائی کہ چاہے تم بڑے بڑے اہم کاموں میں مشغول ہو لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم کام میرے نزدیک نماز ہے۔

نماز اور صحابہؓ کی پابندی:

اسی بناء پر حضور ﷺ نے خود بھی نمازوں کا اہتمام کیا اور صحابۂ کرامؓ بھی اتنے پابند تھے کہ کسی صحابی کی نماز چھوڑنے کی ہمت تو کیا جماعت چھوڑنے کی بھی ہمت نہ ہوا کرتی تھی حدیث کی کتابوں میں ہے کہ کوئی صحابی بیمار ہوتے لیکن مسجد تک آنے کی طاقت ہوتی یہاں تک کہ دو آدمیوں کے سہارے بھی آسکتے تھے تو بھی نماز پڑھنے آتے تھے[۱] یعنی نماز چھوڑنا کسی بھی مسلمان سے تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

نماز برکت کا ذریعہ ہے:

بادشاہ ہو، وزیر ہو، علمی خدمت کرنے والے ہو، کوئی بھی دین اور قوم کے کاموں میں مشغول ہو لیکن اگر نماز اسکی زندگی میں نہیں تو پھر ان کے کاموں میں بھی برکت نہیں اور وہ کام صحیح طریقے سے ادا نہیں ہوسکتا ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ نماز کا ہے۔

---

[۱] عن عبداللہ بن مسعودؓ قال لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلوۃ الا منافق قد علم نفاقہ او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یاتی الصلوۃ .. الخ رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۹۶ مشکوۃ رقم ۱۰۷۲)

نماز اسلام کی علامت ہے:

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی کوئی شخص پیچھے سے آئے جو اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آرہے تھے اور وہ پیچھے بیٹھے رہے آپ ﷺ نے سلام پھیر کر دیکھا تو اندازہ ہو گیا کہ یہ جماعت میں شریک نہیں ہے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیوں نماز نہیں پڑھی کیونکہ یہ پوچھا کیا آپ مسلمان نہیں ہے؟ یعنی اس وقت مسلمانوں سے نماز چھوٹنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔[1]

حضور ﷺ نے ترک جماعت کے خلاف کتنی ناگواری کا اظہار کیا:

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجودیکہ امت پر بے حد شفیق اس امت کے خاطر اللہ کے رسول ﷺ رات رات بھر اللہ سے دعا کیا کرتے تھے، حق تعالیٰ کو منت، اللہ کے دربار میں التجا کرتے کہ کسی طرح امت کی مغفرت ہو جائے لیکن اس کے باوجود ایک نماز چھوڑنے والے کے متعلق بلکہ جماعت چھوڑنے والے کے متعلق حضور ﷺ کو جو غصہ اور نفرت تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے حدیث کی متعدد کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ میں چند نوجوانوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر جا کے

---

[1] عن يزيد بن عامر قال جئت رسول الله ﷺ وهو في الصلوة فجلست ولم ادخل معهم في الصلوة فلما انصرف رسول الله ﷺ رآني جالسا فقال ألم تسلم يا يزيد قلت بلى يا رسول الله قد اسلمت قال وما منعك ان تدخل مع الناس في صلوتهم قال اني كنت قد صليت في منزلي احسب ان قد صليتم فقال اذا جئت الصلوة فوجدت الناس فصل معهم وان كنت قد صليت تكن لك نافلة وهذه مكتوبة. ابوداود ج ۱ ص ۸۵

اندر آگ لگادی جائے پھر میں اپنی جگہ پر کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دیدوں (کیوں کہ حضور ﷺ ہی ساری نمازیں پڑھاتے تھے) پھر اسکے بعد جو لوگ بغیر عذر کے مسجد میں نہیں آتے ہیں گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں انکو انکے گھروں کے ساتھ جلادوں[۱] حضور ﷺ کی رحمت کا اندازہ تو اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وفات کے وقت امت کی فکر تھی لیکن اسکے ساتھ جماعت چھوڑنے والے پر اتنا غصہ ہے نماز چھوڑ نہیں رہا ہے، قضا نہیں کر رہا ہے، لیکن جماعت چھوڑ رہا ہے اسکے متعلق حضور ﷺ نے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ انکو گھروں کے ساتھ جلادوں لیکن دوسری روایت میں ہے[۲] چونکہ گھروں میں عورتیں ہوتی ہے ان پر جماعت فرض نہیں، چھوٹے بچے ہوتے ہیں اس کی وجہ سے حضور ﷺ نے اس ارادہ پر عمل نہیں کیا۔

حضور ﷺ کے اس عمل سے عبرت حاصل کرنا:

لیکن ایک مومن جس کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت، عشق کا دعویٰ ہے وہ حضور ﷺ کی نفرت کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ جو آدمی جماعت کے ساتھ نماز چھوڑتا ہے حضور ﷺ کو اس پر کتنا غصہ آیا ہے دل میں کتنی نفرت ہوتی کہ حضور ﷺ نے اسکے جلادینے کا ارادہ کیا تھا یہ اور بات ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا اگر گھروں میں عورتیں، بچے نہ ہوتے تو حضور ﷺ اس پر عمل کر لیتے اس سے معلوم ہوا کہ نماز اتنا اہم فریضہ ہے۔

---

[۱] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لقد ھممت ان امر بالصلوۃ فتقام ثم امر رجلا فیصلی بالناس ثم انطلق معی برجال معھم حزم من حطب الی قوم لا یشھدون الصلوۃ فاحرق علیھم بیوتھم بالنار (ابوداؤد شریف ۱ ص ۸۱. ترمذی ص ۵۴ .مشکوۃ رقم ۱۰۵۳)

[۲] رواہ احمد من طریق سعید المقبری عن ابی ھریرۃ بلفظ لولا مافی البیوت من النساء والذریۃ . فتح الملھم ج ۲ ص ۲۰۸ . اسلامی کتب خانہ

صحابہ کرامؓ کا نماز چھوڑنے کو کفر سمجھنا:

اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے ترمذی شریف کی روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نماز چھوڑنے کے علاوہ کسی گناہ کو کفر خیال نہیں کرتے تھے[1] یعنی کوئی گناہ صحابہ کرام سے ہو جاتا تو اسکو کفر نہیں سمجھتے تھے لیکن نماز چھوڑنے کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ آدمی مسلمان نہیں یہ تو کافر ہے۔ یہ بات اور ہے کہ ہمارے ائمہ علماء نے تاویل کی کہ کوئی آدمی نماز چھوڑ دیتا ہے لیکن نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا ہے وہ بڑا گنہگار ہے لیکن کافر نہیں ہوتا لیکن صحابہ کا جو مزاج تھا وہ تو یہی تھا وہ تو سمجھتے تھے کہ مسلمان نماز چھوڑ ہی نہیں سکتا۔

نماز میں سستی اور ہمارا حال:

آج امت کا حال دیکھئے ہمارے گھروں کا حال دیکھئے اپنا حال دیکھئے کتنی نمازیں زندگی میں ہم سے ضائع ہوئی جان بوجھ کر معمولی بہانے سے ہم نمازوں کو ترک کرتے ہیں اور دل پر کوئی اثر بھی نہیں ہوتا ہے۔

حضرت فضیلؒ کا نماز چھوڑنے پر افسوس کرنا:

حضرت فضیل بن عیاضؒ[2] ایک بزرگ گذرے ہیں وہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کے لڑکے کا انتقال ہو جائے تو لوگ تعزیت اور تسلی کے لئے جاتے ہیں حالانکہ جانا بھی چاہئے لیکن مجھے افسوس ہوتا ہے اس بات پر کہ اگر کسی شخص کی نماز چھوٹ جاتی ہے تو کوئی شخص اس کی

---

1 وعن عبد اللہ بن شقیق قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۰ مشکوۃ رقم ۵۷۹)

2 حضرت فضیل بن عیاض تبع تابعی اور بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں [illegible] رحمہ اللہ علیہ۔

تعزیت اور تسلی کے لئے نہیں جاتا کیوں کہ کسی کی موت کو تو حادثہ اور مصیبت سمجھتے ہیں لیکن نماز چھوٹنے کو کوئی مسلمان مصیبت نہیں سمجھتا ایک معمولی سا کھیل ہے۔

جماعت کی ایک رکعت چھوٹنے کا خسارہ لڑکے کی موت سے بڑھکر ہے:

پھر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ایک عالم باعمل بیٹا ہو اور وہ مرجاوے اور دوسری طرف فقط نماز کی ایک رکعت چھوٹ جاوے (پوری جماعت بھی نہیں، نماز قضا ہونا بھی نہیں) میرے نزدیک جماعت کی ایک رکعت چھوٹ جانے کا جو خسارہ ہے ایک نوجوان عالم باعمل لڑکے کے مرجانے سے بھی زیادہ بڑا خسارہ ہے میرا وہ لڑکا مرجاوے اتنا مجھے نقصان نہیں جتنا کہ ایک رکعت میری جماعت کی چھوٹ جاوے۔ ان لوگوں نے نماز کو اپنے گلے سے لگایا نمازوں کا عشق اور محبت انکے دلوں کے اندر پیوست ہوگئی۔ (تفسیر روح البیان)

سعید بن مسیبؒ[1] اور پہلی صف کی پابندی:

سعید بن مسیبؒ مشہور تابعی ہے چالیس سال اس طرح انکے گذرے کہ انہوں نے کبھی کسی مصلی کی پیٹھ نہیں دیکھی پیٹھ نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ پہلی صف میں نماز پڑھتے رہے، چالیس سال تک بھی انکی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی اندازہ لگائے کتنا اہتمام نمازوں کا ہوگا؟! اس فریضہ کو ہم سمجھے اور اسکا اہتمام کریں۔

---

[1] سعید بن مسیب: تابعین میں سے تھے بڑے عالم اور فقہائے سبعہ میں شمار کئے جاتے تھے انکے والد کا نام مسیب اور دادا کا نام حزن ہے چالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی ۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت لقمانؑ کی انمول نصیحت:

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو یہی نصیحت کی یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ (اے میرے پیارے بیٹے! نماز کو قائم کرو) یہ نہیں کہا نماز پڑھ لو صَلِّ الصَّلٰوۃَ کہ متقی لوگ وہ ہے جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔

اقامت صلوۃ کا مطلب:

اور اقامت صلوۃ کا مطلب یہ ہے کہ نمازوں کا پورا پورا اہتمام کیا جائے کوئی نماز چھوٹنے نہ پائے، دوسری چیز نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کیا جائے، تیسری چیز نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے، اسی کے ساتھ ساتھ نمازوں کے جو فرائض ہیں، واجبات ہیں، سنتیں ہیں، مستحب ہیں، ان سب کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھی جائے اس کا نام ہے اقامت صلوۃ. یہی وہ نماز ہے کہ اسی پر اللہ تعالی نے مؤمنین کے لئے کامیابی کا وعدہ کیا ہے. نماز میں خشوع وخضوع ہوگا اسکی پابندی ہوگی تو کامیابی ہوگی (وہ ایمان والے کامیاب ہے جن کی نمازوں کے اندر خشوع وخضوع ہے) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورة الاعلی آیت ۴) (بے شک کامیاب ہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو کفر وشرک سے پاک کیا اور اپنے رب کا نام لیا، یاد کیا پھر نماز پڑھی)

نماز پر کامیابی کے وعدے ہیں:

قرآن میں جگہ جگہ جو کامیابی کا وعدہ کیا گیا وہ نماز کے اہتمام پر ہے، اقامت صلوۃ پر ہے. آج امت کا کتنا بڑا طبقہ ہے جو نمازوں سے بالکل غافل ہے غیر رمضان کی تو بات چھوڑ دو۔

رمضان اور نماز سے غفلت:

رمضان ہی میں لاکھوں کروڑوں مسلمان ایسے ہیں کہ آج بھی انکو نماز سے واسطہ نہیں رمضان جیسا مبارک مہینہ گذرتا ہے لیکن ایک نماز بھی وہ ادا نہیں کرتے. اس لئے اللہ نے ہمیں موقع دیا، علم دیا، سمجھ بوجھ دی خود بھی نمازوں کا اہتمام کرنا چاہیے اپنے اہل وعیال کو بھی بچپن ہی سے انکی عادت ڈالنی چاہیے. حدیث شریف میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بڑی تاکید آئی ہے، آگے کی آیت میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے تو یہ تیسری نصیحت ہوگئی.

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:

اور چوتھی نصیحت وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اے میرے پیارے بیٹے! بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو) انسان جس طریقہ سے اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے کہ خود ایمان لائے، خود اچھے اعمال کرے، خود بھی برائیوں سے بچے. اسے اس بات کا بھی حکم دیا گیا اور مکلّف بنایا گیا کہ دوسروں کو بھی ایمان کی دعوت دے، اعمال کی دعوت دے، برائی سے انکو بچاتے رہے. اللہ نے قرآن میں فرمایا. یا ایھا الذین آمنوا قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورة التحریم آیت ۵) (اے ایمان والوں! اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ)۔

حضرت عمرؓ کا قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا کے متعلق سوال کرنا:

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ،

نقی انفسنا فکیف نا باھلینا اے اللہ کے رسول ﷺ اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کا مفہوم سمجھ میں آگیا ہم اپنے اہل وعیال کو کیونکر دوزخ سے بچا سکتے ہیں، فقال تنھونھم عما نھاکم اللہ وتامرونھم بما امر اللہ ۔ فرمایا تم اس طرح ان کو بچا سکتے ہو کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو بجالانے کا اس نے حکم دیا تم انہیں حکم دو کہ وہ بھی بجالائیں[1]

امت ھذا کی خصوصیت:

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ اس امت کی خصوصیت کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (تم بہترین امت ہو) اس امت کو تمام امتوں میں سب سے بہتر امت کہا گیا اسلئے کہ تمہارے اندر یہ خوبی ہے کہ تم بھلائیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے اپنے آپ کو روکتے ہو، پہلے لوگ اپنی اصلاح میں لگے رہتے تھے اور بہت سے لوگ برائیاں کرتے تھے انکو روکتے نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے جب ان گناہ کرنے والوں پر عذاب بھیجا تو انکے ساتھ وہ اچھے کام کرنے والے نیک لوگ بھی برباد ہو گئے اسلئے کہ انہوں نے دوسروں کو نہیں روکا اسلئے اس آیت میں اصلاح معاشرہ کا حکم دیا گیا آج مصیبت یہ ہے کہ کوئی برائی کرے، کوئی روکنا چاہے تو روک نہیں سکتا ہے کہ پتہ نہیں کیا نقصان کر دیگا اور کیا فتنہ کھڑا کر دیگا ۔

نھی عن المنکر کے درجات:

اس لئے حدیث شریف میں اسکے درجات بتائے کہ من رأی منکم منکرًا فلیغیر بیدہ (تم میں کوئی آدمی اگر برائی دیکھے تو چاہئے کہ اپنی طاقت اور ہاتھ سے اسکو روکے

---

[1] ضیاء القرآن ج ۵ ص ۳۰۰ مکتبہ [illegible]

دے) اللہ نے اگر طاقت دی ہے مثلاً گھر میں اگر بچے برائی کر رہے ہیں اور باپ موجود ہے تو باپ انکو زبردستی روک سکتا ہے۔ اپنے ماتحت ہے انکو روک سکتا ہے فرمایا کہ ضرور اس کو روکے۔ **فان لم یستطع فبلسانہ** اگر اپنی طاقت سے اسکو نہیں روک سکتے تو کم از کم اپنی زبان سے سمجھایا جائے کہ بھائی! یہ گناہ ہے، یہ اللہ کی نافرمانی ہے اللہ کے واسطے اسکو چھوڑ دو زبان سے روک دے اور اگر ایسا ماحول ہے کہ زبان سے روکنے جائیں گے تو ہماری جان کے لوگ دشمن بن جائیں گے، لوگوں کے سامنے ہم کو ذلیل کر دیں گے، فتنہ کھڑا کریں گے۔ آج کل عام ماحول یہی ہے کوئی اگر حق بات کہتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا دشمن ہے پھر اس سے انتقام لیں گے، ذلیل کریں گے، اسکو رسوا کریں گے۔ اگر ایسا ڈر اور اندیشہ ہے کہ زبان سے بھی ہم روک نہیں سکتے تو **فان لم یستطع فبقلبہ** کم از کم وہ جو کام کر رہا ہے اسکو اپنے دل سے برا جانے، وہاں سے ہٹ جائے، انکے ساتھ شریک نہ ہو کم از کم انکی برائیوں سے نفرت کرے، اس برائی کی جگہ سے ہٹ جائے۔ اور **ذلک اضعف الایمان**[1] یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے، سب سے کمزور درجہ برائی کو برائی سمجھنا ہے

ہمارا مزاج یہ بن گیا ہے کہ برائی سے نفرت بھی ختم ہو گئی:

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ برائیوں کو دیکھتے دیکھتے دلوں سے نفرت بھی ختم ہو گئی۔ ہمارا معاشرہ تو ایسا ہے کہ بعض گناہوں کو تو ہم فخریہ انداز میں کرتے ہیں۔ ہماری شادیوں کے موقع پر، تقریبات کے موقع پر بے پردگی، بے حیائی اور تصاویر جنکی شریعت نے کسی طرح اجازت نہیں دی تصاویر کا کھینچنا حرام ہے۔

---

[1] عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من رأی منکم منکرا فاستطاع ان یغیرہ بیدہ فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ ص ۱۶۲ مشکوۃ رقم ۱۳۷ ۵)

تصویر کے متعلق سخت وعید:

بخاری شریف کی روایت ہے قیامت کے دن حق تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو جو تصاویر کھینچتے تھے یا بناتے تھے ان کو کہیں گے احیوا ما خلقتم[1] دنیا میں جن چیزوں کو بنایا اب ان میں جان پھونکو، روح ڈالو کہاں سے ڈال سکیں گے پھر اسکی وجہ سے انکو عذاب دیا جائیگا۔

جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے:

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب وتصاویر او کما قال ﷺ[2] (جس کے گھر کے اندر کتا یا تصویر ہوتی ہے اس گھر کے اندر رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے) نبی سے بڑھکر بابرکت ذات کس کی ہوسکتی ہے؟ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل تشریف لائے لیکن باہر ہی رہے اندر آتے نہیں حضور ﷺ انتظار کرتے رہے جب بعد میں ملاقات ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا جبرئیل! آج کیا بات ہے کیوں

---

[1] عن نافع عن القاسم بن محمد عن عائشۃ زوج النبی ﷺ انہا اخبرتہ انہا اشترت نمرقۃ فیہا تصاویر فلما راٰہا رسول اللہ ﷺ قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجہہ الکراہیۃ وقالت یا رسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت قال ما بال ہذہ النمرقۃ قالت اشتریتہا لتقعد علیہا وتوسدہا فقال رسول اللہ ﷺ ان اصحاب ہذہ الصور یعذبون یوم القیٰمۃ ویقال لہم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لا تدخلہ الملائکۃ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۱ مشکوٰۃ رقم ۴۴۹۲)

[2] عن ابن عباس عن ابی طلحۃ عن النبی ﷺ قال لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۰۰ مشکوٰۃ ۴۴۸۹)

اپنی طاقت اور ہاتھ سے روک دو، اسکی طاقت نہ ہو زبان سے روک دو، اور زبان سے بھی طاقت نہیں ڈرہے اپنی جان کا، اپنی عزت کا اسلئے انکے کاموں میں شریک نہ ہو اور دل سے انکو برا جان کر وہاں سے ہٹ جائے۔

برائی کو نہ روکنا ہلاکت کا سبب ہے:

حدیث شریف میں اسکو مثال کے ذریعہ سے سمجھایا گیا۔ اگر کوئی جہاز دریا کے اندر جارہا ہے اب اس کے دو طبقے ہیں، نیچے بھی کچھ لوگ ہیں، اوپر والے حصے میں بھی کچھ لوگ ہیں۔ نیچے والے لوگوں کو پانی کی ضرورت پیش آتی ہے تو اوپر والے حصے میں جاتے ہیں اب انکے بار بار جانے سے اوپر والے منزلے کے لوگ کہتے ہیں کہ بھائی تمہارے آنے سے بار بار تکلیف ہوتی ہے۔ اب نیچے والے کہتے ہیں چلو اچھی بات ہے اگر تکلیف ہوتی ہے تو نیچے ہی سوراخ کر لیتے ہیں اور وہیں سے پانی لے لیا کریں گے۔ اگر ان اوپر والوں کو اس کا علم ہو جاوے کہ نیچے والے سوراخ کر رہے ہیں پھر بھی انکو نہ روکے تو سوراخ کے اندر سے جہاز میں پانی بھر جائیگا اور جیسے یہ نیچے والے ڈوبیں گے ویسے ہی یہ اوپر والے ڈوبیں گے۔ اسی طرح جہاں معاشرہ میں برائیاں رائج ہو۔ گناہوں کا ماحول ہو اور وہاں دیکھتے ہوئے بھی ہم انکو برا نہ جانے تو جیسے ان گناہ کرنے والوں پر پکڑ آئیگی اسی طرح ہم پر بھی پکڑ آئیگی اللہ کے یہاں کوئی چھوٹنے والا نہیں۔ اسی لئے اس آیت کے اندر ایک نصیحت حضرت لقمان نے یہ فرمائی

وأمر بالمعروف۔ (بھلائی کا حکم دو) وانه عن المنکر (اور برائی سے روکو)۔

ا سمعت النعمان بن بشير عن النبي ﷺ قال مثل القائم على حدود الله عزوجل و لواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة فاصاب بعضهم اعلاها و بعضهم اسفلها فكان الذي في اسفلها اذا استقوا من الماء مرّوا على من فوقهم فقالوا لو انا خرقنا في نصيبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا فان يتركوهم وما ارادوا هلكوا جميعا وان اخذوا على ايديهم نجوا ونجوا جميعا۔ (بخاری ج ص ۳۳۹، مشکوۃ رقم ۵۱۳۸ مکتبہ بلال)

مصائب پر صبر کرنے کا بدلہ:

واصبر علی ما اصابک. ابھی جیسے میں نے یہ بتلایا کہ یہ کام بڑا مشکل کام ہے کسی کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنے میں کبھی بڑی آزمائش ہوتی ہیں انسان کو اپنی جان تک کا خطرہ ہو جاتا ہے، اپنی عزت وآبرو و مال تک مٹا دینا پڑتا ہے. اسلئے حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اس سے بھی متنبہ کر دیا کہ دیکھنا حالات آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں. واصبر علی ما اصابک اس راہ میں جو تکلیفیں پیش آئے اس پر صبر کرو اللہ تعالیٰ اس پر بہت بڑا بدلہ دیں گے. حضرت انبیاءؑ نے کتنی تکلیفیں اٹھائی۔

حضور ﷺ کا مصائب پر صبر کرنا:

سرکار دو عالم ﷺ نے اہل مکہ کو کیا حکم دیا تھا کونسی برائی کا حکم دیا تھا یہی امر بالمعروف کہ ایک اللہ کو مانو، اسکو ایک مانو، جتنی برائیاں پھیلی ہوئی تھی انکو چھوڑنے کا آپ ﷺ حکم دیتے تھے لیکن پورا مکہ آپ ﷺ کا جانی دشمن بن گیا یہاں تک کہ حضور ﷺ کو اپنا معروف ومحبوب وطن چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی. اس سے زیادہ تکلیفیں اور کیا ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوا جب سرکار ﷺ پر یہ تکلیفیں آسکتی ہیں تو اگر آپکی امت اس کام کو انجام دے، بھلائیوں کا حکم دے، برائیوں سے روکے ان پر بھی یہ حالات آسکتے ہیں جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے صبر کیا اور اللہ سے مانگتے رہے ایسے انکے امتیوں کو صبر بھی کرنا ہے اور اللہ سے دعاء بھی مانگتے رہنا ہے۔

پانچویں نصیحت:

ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (یہ صبر کرنا بڑے اہم اور عظیم امور میں سے ہے) وَلَا

تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ یہ پانچویں نصیحت ہے حضرت لقمان نے پہلی نصیحت میں توحید کا سبق دیا کہ اپنے آپ کو شرک سے بچاؤ، دوسری نصیحت میں اصلاح عقائد کا حکم دیا اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ ہر جگہ میں دیکھنے والا ہے، اور تیسری نصیحت میں اصلاح اعمال جس میں نماز کی اہمیت بتائی۔ چوتھی نصیحت میں اصلاح معاشرہ کہ اچھی باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے روکتے تو تمہارا معاشرہ ٹھیک اور درست رہیگا، اور پانچویں نصیحت میں اصلاح اخلاق اپنے اخلاق درست کرنے چاہئے۔ چنانچہ اصلاح اخلاق کے سلسلہ میں چار چیزیں ہیں اس آیت میں ذکر کی گئی جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمائی۔

خندہ پیشانی سے پیش آنے کی تعلیم:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ لوگوں کے سامنے اپنے رخ پر بل مت ڈالو عربی زبان میں صعر ایک بیماری کا نام ہے جو اونٹ کی گردن میں ہوتی ہے اس کی وجہ سے اونٹ کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے اسکو صعر کہتے ہیں اس سے یہ جملہ نکلا ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ ولا تصعر تو اپنی گردن کو لوگوں کے سامنے ٹیڑھا مت کر مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے بات کرے، گفتگو کرے تو اس کے ساتھ نرمی سے محبت سے اخلاق سے پیش آؤ خندہ پیشانی سے مسکراہٹ سے پیش آؤ، یہ کیا کہ آدمی تم سے ملنا چاہتا ہے اور آپ منہ موڑ رہے ہیں، تکبر سے گردن موڑ رہے ہیں، یہ تکبر کی وجہ سے بد اخلاقی ہے۔

تکبر خطرناک بیماری ہے:

پہلے بھی میں بتلا چکا کہ انسان کے دل میں جو بیماریاں ہوتی ہیں سب سے خطرناک بیماری تکبر اور بڑائی کی ہوتی ہے اسکی وجہ سے انسان دوسروں کو حقیر جانتا ہے، لوگوں کو جھڑکتا ہے، ڈانٹتا ہے، ان کی آبروریزی کرتا ہے یہ تکبر بہت سخت کبیرہ گناہ ہے اور سب سے اخیر میں یہ تکبر ہی انسان کے دل سے نکلتا ہے اور وہ بھی فکر کرے تو. انسان اس بیماری کو دور کرنے کی فکر کرے، کوشش کرے تو اخیر میں جو بیماری ختم ہوتی ہے وہ تکبر ہی ختم ہوتی ہے. اور اگر فکر نہ کرے تب تو انسان کی زندگی بھر تک یہ برائی رہتی ہے. اس لئے فرمایا وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ لوگوں کے سامنے اپنی گردن اور رخسار کو مت موڑو.

اسلام حسن اخلاق کا نام ہے:

حضور اکرم ﷺ نے کتنی اچھی تعلیمات ہمیں دی ہے اور ایک مؤمن کی معمولی چیز پر کتنا اجر و ثواب دیا گیا حدیث[۱] میں فرمایا کہ تو اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کرے یہ بھی صدقہ ہے یہ ضروری نہیں کہ انسان کے پاس مال ہو تو ہی صدقہ کر سکتا ہے.

---

[۱] وعن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ تبسمک فی وجہ اخیک لک صدقۃ وامرک بالمعروف ونہیک عن المنکر صدقۃ وارشادک الرجل فی ارض الضلال لک صدقۃ وبصرک للرجل الردی البصر لک صدقۃ واماطتک الحجر والشوک والعظم عن الطریق لک صدقۃ وافراغک من دلوک فی دلو اخیک لک صدقۃ (ترمذی شریف باب ماجاء فی صنائع المعروف ج ۲ ص ۱۷ مشکوۃ رقم ۱۹۱۱)

وعن جابر بن عبد اللہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کل معروف صدقۃ وان من المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق وان تفرغ من دلوک فی اناء اخیک (ترمذی شریف باب ماجاء فی طلاقۃ الوجہ وحسن البشر ج ۲ ص ۱۸ مشکوۃ رقم ۱۹۱۰)

فرمایا تو اپنے مسلمان بھائی سے ہنس مکھ چہرے سے ملاقات کرے یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے بندوں کے دلوں کو خوش کرنا اسکی بڑی اہمیت ہے کسی بندے کا دل خوش ہو جاوے اللہ بھی اس سے خوش ہو جاتا ہے۔

انسان کے چہرے پر مسکراہٹ ہونی چاہئے:

بعض لوگ بڑے بخیل ہوتے ہیں کہ انکے چہرے پر کبھی مسکراہٹ ہی نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق حضرت حسنؓ[1] اپنے والد حضرت علیؓ[2] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ مجلس میں مسکراہٹ کے ساتھ رہتے تھے[3] آپ ﷺ کے چہرے پر کبھی غصہ نہ آتا اس تکبر کی وجہ سے انسان کی چال پر بھی اثر آتا ہے۔ چلتا ہے تو اکڑ کر سینہ تان کر چلتا ہے۔ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا زمین پر تو اکڑ اکڑ کر مت چل، تواضع کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ چل، اللہ نے اپنے خاص بندوں کی صفات میں یہ بھی چیز بتائی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا، رحمٰن کے بندے کون ہیں یعنی اللہ کے مخصوص بندے وہ ہیں جو تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ انسان کے دل میں اگر بڑائی ہوتی ہے دیکھو اس کے چہرے پر بھی اثر ہوتا ہے، گردن موڑتا ہے، منہ چڑھاتا ہے، ناک چڑھاتا ہے، چال میں بھی اس کے فرق آجاتا ہے، اکڑ کر چلتا ہے۔ جب لوگ محسوس کرتے ہیں کہ یہ بڑا فخر والا اور تکبر والا ہے یہ نصیحت کی کہ لَا تَمْشِ

---

[1] حضرت حسنؓ کے حالات ج ۱ ص ۹۰ پر ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت علیؓ کے حالات ج ۱ ص ۸۲ پر ملاحظہ ہو۔

[3] عن الحسن بن علي عنهما قال الحسين بن علي سألت أبي عن سيرة رسول ﷺ في جلسائه فقال كان رسول ﷺ دائم البشر سهل الخلق . الخ شمائل ترمذی ص ۲۴

فِي الْأَرْضِ مَرَحًا اور دوسری جگہ ہے إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا زمین پر اکڑ کر مت چل اسلئے کہ اس سے کچھ ہونے والا نہیں اس طرح چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں ڈالیگا وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور تو اس طرح چلنے سے پہاڑوں کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اس لئے فرمایا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب اور پسندیدہ نہیں رکھتا۔ اور تیسری چیز اسی اصلاح اخلاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو)۔

چلنے کی تعلیم:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ یہودیوں کی طرح تیز دوڑ کر نہ چلے، اور نہ عیسائیوں کی طرح بالکل آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلے، بلکہ تیز تو چلے لیکن دوڑنے کی شکل نہ ہو اور نہ اتنا آہستہ چلے جیسے معلوم ہو کہ کوئی بیمار آدمی چل رہا ہے۔[1]

آہستہ چلنے پر حضرت عائشہؓ کی تنبیہ:

ایک مرتبہ ایک شخص بالکل آہستہ قدم اٹھا کر چل رہا تھا حضرت عائشہؓ کی نظر پڑی پوچھا کہ یہ بیمار ہے کیوں ایسا چل رہا ہے؟ کسی نے کہا نہیں یہ بیمار نہیں ہے یہ قاری صاحب ہے (اس زمانہ کے قاری صاحب تھے تو ان میں نزاکت آگئی تھی) اس طرح چل رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ کو وہم ہوا کہ یہ کوئی بیمار ہے حضرت عائشہؓ نے انکو تنبیہ کی کہ اس طرح چلنے سے منع کیا گیا، تو دوڑنا بھی وقار کے خلاف ہے باوقار آدمی بھاگیگا، دوڑیگا نہیں، وہ آہستہ

---

[1] معارف القرآن ج ۷ ص ۳۹

چلیگا. اور بالکل آہستہ چلنا یہ تین وجہ سے ہوتا ہے یا تو تکبر کی وجہ سے کہ میں سب کے درمیان امتیازی شان سے چلوں کہ لوگ میری طرف دیکھتے رہیں کہ بہت آہستہ حضرت چل رہے ہیں یہ تو حرام ہے. یا پھر عورتوں کی چال کی طرح چلے یا بیماری کی وجہ سے[1]

عورتوں کو مردوں کے ساتھ اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ مشابہت سے منع کیا گیا:

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یہ بھی ناجائز ہے اللہ تعالی نے لعنت بھیجی ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور اگر کوئی آدمی آہستہ چلتا ہے تو یا تو بیمار ہوگا اب اگر کوئی بیمار نہیں پھر بھی اگر اس طرح چل رہا ہے تو یہ اسکے لئے عیب کی بات ہے بہر حال درمیانی چال چلنے کا حکم دیا گیا. رسول اللہ ﷺ کس طرح چلتے تھے؟۔

حضور ﷺ کے چلنے کا طریقہ:

شمائل ترمذی کے اندر ایک طویل اور لمبی حدیث ہے[2] جس کے اندر حضور ﷺ کی ساری چیزوں کو بتلا دیا گیا کہ حضور ﷺ کی آنکھ مبارک کیسی تھی، گردن کیسی تھی، داڑھی مبارک کیسی تھی، پیشانی کیسی تھی، آپ ﷺ بات کرتے تو کیسے کرتے تھے، چلتے تو کس طرح،؟ اس میں بتلایا گیا کہ حضور ﷺ اپنا قدم مضبوطی سے اٹھاتے تھے بھاری بھرکم قدم اٹھا کر چلتے تھے اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ بہت باوقار اور پرسکون ہو کر چل رہے ہیں. وہ چال جو

---

[1] معارف القرآن ج ۷ ص ۳۹

[2] عن علی بن ابی طالب قال کان رسول اللہ ﷺ قال اذا مشی تقلع کانما ینحط فی صبب علی اذا وصف النبی (شمائل ترمذی ص ۸)

بے ردوں جیسی ہوتی ہے ایسی چال آپ کی نہیں ہوتی تھی، اور نہ بالکل بھاگے دوڑے آوارہ لوگوں کی طرح چلتے تھے، درمیانی قسم کی چال تھی لوگوں کو محسوس ہوتا تھا کہ کوئی بھاری شخصیت یہاں سے جارہی ہے اس طرح آپ ﷺ کی یہ چال ہوتی تھی تو اس کا بھی حکم دیا وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ یہ بھی ہمارے اخلاق کی درستگی کے لئے چوتھی چیز بتلائی حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ آواز کو پست کرو آواز کو پست کرنے کی تفسیر وتشریح اس طرح کی گئی۔

کلام کو پست کرنے کی تعلیم:

جب بھی کلام کا موقع ہو، بیان کا موقع ہو قرأت کا موقع ہو، پڑھنے پڑھانے کا موقع ہو ہر موقع پر اتنا زور سے بولے کہ سامعین سن لیں اور انکو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے، حضرت عمر بن خطابؓ اسی طرح کلام کرتے تھے کہ سب سنتے تھے لیکن دوبارہ کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ ایک تو ہے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے اس کے لئے پوچھنا، ایک ہے کہ ہم کو سنائی نہیں دیا کیا کہا اس کے لئے پوچھنا، دیکھو اسلام نے اور قرآن نے ہمیں کتنی تعلیمات دی کہ بولنے کا بھی سلیقہ سکھایا۔

اپنے کلام کو حد سے زیادہ پست نہ کیا جائے:

بعض لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں کسی بزرگ کے پاس جائیں گے اتنا آہستہ بولیں گے کہ دس دفعہ انکو پوچھنا پڑیگا کہ بھائی کیا کہتے ہو، اسکو وہ ادب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ادب نہیں ہے یہ تو انکو تکلیف دینا ہے کہ بار بار انکو پوچھنا پڑا اور بعض لوگ ایسے ہونگے کہ اتنا زور سے چلائیں گے کہ لوگ گھبرا جائیں گے کہ انکو کیا ہوا تو ان دونوں چیزوں سے منع کیا، اتنا پست

بھی نہ بولے کہ بار بار پوچھنا پڑے، اسی لئے قرأت کے متعلق بھی یہ حکم دیا گیا کہ اتنی ہی زور سے قرأت ہو کہ مسجد والے سن لیوے کافی ہے۔

لاؤڈ سپیکر کی ضرورت نہ ہو تو استعمال نہ کیا جائے:

اسی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کے متعلق ہمارے مفتیان کرام کا یہی حکم ہے کہ مسجد کے اندر آواز پہنچ رہی ہے تو اسی طرح نماز پڑھانا چاہئے بلا ضرورت مائک لگانا، خواہ مخواہ آواز بڑا کرنا یہ مکروہ ہے. لوگ اس میں احتیاط نہیں کرتے اور آواز گونجنے کے لئے ایکو Ecco اور کیا کیا لگاتے ہیں. اب اس میں بھی ایک فیشن آ گیا ہے اسکو مکروہ قرار دیا ہے. ہمارے مفتی لاجپوری صاحبؒ نے ساٹھ سال راندیر بڑی مسجد میں امامت فرمائی لیکن کبھی انہوں نے مائک میں نماز نہیں پڑھائی اور نہ کبھی مائک میں خطبہ پڑھایا. اخیری عمر میں لوگوں نے درخواست کی لوگ زیادہ ہوتے ہیں تب بھی حضرت نے کہا اب میں تو امام رہا نہیں دوسرے مفتیان کرام ہیں وہ اگر کرتے ہوں تو میں منع بھی نہیں کرتا. جب زندگی کے اخیری دنوں میں خطبہ مائک میں ہونے لگا، نماز تو جب تک حیات رہے مائک میں نہیں ہوئی. بڑا مجمع ہے تو لگائیں، ایک صف دو صف ہو اور زور سے مائک چل رہا ہے قرآن کے اس اصول کے خلاف ہے. حضرت لقمانؑ نے جو نصیحت کی اس کے خلاف ہے. جب امام کی آواز پہنچ رہی ہے تو خواہ مخواہ اتنی زور سے مائک کو بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

بہرحال اس کی ضرورت ہے کہ ان نصیحتوں کو اپنے اندر اپنائیں. چار نصیحتیں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کی کہ اپنے چہرے کو، منہ کو لوگوں سے مت موڑو نرمی سے، مسکراہت سے پیار محبت سے ان سے بات کرو، اور زمین پر اکڑ کر مت چلو، اور چلو تو درمیانی چال سے چلو اور بات میں بھی اپنی آواز کو پست کرو، لیکن اتنی پست بھی نہیں کہ کسی کو تکلیف ہو

صحابہؓ کو حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز کرنے سے منع کیا گیا:

حضور ﷺ کی مجلس میں چند دیہاتی آئے اور انہوں نے زور سے باہر آواز لگانی شروع کردی "یا محمد اخرج الینا" دیہات کے تھے انکو ادب معلوم نہیں تھا اے محمد! ہمارے پاس نکل آؤ۔ سورۂ حجرات میں ہے اس کے متعلق آیت اتری اور اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا ایک قافلہ روانہ کرنا تھا اس پر امیر بنائے جانے کے سلسلہ میں مشورہ ہو رہا تھا اس وقت صحابہ کی آواز بلند ہوگئی قرآن نے فوراً حکم نازل کیا لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (تم آپس میں جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو حضور ﷺ کو اس طریقہ سے مت پکارو) اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ کا آپکی زندگی میں مجلس کا یہ ادب تھا کہ اتنی زور سے بات کریں کہ حضور ﷺ فقط سن لیں زور زور سے چلانا حضور ﷺ کی مجلس کے ادب کے خلاف ہے۔ اسلئے بعد میں بھی مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی آپ کے روضۂ اقدس پر بھی یہی ادب ہے۔ صلوۃ وسلام پیش کرتے وقت زور سے چلانا وہاں بھی منع کیا گیا۔ جیسے زندگی میں حضور ﷺ کی مجلس میں چلانا منع تھا۔ ایسے آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے روضۂ اقدس کے سامنے چلانا منع ہے۔ اسی وجہ سے روضۂ اقدس کی جالی مبارک پر یہ آیت آج بھی لکھی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (سورۃ حجرات آیت ۲) یہ پوری آیت سورۂ حجرات کی لکھی ہوئی ہے۔ بہرحال یہ سبق حضرت لقمانؑ کی نصیحت نے ہمیں سکھلایا۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں

قرآن پڑھنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم:

قرآن پاک نے ہمیں نصیحت کی دیکھو قرآن کریم کی تلاوت ہے اس میں بھی میانہ روی کا حکم دیا ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ رات میں تشریف لے جا رہے تھے حضرت ابوبکرؓ کے مکان کے قریب سے گذرے معلوم ہوا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں، بہت آہستہ سے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کے گھر کے قریب سے گذرے بہت زور سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی، صبح جب دونوں مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کیا بات ہے نماز میں آج بہت ہی آہستہ قرأت کر رہے تھے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو اللہ تعالیٰ کو سنانا چاہ رہا تھا اس کے واسطے بلند آواز کی ضرورت نہیں وہ بلند آواز کو بھی سنتا ہے اور آہستہ بھی سنتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا آپ بہت زور سے قرأت کر رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں شیطان کو بھگا رہا تھا لوگوں کو جگانا چاہ رہا تھا کہ میری قرأت سن کر لوگ جاگ جائیں حضور ﷺ نے دونوں کو ہدایت کی، حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا آپ ذرا اپنی آواز بلند کر دیجئے، بہت پست نہیں۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا آپ اپنی آواز کو پست کر دیجئے[1] حضور ﷺ کے متعلق ہے کہ آپ اپنے گھر کے اندر نماز پڑھتے تھے تو اگر کوئی صحن میں ہوتا اور آپ حجرہ میں ہوتے تو وہ آپ کی قرأت سن سکتا تھا بس اتنا زور سے آپ پڑھتے تھے، بہت بلند آواز سے حضور ﷺ قرأت نہیں فرماتے تھے. بہر حال ساری چیزوں میں یہ اصول ہے

---

[1] عن ابی قتادةؓ ان النبی ﷺ قال لابی بکر مررت بک وانت تقرأ وانت تخفض من صوتک فقال انی اسمعتُ من ناجیت قال ارفع قلیلا وقال لعمر مررت بک وانت تقرأ وانت ترفع صوتک فقال انی اوقظ الوسنان واطرد الشیطان قال اخفض قلیلا (ترمذی شریف ج ا ص ۱۰۰ ۔ مشکوۃ رقم ۱۲۰۴)

قرأت، بول چال کے اندر، وعظ کے اندر، بیان کے اندر بعض لوگوں کا یہ مزاج ہو گیا ہے بیان میں بھی خوب چلاتے ہیں اور لوگ بھی جب تک ان کے سامنے زور سے چلاتے نہیں تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بڑے مقرر نہیں ہے. غلط طریقہ ہے ہمارے بزرگوں کا جو طرز ہے وہ میانہ روی کی ہے۔

ہمارے اسلاف کا وعظ کرنے کا طریقہ:

بہت سے اکابرین کو ہم نے دیکھا وہ اسی اطمنان اور طمانینت کے ساتھ بیان کرتے تھے. اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ کوئی ہماری تعریف کرے اچھا کہے، برا کہے جو صحیح طریقہ ہے اسی طریقہ سے بات کہی جانی چاہئے. حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب[1] دنیا کے بہت بڑے خطیب گذرے ہیں جب وہ بیٹھتے تھے دو گھنٹہ تین گھنٹہ بھی انکا وعظ ہوتا تھا بیٹھے ہوئے

[1] حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب: آپ ہندوستان کے مشہور معروف عالم دین حکیم الاسلام، متکلم العرب والعجم، عظیم خطیب، اکابر دیوبند کے علوم، خاص طور سے علوم قاسمی، علوم شیخ الہند، علوم گنگوہی، علوم عثمانی کے ایک عظیم شارح، حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے، مسلم پرسنل لا کے صدر، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ ولادت باسعادت محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء بروز اتوار دیوبند میں ہوئی سات سال کی عمر میں دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۷ھ میں آپ فارغ ہوئے فراغت کے بعد دارالعلوم میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور درس نظامی کی مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی، تدریس کی زمانے ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۸ھ تک رہا، ۱۳۴۱ھ میں اکابر وقت کے مشورہ پر نائب مہتمم کا عہدہ سنبھالا اور ۱۳۴۸ھ میں مستقل مہتمم بنا دیے گئے ۱۴۰۲ھ تک مسند اہتمام پر فائز رہے۔ ۱۳۳۹ھ میں شیخ الہند سے بیعت ہوئے شیخ الہند کی وفات کے بعد حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی طرف رجوع کیا اور تربیت حاصل کی اور ۱۳۵۰ھ میں حضرت تھانوی سے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمائے گئے (وفات) ۶ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار ۸۶ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم دیوبند کے احاطے میں ادا کی گئی اور مزار قاسمی میں اپنے جد امجد حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی (تذکرہ اکابر۔ مولانا نظام الدین قاسمی، ناشر اشاعت علوم اکل کوا)

اطمینان سے بولے جاتے تھے، نہ کوئی جوش وخروش، نہ کوئی چیخنا، چلانا لیکن پورا مجمع بیٹھا رہتا تھا۔ بہرحال اصل یہی طریقہ ہے جو سنت کے مطابق ہے۔ اسی طرح بیان کے اندر بہت لمبے لمبے ہاتھ کرنا یہ بھی وقار کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب وعظ فرماتے تھے حدیث میں اسکی وضاحت آئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کبھی ضرورت پڑتی تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے بس ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے تھے۔[1] اسلام اتنا بہترین مذہب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہمیں اللہ نے بتلائی، اس کے رسول ﷺ نے بتلائی، اور صحابہؓ کے ذریعہ یہ بات ہم تک پہونچی۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن حمدلله رب العلمین

---

[1] حدثنا احمد بن منیع حدث هشیم حدث حصین قال سمعت عمارة بن رُؤیبة وبشر بن مروان یخطب فرفع یدیه فی الدعاء فقال عمارہ قبح الله هاتین الیدتین القصرتین لقد رایت رسول اللهﷺ وما یزید علی ان یقول هکذی واشار هشیم بالسبابه (ترمذی شریف ج ا ص ۱۱۴، ۱۱۵)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ہ وَذَکَرَاسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ہ

بدبختی کی علامتیں اور ان کا علاج

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ....

لاجپور میں ہوا

....

بدبختی کی علامتیں اور انکا علاج

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه امابعد ! فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ہ وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ہ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ہ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ہ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ہ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى ہ (سورہ اعلی آیت ۱۴ تا ۱۹)وعن النبی ﷺ انه قال أربع من الشقاق جُمُوْدُ الْعَيْنِ، وَقَسْوَةُ الْقَلْبِ، وَطُوْلُ الاَمَلِ وَالْحِرْصُ عَلَى الدُّنْيَا أو كما قال ﷺ وعن ابی سعید خدریؓ قال قال رسول الله ﷺ مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِيْ سُنَّتِيْ وَاَمِنَ النَّاسَ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ(روه الترمذی ، مشکوة رقم ۱۷۸) وقال الله تعالى في شأن حبيبه ان الله وملئكته يصلون على النبي يٰا أيها الذين آمنوا صلو عليه وسلموا تسليمًا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد بعدد من صلى وصام اللهم صل على محمد وعلى ال محمد بعدد من قعد وقام اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا ۔

خداور انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس

جن وانس کے دو فریق سعید اور شقی:

اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں دنیا میں یہ مختصری زندگی عطا فرمائی ہے تا کہ ہم ہمیشہ والی اور ابدی زندگی کے لئے اور وہاں کے امتحان کے لئے محنت کرلیں، تیاری کرلیں تا کہ ہمارا رزلٹ (result) اچھا آوے، تو پھر جنت والا انعام ہمیں ملے، ایسے لوگ کہ جنہوں نے اللہ پر اسکے رسولوں پر، اسکی کتابوں پر، آخرت کے دن پر ایمان و یقین کے ساتھ زندگی گزاری، ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور رسول ﷺ نے احادیث مبارکہ میں سعید اور اچھے نصیب والے اور خوش نصیب لوگ کہا ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کا انکار کیا، اسکے نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کی نافرمانی کی، آخرت کے دن کو جھٹلایا، دنیا میں محض عیش پرستی اور ہوا پرستی میں مشغول رہے، ایسے لوگوں کو شقی اور بدبخت کہا گیا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث اس وقت پڑھی گئی جس میں رسول اللہ ﷺ نے بدبختی کی چار علامتیں بتائی تو ہر انسان اپنے گریبان میں جھانک کر غور وفکر کرسکتا ہے، اپنے اعمال، اپنے اخلاق، اپنے کردار پر غور کرکے وہ یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ میری زندگی کا رخ سعادت والے راستے کی جانب ہے یا شقاوت والے راستے کی جانب ہے۔ میں کن لوگوں کے طریقے پر زندگی گزار رہا ہوں، یہ خود انسان اپنے اعمال کو سوچ کر نتیجہ نکال سکتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں شقاوت وبدبختی کی علامت ہیں۔

پہلی چیز جمود العین (یعنی آنکھوں کا خشک ہوجانا):

جمود العین کا مطلب آنکھوں کا سوکھ جانا اور خشک ہوجانا، اور یہ بھی حقیقت میں قساوت قلبی یعنی دل کی سختی کا اثر ہے، انسان کو دل اتنا سخت اور سیاہ ہوجاتے کہ جس کے نتیجہ

امام اعظمؒ کی فقاہت اور زکوٰۃ میں قیمت دینا:

یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نگاہ قرآن وحدیث میں بہت زیادہ گہرائی تک پہونچی ہوئی تھی، زکوٰۃ کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً کسی کے پاس بکریاں ہوں اس زمانہ میں عرب میں خصوصاً بکریوں کا رواج تھا اور آج بھی ہے، یا کسی کے پاس اونٹ ہوں تو دوسرے ائمہ تو فرماتے ہیں کہ اگر بکریاں ہیں تو اس کی زکوٰۃ میں بکری دینی پڑے گی، اگر اونٹ ہے تو اس کی زکوٰۃ میں اونٹ دینا پڑے گا، اگر کوئی تاجر ہے کپڑوں وغیرہ کا تو اس کو زکوٰۃ میں کپڑا ہی دینا پڑے گا، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قیمت دینا اچھا اور افضل ہے، بکری کے بجائے، اونٹ کی بجائے، گائے اور کپڑے کے بجائے، قیمت دیدو تو ہر آدمی اس سے اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے رزق کا وعدہ کیا ہے اور رزق کہتے ہیں ہر اس ضرورت کو جسکا انسان محتاج ہو اللہ تعالیٰ اسکو پورا فرمائیگا، اور قیمت میں وہ صلاحیت ہے کہ اسکے ذریعہ سے انسان اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کو پورا کرسکتا ہے اسلئے اشیاء کے بجائے قیمت دینے کو امام ابوحنیفہؒ صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل قرار دے رہے ہیں۔

ذوالنون مصریؒ کا ملفوظ:

بہرحال اللہ تعالیٰ کی ہر آن اور ہر لمحہ رحمتیں اترتی رہتی ہیں تو حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آن کوئی لمحہ کوئی سیکنڈ ایسا خالی نہیں کہ جسمیں ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والی رحمتوں اور برکتوں سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوں تو ہر ایک بندے پہ یہ ضروری ہے کہ اب وہ کوئی آن اور کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غافل نہ رہے جب اسکی رحمت مسلسل اترتی

---

[۱] حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات جلد ۱ صفحہ ۲ پر ملاحظہ ہو۔

رہتی ہے تو پھر اللہ کی طاعت، انکی فرمانبرداری، انکی طرف توجہ اور انکے تعلق میں کبھی کمی نہیں ہونی چاہئے، اور ہر وقت بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

انبیاء کی شان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا:

ظاہر بات ہے کہ ایسی شان کس کی ہو سکتی ہے؟ کہ ہر وقت اور ہر آن اللہ کا فرماں بردار رہے، کبھی اس سے غافل نہ ہونے پائے۔ حضرات انبیاء ہی کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ ہر وقت انکے قلوب اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے، کبھی غافل نہیں ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ[1] کہ میری آنکھیں تو سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا، اللہ کے نبی ﷺ سوتے تھے لیکن آپ ﷺ کا دل بیدار رہتا تھا حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ہم عام امت کے لئے حکم ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے حکم ہے کہ نیند سے انکا وضو نہیں ٹوٹتا، رسول اکرم ﷺ آرام فرمانے کے بعد بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوتا تھا۔

بی بی تمیزن کا وضوء:

بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹتا ہی نہیں، حکیم الامت[2] حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

---

[1] عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة كيف كانت صلوة رسول الله ﷺ في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي اربع ركعات فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا فقلت يا رسول الله تنام قبل ان توتر؟ قال تنام عيني ولا ينام قلبي (صحیح بخاری شریف کتاب المناقب باب كان النبي ﷺ تنام عينه ولا ينام قلبه ج ۱ ص ۵۰۴)

[2] [illegible]

نوراللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کسی گاؤں میں تشریف لے جارہے تھے، لوگوں کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ چلو فلاں بزرگ آرہے ہیں! جا کر ان سے کچھ فیض اٹھائیں، چنانچہ بہت سارے لوگ پہونچے انکے ہاتھ پر بیعت بھی ہوئے ان بزرگ نے سب کو ہدایت کی کہ نماز پڑھتے رہو، تلاوت کرتے رہو، ذکر کرتے رہو، اور کچھ نماز وغیرہ کے مسائل اور احکام بھی سکھائے۔ ایک بڑھیا بھی اس مجمع میں ان کی مرید ہوئی تھی اسکو بھی نماز، وضو اور پاکی کے احکام سکھادیے۔ چھ ماہ کے بعد پھر بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا تو سارے مریدین ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ملاقات کی، خیر خیریت معلوم کی، حضرت نے پوچھا کہ نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ ذکر و تلاوت کرتے ہو یا نہیں؟ سب نے کہا کہ ہاں! ہم اہتمام کرتے ہیں۔ اس بوڑھی اماں بی تمیزن نامی سے بھی پوچھا کہ اماں جان! نماز پڑھتی ہو کہ نہیں؟ تو اسنے کہا کے جی حضرت! جب سے آپ گئے ہیں کوئی نماز نہیں چھوٹی ہے۔ تو پوچھا کہ وضوء بھی کیا کرتی تھی یا نہیں؟ تو کہا کہ نہیں! وضوء تو جو آپنے کروایا تھا وہی ابتک چل رہا ہے۔ وہ ابتک ٹوٹا ہی نہیں۔ کبھی علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان ایسا سمجھتا ہے تو اس بڑھیا نے بھی یہی سمجھا کہ وضوء تو جو حضرت نے کروایا تھا وہی چھ ماہ سے چلتا ہے۔

حضور ﷺ کے وضوء کا نہ ٹوٹنا:

بہر حال اللہ کے رسول ﷺ کا وضوء نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا اور ہمارا وضوء نیند سے ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کو کبھی غفلت نہیں ہوتی تھی۔

لیلۃ التعریس:

یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ سے تشریف لا رہے تھے صحابہؓ

تھی کہ میں تو جاگ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ شیطان نے آپ کو اور مجھ کو تھپکی دی تھی، اس وجہ سے میری آنکھ لگ گئی، اور میں سو گیا۔ جب حضرت بلال حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے تو وہاں تک یہ بات حضور ﷺ سے نہیں کہی تھی پھر بھی حضور ﷺ نے ان سے وہی بات کہی کہ شیطان تمہارے پاس آیا تھا اور تم کو تھپکی دے کر سلا دیا۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے میرے ایمان و یقین میں اضافہ ہوا کہ حضور ﷺ کی صداقت و سچائی کتنی عظیم ہے کہ جو بات حضرت بلالؓ نے ابھی مجھ سے کہی تھی وہ حضور ﷺ نے خود پہلے ہی سے بیان فرمائی۔

ایک سوال و جواب:

بہرحال یہاں علماء نے لکھا ہے کہ سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ کے حبیب ﷺ کا دل سوتا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے تو پھر آپ ﷺ کی نماز کیسے قضا ہوگئی؟ تو اسکا یہی جواب دیا گیا ہے کہ "دل نہیں سوتا مگر آنکھیں تو سوتی ہے" اور روشنی کا تعلق دل سے نہیں بلکہ آنکھوں کے دیکھنے سے ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھیں سوئی ہوئی تھی اسلئے آپ ﷺ کو اسکا احساس نہیں ہوا، البتہ دل اسوقت بھی اللہ کی طرف متوجہ تھا، لیکن جب دھوپ کی تپش لگی تو آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ ﷺ جلدی سے اٹھ گئے، آپ ﷺ نے وضوء کا حکم دیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

آنسو کیسے بہتے ہیں:

بہرحال حضرت ذوالنون کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دل ہر وقت اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہئے، لیکن ظاہری بات ہے کہ ایسا کون کر سکتا ہے؟ اسلئے کہ ہم تو نہایت گنہگار ہیں، اللہ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں،

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دریا کی موجوں میں ہم ہر وقت غرق ہیں۔ اب دو چیزیں ہمارے سامنے ہیں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے رات دن فائدہ اٹھانا اور دوسری طرف ہم اسکی ناقدری، نافرمانیاں، اور گناہوں کے سیلاب میں ڈوبے ہوئے ہیں یہ دونوں چیزیں جب ٹکرائنگی تو ایک ایمان والا جسکا تعلق اللہ سے ہے اسکے دل میں ندامت اور شرمندگی ہوگی اور اسکے دل میں اپنے آپ کے متعلق یہ احساس پیدا ہوگا کہ میں اللہ کا نافرمان ہوں، اور یہ احساس پیدا ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب یہ احساس پیدا ہوگا تو دل کے اندر رنج وغم پیدا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکی آنکھوں سے آنسوں بہیں گے کہ اے اللہ! تیری اتنی ساری نعمتیں اور رحمتیں مجھ پر ہیں اور اسکے باوجود میں تیرا نافرمان بنا ہوا ہوں یہ سوچ کر آنسو بہائیگا اور یہی آنسو اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر ومنزلت رکھتے ہیں۔

خدا کے خوف میں نکلے ہوئے آنسوؤں کی قیمت:

حضرت زید بن ارقمؓ[1] فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتلائیں کہ جس سے میں جہنم کی آگ بجھا سکوں؟ یعنی جہنم کی آگ بجھانے کا کوئی عمل بتلادیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کے آنسوں جہنم کی آگ بجھانے والے ہیں[2] کوتاہیوں، اپنی بداعمالیوں پر اور اپنی سیاہ کاریوں پر رونا اور اللہ کو یاد کرنا اور اسکی نعمتوں اور اسکے احسانات کا تذکرہ کرکے رونا یہ

[1] حضرت زید بن ارقمؓ: حضرت زید بن ارقمؓ کوفی صحابی میں شمار کئے جاتے ہیں کوفہ میں اشاعت علم کرنے والے صحابہ میں سے ہیں کنیت ابو عمرو انصاری تھی، حضور ﷺ کی وفات کے بعد کوفی میں مسکن بنالیا، ۶۶ھ میں وفات پائی آپ سے بہت سے حضرات روایت کرتے ہیں۔

[2] روی عن زید بن ارقمؓ قال قال رجل یا رسول الله بم اتقی النار؟ قال بدموع عینیک فان عینا بکت من خشیة الله لا تمسها النار ابدا.

چیزیں ایسی ہیں جو جہنم کی آگ کو بجھاتی ہیں، ایک اور روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو ٹپکے ہونگے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ اس پر حرام فرمادیں گے۔[1]

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ[2] کا حلقۂ درس:

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف روتے اور گڑگڑاتے تھے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کتنے بڑے محدث ہیں کہ انکے درس میں جبکہ خیر کا زمانہ تھا اور لوگ دنیا سے بقدر ضرورت تعلق رکھتے تھے اور دین انکی زندگیوں میں غالب تھا ایسے دور میں دین کی باتیں اور احادیث سننے کا لوگوں میں ایسا ذوق تھا کہ چالیس چالیس ہزار لوگ انکے درس میں شامل ہوتے تھے، محدثین کرام میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے حدیث کی بڑی بڑی خدمات انجام دی ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ ائمہ رجال نے ان پر کلام کیا ہے اور طعن و تشنیع کی ہے لیکن عبداللہ بن مبارکؒ ایسے محدث ہیں کہ ان پر کسی نے کلام نہیں کیا ہے، متفق علیہ شخصیت ہیں، ایک طرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں، تو دوسری طرف امام بخاریؒ[3] کے استاذ ہیں! انکا استاذ بھی ایسا جو تمام ائمہ مجتہدین میں بڑا امام، اور انکا شاگرد بھی ایسا جو تمام محدثین میں بڑے درجہ کے محدث تھے۔ تو چالیس ہزار کا مجمع انکے درس میں ہوتا تھا، ظاہر بات ہے اتنے لوگوں کو انکی آواز کیسے پہونچ سکتی ہے؟ اس زمانہ میں یہ آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا نظم تو تھا

---

[1] عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من عبد مؤمن یخرج من عینیہ دموع وان کان مثل رأس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب شیئا من حر وجہہ الا حرمہ اللہ علی النار (سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب الحزن والبکاء ص ۳۰۹)

[2] حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے حالات ج ا ص ۳۰۰ پر ملاحظہ ہو۔

[3] اگلے صفحہ پر

بزرگ ہیں اسی ادا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا انکو بڑا قرب حاصل ہوا ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال[1] نے کہا ہے اور سچ کہا ہے کہ ؎

عطار ہو یا رومی رازی ہو غزالی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بن آہ سحرگاہی

جسکو بھی ملا وہ رات کو اٹھ کر عبادتیں اور صبح کے وقت اللہ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے سے ملا۔ تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ آج ہم سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں اور حکم عدولیاں کثرت سے ہوتی ہے اسلئے ہمیں تو اور بھی زیادہ اسکا اہتمام ہونا چاہئے کہ ہم اللہ کے سامنے روئے، گڑگڑائیں۔

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمہ اللہ[2] کا عمل:

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھولیوی (سابق شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر)

(ماقبل صفحہ کا حاشیہ) ۳ حضرت مولانا مکی صاحب کے والد خادم القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد مکی بن اسماعیل بن غلام حسین بن حکیم بخش نسبی اعتبار سے صدیقی اور مسلکاً حنفی تھے کاندھلہ وطن تھا۔ یکم محرم الحرام ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے سات سال میں حفظ مکمل کیا، فارسی کی کتابیں اپنے چچا کے پاس پوری طرح پڑھیں اور عربی کی ابتدائی کتابیں والد صاحب سے پڑھیں حفظ سے فراغت کے بعد عربی کتابوں کو شروع کرنے سے پہلے ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھتے تھے فجر کے بعد سے شروع کرتے تھے اور ظہر سے قبل ختم کر لیتے تھے یہ معمول چھ مہینے تک رہا بعض درسی کتابیں مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں کتب ادب کے ماہر و حافظ تھے آخری عمر میں بغیر کتاب دیکھے پڑھاتے تھے کتب صحاح حضرت گنگوہی سے پڑھیں اور ان سے بیعت ہوگئے ان کے انتقال کے بعد مولانا خلیل احمد سے بیعت کی۔ پیٹ کی بیماری میں ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ بروز جمعہ صبح ۱۰ بجے دہلی میں رحلت فرمائی۔

[1] علامہ اقبال: وہ ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جہاں مذہب پر خاص زور دیا جاتا تھا ان کے والد ایک درویش صفت مسلمان تھے اسلام کی محبت اور مذہب سے دلچسپی انہیں وراثت میں ملی اور مغربی علوم اور مغربی فلسفے کی تکمیل انہوں نے اس نے مغربی درسگاہوں میں کی ان دونوں کا مجموعہ اقبال کی دلچسپ شخصیت ہے۔ ولادت ۹ نومبر ۱۸۷۷ء وفات ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء۔

[2] حضرت مولانا ابرار احمد دھولیوی کے حالات ص ۱۲۰ پر ملاحظہ ہو۔

فرماتے تھے کہ تیس سال سے میرا معمول ہے کہ روزانہ سوتے وقت دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھ کر سوتا ہوں کہ پتہ نہیں کہ دن میں کون کونسی لغزشیں اور کوتاہیاں مجھ سے ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیں۔ ان حضرت کا یہ حال ہے کہ رات دن دینی خدمات میں مشغول ہیں پھر بھی اپنی کوتاہیوں کا احساس، اپنی لغزشوں کا احساس انہیں ہوتا ہے۔

اللہ کے سامنے رونے کی فضیلت:

اسکے برعکس انسان کا دل جب سخت ہوجاتا ہے تو آنکھوں سے آنسو خشک ہوجاتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے سامنے رونے کی بڑی فضیلت بتائی ہے، بخاری شریف کی ایک حدیث ہے[1] کہ سات آدمی ایسے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے، ان میں سے ایک شخص وہ ہے " رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ " وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اسکی آنکھیں آنسو بہانے لگے، روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ اسلئے حدیث پاک میں فرمایا گیا روؤ اور رونے کا اہتمام کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالو[2] انسان سے بھی بڑا گناہ ہوجائے مگر جب وہ اللہ کے سامنے روتا ہے، توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، اسکے ایک چیز

---

[1] عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل الا ظله امام عدل وشاب نشأ في عبادة الله ورجل معلق قلبه في المساجد ورجلان تحابا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال اني اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه (صحيح بخاری شریف کتاب الزکوۃ باب الصدقة باليمين ج ۱ ص ۱۹۱)

[2] عن سعد بن ابي وقاص قال قال رسول الله ﷺ ابكوا فان لم تبكوا فتباكوا (ابن ماجه باب الحزن والبكاء ص ۳۰۶ ابواب الزہد)

سعادت کی یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کا اہتمام کر کے اپنے آپ کو رونے والا بنائے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ " اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ "[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

آسان اور مشکل دو راستے:

سوچنے کی بات ہے اگر کسی طرف جانے کے دو راستے ہوں ایک راستہ طویل اور بڑا پر خطر، کانٹے دار راستہ ہو، سانپ بچھو درندوں والا راستہ ہو ایک آدمی اس راستہ کو اختیار کرتا ہے۔ دوسرا آدمی جو بہت مختصر اور شورٹ راستہ اختیار کرتا ہے، جیسے کہ بڑے دور کا سفر ہے لیکن پلین سے جاتا ہے کوئی تکلیف نہیں، یا اچھی ٹرین اور بس سے جاتا ہے۔ بہر حال یہ جو دوسرا آدمی ہے وہ بڑا آرام وہ اور مختصر راستہ اختیار کرتا ہے اور پہلا شخص پر خطر، سانپ بچھو والا لمبا راستہ اختیار کرتا ہے، ظاہری بات ہے کہ کوئی بھی عقل مند آدمی یہی کہیگا کہ جو مختصر اور سہولت وعافیت والا راستہ ہے وہی اختیار کرنا چاہئے۔ یہی حال ہر انسان کا ہے کہ ہر انسان کا رخ آخرت کی طرف ہے اور وہ آخرت کی طرف رواں دواں ہے۔ اب یہ انسان اس دنیا میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، دیکھو گناہ تو ہر کسی سے ہو جاتے ہیں فرمایا "کُلُّکُمْ خَطَّاؤُنَ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ "[2] کہ ہر ایک گنہگار ہے لیکن اچھا گنہگار اللہ کے یہاں وہ ہے جو کثرت سے توبہ کرنے والا ہوگا تو ایک راستہ تو یہ ہے کہ آدمی بغیر توبہ کے دنیا سے جائے۔ جن گناہوں میں مبتلا ہے ان گناہوں کو کرتا ہی رہتا ہے، کبھی توبہ نہیں کرتا ہے، اور کبھی رو کر

---

[1] عن ابی عبیدۃ بن عبد اللہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳ ابواب الزھد باب ذکر التوبہ)

[2] عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون (سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب الذکر توبہ ص ۳۱۳)

معاف نہیں کرواتا ہے، اب اسی حالت میں دنیا سے جائیگا تو ایمان کی برکت سے اسے جنت میں تو جانا ہے لیکن راستہ یہ اختیار کیا کہ توبہ کے ذریعہ اپنا حول ساز گار نہیں کیا اسلئے اب قبر میں جانے کے بعد بھی عذاب کی شکلیں رہیں، حشر کے میدان میں بھی عذاب کی شکلیں اور اگر ان دونوں جگہوں کے عذاب سے بھی گناہ معاف نہیں ہوئے تو پھر اور آپریشن کے لئے جنرل اسپتال (Ganrel Hospitel) یعنی جہنم کے اندر ڈالا جائیگا، ایک لمبا اور تکلیفوں بھرا سفر طے کرکے آخر میں وہ جنت میں پہنچیگا، اور اسکے بالمقابل ایک شخص ہے کہ اس سے گناہ تو ہوگئے لیکن اللہ سے رو رو کر معافی مانگ کر، توبہ کر کے سب گناہوں کو معاف کروالیا اور اسی حالت میں دنیا سے گیا کہ اسکے ساتھ کوئی گناہ نہ رہا تو اب جیسے ہی وہ قبر میں جائیگا وہاں بھی راحت، حشر کے میدان میں بھی راحت اور جب حساب کتاب پورا ہو جائیگا سیدھا جنت میں چلا جائیگا۔

روزانہ رات میں صلوٰۃ التوبہ:

حکیم الامت حضرت تھانوی[1] فرماتے ہیں: کہ ہم لوگوں پر افسوس ہے کہ ہم گناہ کرنا تو نہیں چھوڑتے گناہ تو برابر کرتے رہتے ہیں لیکن توبہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں، سارے بھائی! گناہ اگر چھوٹ نہیں رہے ہیں تو اسکا بھی اہتمام کرو کہ کم سے کم روزانہ سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیا کرو، توبہ کرلیا کرو کہ یا اللہ! فلاں فلاں گناہ ہوگئے ہیں معاف کردے، آئندہ نہیں کروں گا، تو ہی ہمت اور طاقت دے کہ میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچالوں۔ تو میرے بھائیوں! اللہ کی رحمت کا دریا تو ہر وقت بہہ رہا ہے۔

---

1 حضرت تھانوی کے حالات ص ۲۸۱ پر ملاحظہ ہو۔

حق تعالیٰ کی رحمت کی شان:

جو انسان تھوڑا بھی متوجہ ہوتا ہے حق تعالیٰ کی رحمت اسکی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اسی لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔[1]

باز آباز آہر آنچہ ہستی باز آ، گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ۔

ایں درگہ مادر گہ ناامیدی نیست، صد بار گر توبہ شکستی باز آ۔

''کہ اے انسان! تو اپنے گناہوں سے باز آجا، اگر تو نے سو مرتبہ بھی توبہ توڑ دی ہے تو ایک مرتبہ اپنے گناہوں سے باز آجا، اگر تو نے کفر، شرک کر لیا جو بھی بڑے سے بڑا گناہ کیا ہے ایک مرتبہ اللہ کے دربار میں آ کر توبہ کر لے، اسلئے کہ یہ دربار ناامیدی کا دربار نہیں ہے، سو مرتبہ توبہ توڑنے کے بعد بھی اگر کوئی آدمی سچے دل سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

خالق و مخلوق کی معافی میں فرق:

دنیا کا تو حال یہ ہے کہ ایک دفعہ باپ بیٹے کی غلطیوں کو معاف کریگا، دوسری دفعہ، تیسری دفعہ، چار پانچ مرتبہ معاف کریگا پھر گھر سے باہر نکال دیگا کہ تو گھر میں رہنے کے لائق نہیں ہے، کسی نوکر نے، کسی ملازم نے کوئی کوتاہی کی ہے تو ایک دفعہ آدمی برداشت کریگا، دو مرتبہ تین مرتبہ برداشت کریگا، دو چار دفعہ کے بعد اسکو نکال دیگا کہ تو رکھنے کے لائق نہیں، کبھی وہ اسکو معاف بھی نہیں کرتا ہے۔ لیکن میرے بھائیوں! اللہ تعالیٰ کتنے رحیم ہیں اور کتنے حلیم ہیں کہ اللہ تعالیٰ بار بار بندوں کے گناہ کرنے پر بھی انکو معاف فرما دیتے ہیں، بلکہ اسکی معافی

---

[1] مولانا رومیؒ کے حالات ج ۱ ص ۲۰۶ پر ملاحظہ ہو۔

مانگنے پر اور حقیقی ندر نے پر اور اس کے رونے پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، بہرحال یہ سعادت کی بات ہے کہ انسان اپنے آپ کو رونے والوں میں سے بنائے، اور اگر دل سخت ہو جائے۔ آدمی کو رونا نہیں آتا ہے، بالکل خشک رہ کر زندگی گزار رہا ہے تو یہ شقاوت اور بدبختی کی علامت ہے۔

دل سخت ہو جائے تو فکر کی بات ہے:

ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اپنے گناہوں پر ہمیں کبھی احساس یا ندامت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ یا ہم بالکل نڈر ہو کر اور جری ہو کر گناہوں میں مبتلا ہیں، ہمیں خیال بھی نہیں آتا کہ اللہ کے یہاں حساب و کتاب دینا ہے۔ اگر دل ایسا سخت ہوتا جا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو بھی نہیں بہتے تو ہمیں اس کی فکر ہونی چاہئے، اور اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے تاکہ دل میں رقت، نرمی اور رحمت کا مادہ پیدا ہو جائے تاکہ پھر رو رو کر ہم اللہ کو منالیں، اور اس کو راضی کر لیں۔

شقاوت کا سبب بری صحبت:

یہ آنکھوں کا خشک ہو جانا، دل کا سخت ہو جانا بدبختی کی علامت ہے، لیکن یہ کس وجہ سے پیدا ہوتی ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ ویسے تو بہت سے اسباب ہیں لیکن موقع کی مناسبت اور ہمارے ماحول اور معاشرے کی نسبت سے دو چار اسباب عرض کئے جاتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مرے ہوئے لوگ جو دنیا سے جاچکے ہیں ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا ذکر کیا جائے اور ان کا تذکرہ کیا جائے تو مردہ دل بھی زندہ ہو جاتے ہیں اور بعض زندہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس آدمی جائے، ان کی صحبت اختیار کرے، ان کی مجلس میں بھی بیٹھے تو زندہ دل بھی مردہ ہو جاتے ہیں، اس مقولہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں زنگ، شقاوت اور مردنی بری صحبتوں کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لئے ہم

انسان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کس کو وہ اپنا دوست بنا رہا ہے؟ کس کے ساتھ اسکی نشست و برخاست ہے؟ کس کے ساتھ اسکی اٹھک بیٹھک ہے؟ اگر اہلِ دل لوگوں کے ساتھ تعلق ہوگا تو دل میں نور پیدا ہوگا، دل زندہ ہوگا، اور اگر فساق، فجار دنیا میں مست لوگ، خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے لوگ، اور اللہ کو بھولے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعلق ہوگا تو وہی اثر انسان کے دل میں آئیگا۔

اچھی صحبت کی ضرورت:

گویا کہ بری صحبت ایک ایسی چیز ہے جو دل میں خرابی پیدا کرتی ہے، دل میں مردنی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اسکے برعکس اچھی صحبت، ان لوگوں کی صحبت جنکو اللہ کا تعلق نصیب ہے انکی صحبت میں رہنے سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے، انکی زندگیوں میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے، اسلئے ایسے لوگوں کو بھی جو بڑے بڑے علوم کے حامل ہیں ہزاروں، سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کئے ہوئے ہیں، انکو بھی کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو، محض کتابیں پڑھ لینے سے اصلاح نہیں ہوجاتی، بڑی بڑی کتابوں کی ورق گردانی سے بھی انسان کو اللہ کا صحیح تعلق نصیب نہیں ہوتا۔

مولانا رومیؒ کی زندگی میں انقلاب:

مولانا رومیؒ بھی خود بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، انکی زندگی میں بھی انقلاب اہل اللہ کی صحبت سے آیا، ایک مرتبہ مولانا رومیؒ اپنے حلقۂ درس میں تشریف فرما ہیں چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اردگرد طلباء کا ہجوم ہے اتنے میں شیخ شمس تبریزؒ پرانی گدڑی اوڑھے ہوئے آئے اور مجلس کے کنارے پر آکر بیٹھ گئے، کسی نے انکی طرف توجہ نہیں کی،

انہوں نے مولانا رومیؒ سے سوال کیا کہ یہ کتابیں اور یہ مجمع یہ سب کیا ہے؟ مولانا رومیؒ یہ سمجھے کہ یہ کوئی دیہاتی ہے انکو اس سے کیا تعلق!؟ تو بڑی بے توجہی سے جواب دیا کہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو آپکی سمجھ میں آنے والی نہیں، آپکی عقل کے باہر کی چیزیں ہیں۔ تو شمس تبریزؒ خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا رومیؒ اپنی کسی ضرورت سے اٹھ کر باہر گئے اسی اثناء میں شمس تبریزؒ نے ساری کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈال دی۔ اس زمانہ میں آج کی طرح کتابیں چھپ کر نہیں آتی تھی، لوگ اپنے ہاتھوں سے بڑی محنت کے بعد اسے لکھتے تھے، ایک ایک کتاب کے لئے کتنے کتنے دن صرف ہوجاتے تھے مولانا رومیؒ تشریف لائے تو بہت غصہ ہوئے کہ یہ تم نے کیا کیا؟ میری پوری زندگی کا سرمایا ختم کردیا، آپنے یہ کیا حرکت کی؟ میرے سارے علوم، سارا سرمایا ختم ہوگیا۔ تو حضرت شمس تبریزؒ[۱] نے فرمایا کہ غصہ ہونے کی ضرورت نہیں اور پھر ساری کتابیں حوض میں سے نکال کر سامنے رکھتے رہیں، جب کتابیں کھول کر دیکھی تو ایک حرف بھی مٹا نہیں تھا، سب کتابیں صحیح سالم اور خشک نظر آنے لگی، (حالانکہ سیاہی سے لکھی ہوئی کتاب پانی لگنے سے مٹ جاتی ہے) پھر بھی کتابیں صحیح سالم نظر آئی تو مولانا رومیؒ چونک گئے کہ یہ کیا ہے؟ تو پوچھا کہ یہ کیسے ہوا؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تمہاری سمجھ میں آنے والا نہیں۔ مولانا رومیؒ نے جو انہیں جواب دیا تھا وہی جواب انہوں نے دیا۔ اب مولانا رومیؒ سمجھ گئے کہ یہ کوئی اللہ والے ہیں انکو حق تعالیٰ نے میری اصلاح کے لئے بھیجا ہے، بس انکے قدموں میں گر گئے۔ پھر فرماتے ہیں،

---

۱ شمس الدین تبریزیؒ کے حالات زندگی. حضرت شمس الدین تبریزی بابا کمال الدین جندیؒ کے مرید تھے اور مولانا جلال الدین رومیؒ کے شیخ تھے شمس تبریزی کے فیض سے مولانا رومیؒ قلیل مدت میں اتنے بلند مقام ولایت اور قوی نسبت مع اللہ سے مشرف ہوئے جو سینکڑوں برس کے مجاہدات سے بھی وہ مقام نہیں ملتا تاریخ میں اصل نام حضرت محمد بن ملک داد تھا اور شیخ شمس الدین تبریزی آپکا لقب تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ ۶۴۵ھ میں آپ کو حاسدین نے شہید کردیا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم،
تا غلام شمس تبریزی نہ شد،

کہ مولانا رومی اس وقت تک کامل مولوی اور اللہ والے عالم نہ بنے جب تک کہ وہ شمس تبریز کے غلام نہ بنے۔ اہل اللہ کی صحبت سے انسان کے دلوں کی دنیا بدل جاتی ہے۔

مولانا رومی کا پیغام علماء کے نام:

اسلئے مولانا رومی علماء کو بھی خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ'' صد کتاب وصد ورق در نار کن، جان ودل راجانب دلدار کن'' فرمایا کہ سو کتاب اور سو ورق سب کچھ آگ میں ڈال دے، اور کسی صاحب دل کی خدمت میں جا کر دل وجان سے اسکے سامنے قربان ہو جا تب جا کر انسان میں اللہ کا خوف، اللہ کا تعلق، صحیح تقوی اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

قال را بگذار مرد حال شد، پیش مرد کاملے پامال شد

کہ باتیں کرنا چھوڑ دے، صاحب حال بن جا، اور کسی کامل شخص کے قدموں میں جا کر اپنے آپکو غلام بنالے۔ تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ قساوت قلبی ناا ہلوں اور اللہ سے غافل لوگوں کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔

ہمارا معاشرہ:

آج کے معاشرہ میں خصوصاً ہمارے نوجوانوں کا حال ہم دیکھتے ہیں کہ انکی دوستیاں اسکے تعلقات بس اسی کا شکار ہے، کوئی دوست کسی دوست کا خیرخواہ نہیں ہے، بہت کم نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ساتھیوں کو نماز کی طرف، قرآن کی طرف، اللہ کی طرف بلانے والے ہوں، ہر ایک کے اندر بس یہی جذبہ ہے کہ ایک برائی کے بجائے دوسری، دوسری برائی

کے بجائے تیسری، اور چھوٹی برائی کے بجائے بڑی برائی کی طرف دعوت رواں، جہاں دیکھو وہاں بس نوجوانوں کا ایک مشغلہ ہوتا ہے، ورخرافات میں جتلا ہیں، گناہوں کی مجلسیں قائم ہیں اسکی وجہ سے دن بدن دلوں پہ زنگ چڑھتا جاتا ہے، اور دلوں کی حالت بدلتی جاتی ہے۔ نوجوانوں کا حال چھوڑ دیئے، اب تو بوڑھے لوگ بھی کچھ کم نہیں ہے بہت سے بوڑھے تو ایسے ہیں کہ جو بیچارے جانے کی تیاری میں ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساٹھ سال کے بعد ایک ایک سال کی مہلت دیتا ہے، کہ جاؤ ایک سال اور جیو، اور ستر سال ہوگئے تو ایک ایک دن کی مہلت دیتے ہے کہ اب دیکھو ابھی بھی سنبھل جاؤ۔

حضرت عمرؓ کو موت کا استحضار:

حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک آدمی کو مقرر کر رکھا تھا اور اسکو کہہ رکھا تھا کہ لوگوں نے مجھے خلیفہ بنا دیا ہے میں مسلمانوں کے امور میں مشغول رہتا ہوں اسلئے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مجھے موت کی یاد دلاتے رہو، چنانچہ بہت سالوں تک وہ شخص مقرر رہا اور وقتاً فوقتاً کہتا کہ حضرت یاد رکھئے موت آنے والی ہے حضرت متوجہ ہو جاتے اور موت کا دھیان کرتے، اللہ کا ذکر دل میں فوراً مستحضر ہو جاتا، کتنا یاد و استحضار رہتا؟ یہاں تک کہ جب بال سفید ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب جاؤ تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے کہا حضرت! کیا اب موت کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے؟ فرمایا یہ بال خود مجھے یاد دلا رہے ہیں کہ موت کا وقت قریب آچکا ہے اب تیرے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

گھڑیال موت کو یاد دلانے والی ہے:

بہت سی مرتبہ بیچارے لوگ کہتے ہیں کہ ابھی تو ذرا مزے کرلیں، جب بوڑھے ہو جائینگے تب

اللہ اللہ کرنے بیٹھ جائیے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ بوڑھاپے میں کوئی اللہ اللہ کرنے بیٹھتا نہیں ہے، چبوترے پر بیٹھ کر ایران توران کی گپ شپ ہانکتے ہیں۔ اسلئے حضرت شیخ اکبر الٰہ بادی[1] کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی، گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

پہلے کے زمانہ میں پرانی گھڑی ہوتی تھی جس میں (پرانے گھروں میں آج بھی ہوگی) زور سے گھنٹہ بجتا ہے تو فرمایا کہ یہ تجھے تنبیہ کرتا ہے آواز دیتا ہے کہ تیری زندگی کا ایک گھنٹہ اور ختم ہو چکا ہے لوگ اپنے بچوں کی سالگرہ مناتے ہیں برتھ ڈے (BIRTH DAY) مناتے ہیں خوشی مناتے ہیں کہ ہمارا بچہ پانچ سال کا ہوگیا، ہمارا بچہ دس سال کا ہوگیا، یہ کوئی اسلامی طریقہ نہیں ہے لیکن ذرا سوچے بھی تو سہی، کہ یہ کوئی خوشی کا موقع تھوڑا ہے، بلکہ یہ تو غمی کا موقع ہے کہ اگر اس بچہ کی عمر اللہ نے ساٹھ سال کی رکھی ہے تو اس میں سے پانچ سال تو کم ہوگئے تو اس پر کیا خوشی منانے کی ضرورت ہے، بلکہ غم کرنے کی ضرورت ہے، لیکن لوگ ہے کہ بس بوڑھے ہوگئے پھر بھی اپنی برتھ ڈے (BIRTH DAY) مناتے ہیں، قبر میں لٹکے ہوئے ہیں اور انکی برتھ ڈے (BIRTH DAY) منائی جارہی ہے، لوگوں میں ایسی غفلت چھاگئی ہے کہ بس انکو پتہ ہی نہیں کہ موت آنے والی ہے۔

بہترین دوست، اور بدترین دوست:

بہر حال عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ جو غلط صحبتیں ہیں انکی وجہ سے انسان کے

---

[1] اکبر الٰہ آبادی: اکبر مرحوم کی عمر میں خدا نے برکت دی اور انکی شاعری نے کئی رنگ بدلے، اکبر کے تین بڑے تھے ایک اوائل عمری سے دماغی امراض میں مبتلا رہے دوسرے کم سنی میں وفات پاگئے تیسرے سید عشرت حسین ہیں۔ کی تعلیم کے لئے اکبر نے ہندوستان کی کسی یونیورسٹی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں انگلستان بھیجا اور کیمبرج میں تعلیم دلائی۔ یوم ولادت ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء وفات ۱۹۲۱ء۔

دلوں کے اندر ایسی سختی پیدا ہو جاتی ہے کہ اسے کبھی رونا نہیں آتا۔ ہمارے حضرت مفکر اسلام مولانا علی میاں ندوی کا ایک جملہ اسوقت یاد آیا (حضرت نے اپنی کتاب مختارات میں جو ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس میں فرمایا) کہ "خیر الجلیس کتاب" کہ انسان کا بہترین دوست دینی کتاب ہے۔ لیکن آج ہمارے معاشرہ کا حال کیا ہو چکا ہے کہ ہر مسلمان کے ہاتھ میں اسکا موبائل (MOBILE) اسکا دوست ہے اب وہ موبائل کو لئے بیٹھا ہے، اس میں گانے سن رہا ہے، اس میں فلمیں دیکھ رہا ہے، فحش اور برہنہ پروگرام (PROGRAME) اس میں دیکھ رہا ہے، گھنٹوں اس میں صرف ہو رہے ہیں، انٹرنیٹ (INTERNET) پر، کمپیوٹر COMPUTER پر گھنٹوں پاس (PASS) ہو رہے ہیں کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ یہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد:

امام شافعیؒ[1] فرماتے ہیں کہ وقت ایک تلوار ہے تو اس سے جتنا کاٹنا ہو کاٹ لے، اگر تو نے اس سے نہیں کاٹا تو وہ تو تجھے ضرور کاٹ دیگا، یعنی تو وقت کی تلوار کو ہاتھ میں لے لے اور اسکو کام میں لا اسلئے کہ تو اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر کام میں نہیں لائے گا تو یہ وقت تو گذر جائیگا، یہ تیرے لئے رکنے والا نہیں ہے، یہ ختم ہو جانے والا ہے، اور تجھے لحہ بلحہ قبر سے قریب کرنے والا ہے اسلئے عربی کا مقولہ (کہاوت) ہے "الوقت أثمن من الذهب" کہ وقت سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے، آج دنیا میں سونا سب سے قیمتی چیز سمجھی جاتی ہے، اور جسکے پاس سونا ہوتا ہے وہ دنیا کی ساری چیزیں خرید سکتا ہے، جو وقت کی قدر کرتا ہے وہ گویا اس وقت کو کام میں لیتا ہے، اور دنیا آخرت کے سب کام بننے کا مدار وقت کی قدر پر ہے۔

---

[1] حضرت امام شافعیؒ کے حالات ج ۱ ص ۳۰۲ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا افسوس:

حضرت سفیان ثوریؒ[1] ایک مرتبہ راستہ سے جارہے تھے، کچھ نوجوان جمع ہو کر گپ شپ ہانک رہے تھے۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں کے پاس کتنا وقت بچ رہا ہے اور یہ اسے ضائع کر رہے ہیں کاش کہ یہ کوئی خریدنے کی چیز ہوتی تو میں انکو کافی درہم و دینار دے کر ان سے یہ وقت خرید لیتا، اسلئے کہ ہمارے پاس تو اتنے کام ہیں کہ انکے لئے وقت نہیں بچتا ہے، وقت کم پڑتا ہے، اور انکے پاس وقت بچا ہوا ہے اور اسے ضائع کر رہے ہیں۔

کرکٹ دنیا کے عقلاء کے نزدیک:

تو آج ہمارا مشغلہ ہی صرف یہ ہو گیا ہے کہ پورا دن کھیلوں، تماشوں میں اور فحش چیزوں کے دیکھنے میں ہم رات دن صرف کرتے ہیں، اور یہ کرکٹ جو ہمارا محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے اسکے متعلق حضرت مفتی عبدالرحیمؒ نے فتاویٰ رحیمیہ میں اور مفتی تقی صاحب عثمانی مدظلہ نے بھی لکھا ہے کہ کرکٹ ان کھیلوں میں سے ایک ہے جس کا کھیلنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ اس میں نہ تو دین کا کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی دنیا کا فائدہ۔ جرمنی کے اندر ہٹلرؒ کے زمانے میں پہلی مرتبہ یہ کرکٹ میچ ہو رہا تھا تو جرمنی کے صدر ہٹلر کی صدارت میں یہ کھیل کھیلا گیا تھا، ٹیسٹ میچ تھا، تو ہٹلر نے دیکھا کہ پورے دن لوگ کھیلتے رہے، شام کا وقت ہوا تو اس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہا کہ ابھی تو میچ نہیں ہوا، کوئی نتیجہ نہیں آیا، تو اس نے پوچھا کہ پورا دن گذر گیا کوئی نتیجہ نہیں آیا؟ تو بتایا کل پھر کھیل جاری ہوگا، کہا کہ اچھا کل پھر دیکھیں گے۔ دوسرا دن بھی پورا گذر گیا تو پوچھا اب کیا ہوا؟

---

[1] حضرت سفیان ثوریؒ کی [illegible]

[2] [illegible]

مسلمانوں کی جوانی کہاں سے کہاں:

اور آج ہمارے مسلمان نوجوان، جنکی جوانی کسی زمانہ میں دین کے لئے قربان ہوتی تھی، دین کی سربلندی کے لئے، دین کو پھیلانے میں، اللہ کے رسول ﷺ کے دین کی اشاعت کے لئے انکے اوقات صرف ہوتے تھے اور آج ان فضول کھیلوں میں ہمارے بچوں کے پورے پورے دن چلے جاتے ہیں اور کوئی انکو روکنے والا نہیں، کوئی انکو بولنے والا نہیں ہے، تو میرے بھائیو! یہ جو بری صحبتیں ہیں وہ ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، دوست تو جاندار ہونا چاہئے لیکن آج تو ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری دوستیاں بے جان چیزوں سے ہو چکی ہے اور بے جان چیزیں جاندار دوستوں سے بھی خطرناک ثابت ہو رہی ہیں۔ بہر حال دل کے سخت ہو جانے کا ایک سبب بری صحبت اور اللہ تعالیٰ سے غافل لوگوں کی صحبت ہے۔

شریعت پر کلام قساوت کا سبب ہے:

ایک دوسرا سبب بھی بتایا گیا ہے جسکی وجہ سے انسان کے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے وہ شریعت کے سلسلہ میں جرأت مندانہ کلام، اسکا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام یہ تو ایسی شریعت ہے جو بالکل ہموار میدان کی طرح ہے جسکے اندر کوئی کجی نہیں ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل تو نہیں کرتے اور ساتھ میں اسپر اشکال کرتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں انکو احکام پر آبجیکشن (OBJECTION) ہوتا ہے کہ فلاں مفتی صاحب نے یہ حکم دیا اور فلاں عالم صاحب نے یہ مسئلہ بتایا، اب لوگ کہتے ہیں کہ ان مولویوں کو کوئی دھندھا ہی نہیں ہے بس نئے نئے حکم نکالتے رہتے ہیں، پتہ نہیں انکو کیا ہو گیا ہے کہ فلاں چیز حرام، فلاں چیز حرام،

ارے ان مولویوں کو کچھ نہیں ہوا یہ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے حرام کیا ہے لیکن روز بروز نئی نئی شکلیں آتی ہیں تو یہ علماء اس پر غور وفکر کرکے بتلاتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے۔ تو فرمایا شریعت کے احکام پر جرأت مندی سے کوئی کلام کرنا اور اس پر اعتراض کرنا یہ بڑی سخت چیز ہے، انسان کے دل کو سخت تو کیا بعض دفعہ تو ایمان سے بھی خارج کردیتی ہے، اسلئے ہمارے حضرات اکابر اس سلسلہ میں بڑے سخت تھے۔

شریعت پر اعتراض کرنے سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ:

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب[1] اور حضرت جی مولانا الیاس صاحب[2] اور بہت سے اکابرین بیٹھے ہوئے تھے کسی مسئلہ کے سلسلہ میں یہ بات آئی کہ فلاں مفتی صاحب نے اس مسئلہ میں یہ فتویٰ دیا ہے، تو اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے صاحب نسبت بزرگ انکی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ اب تو نئے نئے فتوے نکل رہے ہیں اور فلاں صاحب نے ایسا فتویٰ بھی دیدیا۔ مولانا الیاس صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ[3] بھی غالباً تھے وہ

---

[1] حضرت مولانا زکریاؒ کے حالات ص ۱۴۳ پر ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت جی مولانا الیاسؒ کے حالات ص ۱۴۲ پر ملاحظہ ہو۔

[3] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ۔ شیخ طریقت، عارف باللہ، جانشین بڑے حضرت رائے پوری مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ پاکستان کے پنجاب میں تقریباً ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرکے بقیہ تعلیم دہلی، پانی پت، سہارن پور، رامپور اور بریلی میں حاصل کی اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ سے کتب حدیث پڑھی۔ فراغت کے بعد دس بارہ سال بریلی میں تدریسی خدمات انجام دی پھر والد بزرگوار کے سامنے امتحان پر تدریس چھوڑ دی۔ آپ بڑے حضرت رائے پوری حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کئے اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ سے ایک خلق کثیر نے کسب فیض کیا، بڑے بڑے علماء نے آپ سے اصلاحی تعلق قائم کیا .....(اگلے صفحہ پر)

دیکھ رہے تھے کہ اتنے بڑے آدمی، بزرگ آدمی اور انہوں نے ایسا کہا۔ اس مجلس میں حضرت شیخ سب سے کم عمر تھے انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ حضرت! آپ جلدی سے توبہ کیجئے ورنہ آپکا ایمان خطرے میں پڑ جائیگا، اتنے بڑے بزرگ کو بھی حضرت شیخ نے فوراً ٹوک دیا کہ شریعت کے کسی حکم پر اپنی زبان سے کوئی ایسا کلام مت کرو تو یہ چیز بھی ایسی ہے کہ انسان کے دل میں سختی پیدا کرتی ہے جسکی وجہ سے انسان کی آنکھیں خشک ہو جاتی ہے۔

تیسرا سبب لا یعنی کلام:

بہر حال حضرت عبد اللہ بن عمرؓ[1] کی ایک روایت سے ایک تیسرا سبب بھی قساوت کا معلوم ہو رہا ہے اور وہ ہے لایعنی اور فضول باتوں میں مشغول ہونا[2] جیسا کہ ابھی میں نے بتلایا کہ ہمارا دن رات کا مشغلہ ہی فضول باتیں بن گیا ہے اور اسکو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔

(ما قبل صفحہ کا حاشیہ)۔۔۔ آپکا نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدموں کو جمایا اور بہت سے مسلمانوں کو ہجرت سے روکا۔ ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء مطابق ۱۳۸۳ھ کو اپنے وطن میں وفات ہوئی۔ "رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ"۔

[1] عبد اللہ بن عمرؓ بڑے ہی متبع سنت و زہد و ورع کے پیکر حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب قبیلہ قریش میں سے ہیں وحی کی ابتداء سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور اپنے والد کے ساتھ مکہ ہی میں اسلام لے آئے تھے کم عمری کی وجہ سے بدر و احد میں باوجود شدید اشتیاق کے شریک نہ ہو سکے، البتہ غزوۂ خندق سے تمام غزوات میں شریک رہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کی طرف دنیا مائل ہوئی سوائے عمر اور انکے بیٹے عبد اللہ کے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد غلام آزاد کئے آپ مکثرین فی الروایہ میں سے ہیں، آپکی روایت کی تعداد ۱۶۳۰ ہیں، ۷۳ھ میں عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے تین ماہ بعد وفات ہوئی اور مقام ذی طوی مہاجرین کے مقبرہ میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضی عنہ۔

[2] عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تکثر الکلام بغیر ذکر اللہ فإن کثرۃ الکلام بغیر ذکر قسوۃ للقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی۔ سنن ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی حفظ اللسان ج ۲ ص ۶۶

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ احادیث کا انتخاب کیا ہے جو دین پر عمل کرنے کیلئے کافی ہے ان پانچ احادیث میں سے ایک حدیث یہ بتلائی کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ[1] کہ ''انسان کے لئے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ کہ وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے'' زبان سے وہی بات نکالے جس میں دین کا یا دنیا کا فائدہ ہو، ایسی باتیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اس سے انسان اپنی زبان پر کنٹرول کرلے، تو یہ اسکے اسلام کی خوبی ہے اور وہ سچا، پکا اور اچھا مسلمان ہے۔

گناہوں کی کثرت سے دل سخت ہو جاتا ہے:

اسی طرح دل کو سخت بنا دینے والا ایک سبب گناہوں کی کثرت ہے یہ بھی انسان کے دل میں سختی پیدا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اور جب وہ توبہ کرتا ہے تو وہ دھبہ دھل جاتا ہے، اور اگر توبہ نہیں کرتا اور گناہ کرتا رہتا ہے تو وہ دھبے بڑھتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ اسکا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر خیر کی کسی بات کا اسکے دل پر اثر نہیں ہوتا[2] اسلئے ہمیں بہت فکر کرنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ گناہ کرتے کرتے ہمارے دل قسی اور سیاہ ہو جائے کہ اس پر پھر کسی چیز کا اثر ہی نہ ہو۔ اسلئے میرے بھائیوں! اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے معافی کا اہتمام بھی ہونا چاہئے، برے ماحول سے بچنے کا بھی اہتمام ہونا

---

[1] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (سنن ترمذی باب ما جاء من تکلم بکلمۃ لیضحک الناس ج ۲ ص ۵۸)

[2] عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا اخطأ خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فاذا ہو نزع واستغفر وتاب سقل قلبہ وان عاد زید فیہا حتی تعلوا قلبہ وہو الران الذی ذکر اللہ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون (سنن ترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین ج ۲ ص ۱۶۱)

آپ پھر وہی نصیحت فرمارہے ہیں؟ تو فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ انسان کو جتنی بھی تکلیفیں پہونچتی ہیں زیادہ تر اپنے تعلق اور پہچان والوں سے ہی پہونچتی ہے تم اگر لوگوں کی تکلیف اور اذیتوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو لوگوں سے میل جول کم رکھو تو خود بخود تمہیں تکالیف سے نجات مل جائیگی۔ اس نصیحت کا سفیان بن عیینہؒ پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے دروازہ پر چند اشعار لکھ کر لگا دئے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے جو ہمارے پاس ملنے نہ آوے" یعنی مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے ایسے تعلقات اور پھر وقت ضائع کرنا، برباد کرنا گناہوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ اس سے اللہ والے لوگ ڈرتے تھے کہ کہیں لوگوں کے میل جول سے ہمارے دل کی دنیا خراب نہ ہو جائے۔ بہرحال یہ ایک چیز ہے جو ہمارے معاشرہ میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہے اور اس سے بہت سارے گناہ وجود میں آتے ہیں، اسلئے خاص اسکا ذکر کیا گیا کیونکہ انسان کے دل میں سختی اور قساوت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اسکی آنکھیں جامد اور خشک ہو جاتی ہیں اور دل کے سخت ہو جانے کے اسباب بھی مختصر طور پر عرض کر دئے۔

قساوت کا علاج اور اہلِ دل کی صحبت:

اب اگر کسی کا دل سخت ہو چکا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ میرے دل سے سختی ختم ہو اور میرا دل منور ہو جائے، دل میں سیاہی نہ رہے، اللہ کے سامنے رونے والے بن جاوے تو اسکے علاج کے طور پر ایک بات تو اہل اللہ کی صحبت بتلائی کہ دلوں کی سختی اہل اللہ کی صحبت سے ختم ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کروگے اور ذکر اللہ کروگے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں میں تمہارا تذکرہ فرمائیں گے۔ آج کسی انسان کی معمولی سے وزیر کی ملاقات گفت وشنید ہوجاتی ہے تو پھولے نہیں سماتا کہ دیکھو کہ فلاں منسٹر سے فلاں وزیر سے میری بات چیت ہوئی تو یہاں اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ کا کلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا تذکرہ وہاں فرماتے ہیں کہ دیکھو فلاں آدمی میرا ذکر کررہا ہے اور فرشتوں کی مجلس میں تذکرہ کرتے ہیں یہ کتنی بڑی سعادت مندی کی بات ہے حق تو یہ تھا کہ ہم اپنی ناپاک زبانوں سے اللہ کا نام لینے کے بھی حقدار نہ ہو ہم اپنی زبان سے کتنے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں تو اجازت بھی نہیں ہونی چاہئے تھی کہ ہم قرآن پاک پڑھیں اور اسکا ذکر کریں لیکن اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں کہ انہوں نے ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کا اور اپنے ذکر کا حکم دیا کہ کثرت سے میرا ذکر کرو اُذْکُرُوْا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (سورۃ احزاب آیت ۴۱ پ ۲۲) کہ کثرت سے میرا ذکر کرو۔ اسی لئے کسی نے کہا

هزار بار بشویم دهن زمشک و گلاب

هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی هست

کہ ہزار بار بھی میں اپنا منہ مشک وعنبر سے دھولوں تب بھی تیرا پاک نام لینا میرے لئے بے ادبی ہے کہ اللہ کا نام تو اتنا مقدس ہے اپنی زبان پر لیتے ہوئے بھی ہمیں ڈر ہونا چاہئے، کہ ہم اپنی زبانوں سے کتنے گناہ کرتے ہیں اور پھر اللہ کے کلام کی تلاوت کریں اور اللہ کا ذکر ہم اسی زبان سے کریں؟ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اسکا حکم دیا ہے کہ چاہے تم کیسے بھی ہو لیکن میرے ہو واسطے میرا نام لیتے رہو اور خوب کثرت سے لیتے رہو اور اتنا میرا نام لیتے رہو کہ لوگ تمہیں پاگل کہنے لگیں۔ اسلئے میرے بھائیوں! کثرتِ ذکر اور تلاوت کا ایک

تو کہا گیا ہے کہ اللہ کے یہاں تذکرہ ہوگا۔

ذکر و تلاوت دل کو منور بناتے ہیں:

کثرت ذکر و تلاوت کا دوسرا فائدہ یہاں دنیا میں یہ ہوگا کہ **وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ** کہ زمین کے اندر اللہ تعالیٰ تیرے لئے نور پیدا فرمائینگے، دلوں کو منور بنادیں گے اور یہ نور کیا چیز ہے؟ جس شخص کو نور عطا ہو گیا سب کچھ عطا ہو گیا، حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعاؤں میں اسے کثرت سے مانگا "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا" اے اللہ میری نگاہ میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا" اے اللہ میرے کانوں میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا" اے اللہ میرے دل میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ عَظْمِیْ نُوْرًا" اے اللہ میری ہڈیوں میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ مُخِّیْ نُوْرًا" اے اللہ میرے مغز میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا" اے اللہ میرے پٹھوں میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا" اے اللہ میرے نفس میں نور عطا فرما، "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا" اے اللہ مجھے نوری نور بنادے[1] اتنا نور اللہ سے مانگا، اب یہ نور کہاں سے آئیگا؟ تو فرمایا کہ خوب اللہ کے کلام کی تلاوت کرو،

---

[1] عن ابن عباسؓ قال بت عند میمونة فقام النبی ﷺ فاتی حاجته فغسل وجهه ویدیه ثم نام ثم قام فاتی القربة فاطلق شناقها ثم توضأ وضوءً بین وضوئین لم یکثر وقد ابلغ فصلی فقمت فتمطیت کراهیة ان یری انی کنت انتبه فتوضأت فقام یصلی فقمت عن یساره فاخذ باذنی فادارنی عن یمینه فتتامت صلوته ثلث عشرة رکعة ثم اضطجع فنام حتی نفخ وکان اذا نام نفخ فاذنه بلال بالصلوة فصلی ولم یتوضأ وکان فی دعائه اللّٰهم اجعل فی قلبی نورًا وفی بصری نورًا وفی سمعی نورًا وعن یمینی نورًا وعن یساری نورًا وفوقی نورًا وتحتی نورًا وامامی نورًا وخلفی نورًا واجعل لی نورًا قال کریب وسبع فی التابوت فلقیت رجلا من ولد العباس فحدثنی بهن فذکر عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری وذکر خصلتین (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۳۴-۹۳۵)

ذکر کرو تو منور ہو جاؤ گے۔

بہترین مثال:

ایک آدمی کسی راستہ پر چلنا چاہتا ہے اسکو معلوم بھی ہے کہ یہی راستہ ہے لیکن راستہ بالکل تاریک اور اندھیرا ہے، ادھر بھی گڑھے ہیں ادھر بھی گڑھے ہیں اور چاروں طرف کانٹے دار درخت ہیں ظاہر بات ہے کہ بغیر روشنی کے اگر وہ چلیگا تو کبھی وہ اس گڑھے میں گریگا، کبھی اُس گڑھے میں گریگا، اسی طریقہ پر اگر انسان کے پاس علم بھی ہے، معلومات بھی ہے لیکن اللہ کی طرف سے دیا ہوا نور نہ ہو تو وہ سیدھے راستہ پر چل نہیں سکتا، اگر کثرت تلاوت اور ذکر سے دل منور ہو گیا تو اب حال یہ ہوگا کہ راستہ تو اسے معلوم ہی تھا اب ہاتھ میں ٹارچ آگئی، سیدھا راستہ وہ دیکھتا جا رہا ہے اور پرخار وادیاں بھی ہیں، گڑھے بھی ہیں لیکن اس روشنی کی برکت سے اور اسکے فیض سے سیدھا ہی چلتا جا رہا ہے کسی گڑھے میں گرتا بھی نہیں ہے اور کوئی کانٹا بھی اسے تکلیف نہیں پہنچاتا ہے، اسی طرح انسان کے پاس چاہے معلومات بھی ہو لیکن اللہ کے ذکر و تلاوت کا اہتمام نہ ہو تو دل تاریک ہو جاتا ہے اور اسکی بنا پر بار بار گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی چھوٹے گناہوں میں کبھی بڑے گناہوں میں، کبھی مکروہات تو کبھی حرام میں پڑ جاتا ہے، اور اگر اللہ کے ذکر سے اپنے دل کو منور کر لیگا تو سیدھا چلتا رہیگا، کوئی حکم بھی اس سے زیادہ تر چھوٹنے نہ پائیگا، اور گناہوں میں بھی مبتلا نہیں ہوگا، معمولی لغزشیں ہوں گی تو یہ واستغفار سے وہ بھی معاف ہو جائیگی، اسلئے اپنے دل کی سختی دور کرنے کے لئے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لئے کہ جسکے نتیجہ میں دل میں رقت اور رحمت آجائے، آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے، کثرت ذکر اور کثرت تلاوت کا اہتمام ہونا چاہئے۔

ذکر کا مقصد ایک مثال سے:

اب یہ ذکر کیا چیز ہے؟ ذکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دھیان ہر وقت اللہ کی طرف لگا رہے۔ پہلے زمانہ میں تو پانی کی ایسی بڑی بڑی ٹنکیاں نہیں ہوتی تھی تو ہماری مائیں، بہنیں کنووں سے یا نہر سے پانی مٹکوں میں بھر بھر کر لاتی تھی ابھی بھی بعض چھوٹے گاؤں میں ہوگا، دس بارہ عورتیں ساتھ چل رہی ہیں، ایک مٹکا بغل میں رکھا ہوا ہے دو دو تین تین سر پہ رکھے ہوئے ہیں اور آپس میں بات چیت کرتی ہوئی ہنسی مزاق کرتی ہوئی اپنے گھر تک پہنچ جاتی ہے سر کے اوپر جو مٹکے ہوتے ہیں انہیں ہاتھ بھی نہیں لگاتی کہ ایک ہاتھ میں تو مٹکا ہے اور دوسرا ہاتھ ہلا کر چل رہی ہے باتیں بھی ہو رہی ہیں، لیکن مٹکا گرتا نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے اسکی؟ وجہ اسکی یہی ہے کہ وہ سب باتوں میں مشغول ہیں، ہنسی مزاق بھی کر رہی ہیں، سہیلیوں کے ساتھ جا رہی ہیں لیکن انکے دل کی پوری توجہ مٹکے کی طرف ہیں، اسکا پورا دھیان مٹکے کی طرف ہے کہ گردن ذرا ہلنے نہ پائے ورنہ مٹکا گر جائیگا۔ فرمایا یہی حال انسان کا دنیا میں رہتے ہوئے ہونا چاہئے۔ ہر وقت اللہ کا دھیان رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، اصل ذکر تو یہی ہے کہ انسان کو اللہ تعالی کا دھیان نصیب ہو جائے

تصوف کا خلاصہ دو لفظ:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ پورے تصوف کا خلاصہ دو لفظ ہیں دھیان، اور دھن۔ کہ اللہ تعالی کا دھیان نصیب ہو جائے اور اللہ کو راضی کرنے کی دھن پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ ان دو لفظوں میں ہی پورے تصوف کا خلاصہ ہے۔ بول دینا تو بہت آسان ہے لیکن پوری زندگی پاپڑ بیلے تب بھی یہ دو باتیں بمشکل سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالی حقیقت

میں ہمیں اپنا صحیح تعلق اور معرفت نصیب فرمائیں۔

لمبی لمبی امیدیں:

خطبے میں جو حدیث پڑھی تھی اس میں حضور ﷺ نے شقاوت اور بدبختی کی دوسری دو چیزیں بھی بتلائی ہیں (۱) طُوْلُ الأمل لمبی لمبی امیدیں (۲) والحرص علی الدنیا، دنیا کی حرص۔ انسان کو معلوم ہے کہ اسکی عمر ساٹھ ستر سال ہے اسکے بعد طبعی موت تو آئیگی ہی، اور سو کے اندر تو جانا ہی جانا ہے اسکے باوجود امیدیں اتنی باندھی ہوئی ہیں کہ جیسے ہمیشہ رہنے والا ہو، کبھی اسکو اس دنیا سے جانا ہی نہ ہو اور پھر اس دنیا کی حرص اور لالچ کی وجہ سے ہر وقت حلال، حرام جس طرح بھی کمانا چاہتا ہے کماتا ہے اسے کوئی فکر ہی نہیں فرمایا کہ یہ لمبی لمبی آرزوئیں اور دنیا کی حرص انسان کے دل میں سختی پیدا کرتی ہے۔

موت کی یاد سے لمبی تمنائیں ختم ہوتی ہے:

اسلئے یہ دو چیزیں کہ انسان کی آرزوئیں کم ہوں اور اسکی حرص کم ہو یہ کس سے پیدا ہوگا؟ تو فرمایا موت کے دھیان سے، جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ"[1] لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ یعنی یہ دھیان رہے کہ موت آنے والی ہے تو اس دھیان کی وجہ سے انسان یہ سوچیگا کہ مرنا ہے تو پھر کیوں خواہ مخواہ امیدیں کروں، اور زیادہ حرص کروں، جب انسان بار بار موت کا مراقبہ کریگا تو انشاء اللہ اسکے دل میں آرزوئیں بھی کم ہونگی، اور اسکی حرص بھی کم ہوتی جائیگی۔

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا ذکر ھاذم اللّذّات الموت (سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی ذکر الموت ج ۲ ص ۷۵)

خواجہ صاحب[1] کے اشعار موت کے متعلق:

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھکو اندھا کیا رنگ و بو نے

کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

ملے خاک میں اہل شان کیسے کیسے
اور مکیں ہو گئے لامکان کیسے کیسے

ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
اور زمیں کھا گئی نوجوان کیسے کیسے

موت کا استحضار:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے نوجوان! تو زمین پر فخر اور تکبر کے ساتھ قدم کو جنج جنج کرکے چلتا ہے تجھے کیا معلوم بازار میں تیرا کفن بکنے آچکا ہے، تھوڑی دیر میں لوگ اسکا کفن خریدنے جاتے ہیں اسلئے حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میں تو اپنے متعلقین کو کہا کرتا ہوں کہ دل سے موت کو یاد کرتے رہو، اور کثرت سے درود شریف کا اہتمام کرتے رہو تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو جتنا زیادہ موت کا استحضار رہوگا اور خیال ہوگا اتنا انسان اللہ کی طرف جڑا ہوا رہیگا اور دنیا سے وہ بے رغبتی اختیار کرتا ہوگا۔

---

[1] خواجہ معین الدین چشتی کے حالات زندگی: آپ کی ولادت ووفات کی تاریخ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں راجح قول کے مطابق آپ کی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی آپ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی اور بزرگ مشائخ کے پیشوا تھے۔ ۲۰ سال تک آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے ۲۰ سال کے بعد آپ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خلافت سے نوازا اور ہندوستان کے علاقے اجمیر (ہندوستان) آئے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے لوگوں کا کہنا ہے کہ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ الفاظ ابھرے تھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" اللہ کا حبیب خدا کی محبت میں چل بسا آپ کی وفات راجح قول کے مطابق ۶۳۳ھ میں ہوئی۔

اللہ کے بندوں کا دنیا سے معاملہ:

اسی لئے اللہ کے بندے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کے متعلق یہ یقین کرلیا ہوتا ہے کہ یہ دنیا تو بالکل بے وفا ہے، ضرورت کے مطابق ضرور ہمیں اس میں رہنا چاہئے، کھانا، کپڑا، مکان اپنی ضروریات کو پوری کرنی چاہئے لیکن اللہ کے احکام کو مقدم رکھتے ہوئے۔ یہ ساری چیزیں اللہ کے احکام کے تابع ہیں یہ ہمارا اصل مقصد ہے مولانا جامیؒ[1] فرماتے ہیں کہ۔

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا فُطُنًا
طَلَّقُوا الدُّنْیَا وَخَافُوا الْفِتَنَا
نَظَرُوْا فِیْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا
اَنَّهَا لَیْسَتْ لِحَیٍّ وَطَنًا

---

[1] ملا جامیؒ کے احوال: کنیت ابوالبرکات، لقب عمادالدین، مشہور لقب نورالدین، تخلص جامی، نام عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد، سلسلہ نسب امام محمد شیبانیؒ تک پہونچتا ہے۔ (آپ کے والد محترم اصفہان کے محلہ دشت کے باشندہ تھے کسی حادثہ سے جام منتقل ہوگئے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے) یہیں آپ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے صرف ونحو کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، پھر میر سید شریف کے تلمیذ خواجہ علی سمرقندی سے اور علامہ تفتازانی کے تلمیذ شہاب الدین محمد سے علم معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا، پھر سمرقند گئے اور قاضی موسیٰ رومی کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے، اول ملاقات ہی میں ان سے مباحثہ ہوگیا اور آپ ہی غالب رہے۔ علوم ظاہرہ کے بعد تصوف وسلوک کی تعلیم کے لئے سمرقند وخراسان خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی کی خدمت میں گئے اور ان کے فیوض وبرکات سے روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ (۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے) آپ کی کل تصنیفات ۵۴ ہیں، جامی کے حروف کا عدد ہے، اس کو آپ کی کرامات کہا گیا ہے۔ آپ بہترین شاعر بھی تھے۔ کافیہ کی نہایت ہی اعلیٰ وارفع شرح اپنے لڑکے ضیاءالدین یوسف کے لئے "الفوائد الضیائیہ" لکھی جو شرح جامی سے مشہور ہے، آپ کی وفات ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء بروز جمعہ ہرات میں ہوئی، اور وہیں مدفون ہوئے، ومن دخلہ کان آمنا سے تاریخ وفات نکلتی ہے، جب طائفہ اردبیلیہ کی بغاوت خراسان میں ہوئی تو آپ کے لڑکے ضیاءالدین یوسف نے قبر سے نعش نکال کر دوسری جگہ دفن کردیا۔

جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوْا
صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِيْهَا سُفُنًا

اللہ کے بہت سارے نیک بندے جو حقیقت میں ذہین اور ہوشیار ہیں انہوں نے دنیا کو طلاق دیدی اور اس سے منہ موڑ لیا، انہوں نے دنیا کے اندر غور و فکر کیا کہ یہ دنیا تو کسی زندہ انسان کا وطن نہیں ہے، دنیا تو ہمیشہ رہتا ہوا سمندر ہے، اس کی موجوں سے وہی آدمی بچ سکتا ہے جو کسی کشتی میں سوار ہو جائے، چنانچہ ان نیک بندوں نے اپنے آپ کو نیکیوں اور اچھے اعمال کی کشتی میں سوار کر لیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ یہ عقلمند لوگ ہیں یہ دنیا میں غافل نہیں ہوئے دنیا میں بھی رہے لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق مضبوط اور قوی رہا۔ دنیا کے مال و دولت، دنیا کی لذت، دنیا کے جھمیلے، ان کو اللہ سے غافل نہیں کر سکے۔

دنیا میں واٹر پروف گھڑی کی طرح رہو:

اس کی مثال ایسی ہے جیسے واٹر پروف گھڑی ہوتی ہے کہ پانی میں بھی پڑی رہے اور چاروں طرف پانی ہو لیکن پھر بھی پانی اندر نہیں جا سکتا، اسلئے اسکو واٹر پروف کہتے ہیں اسی طرح ان کا دل ہوتا ہے کہ چاروں طرف دنیا کی باتیں ہو رہی ہیں اور دنیا نظر آتی ہیں لیکن ان کا دل اللہ سے لگا ہوا ہے اور ان کے اندر وہ دنیا جا ہی نہیں پاتی ہے، ان کا تعلق تو اللہ ہی سے ہے اللہ سے انہوں نے رشتے مضبوط کئے ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

بہرحال آج کی ہماری اس مجلس کا خلاصہ یہی ہے کہ ہمیں اپنی غفلتوں کو چھوڑنا چاہئے، بار بار اپنے گناہوں پر توبہ و استغفار کا اہتمام ہونا چاہئے، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا

حسن تأثر

نتیجہ فکر: ولی اللہ ولی ، قاسمی بستوی

بر کتاب مستطاب ضرب کلیم

افادات: جناب حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

استاذ مدرسہ اشرفیہ راندیر، سورت، گجرات

عالم و فاضل ، مقرر ہیں ، یہ مولانا کلیم	اشرفیہ راندیر سورت کے ہیں استاذ قدیم
یہ مدرس بہتریں ہیں ، اور ہیں اچھے خطیب	زندہ جاویدان کا ہے نشاں "ضرب کلیم"
اس میں پوشیدہ بڑے ہیں قیمتی لعل و گہر	پڑھنے والوں کو سکھاتی ہے ، خطابت کا ہنر
اس کو پڑھکر سیکھنا چاہے خطابت کا جو فن	وہ خطابت کے جہاں میں پائے گا فتح و ظفر
ان کا تقریر و خطابت کا عجب انداز ہے	مثنوی پڑھتے ہیں ، رومی کا سی سوز بیاں ہے
ہر سر اسٹیج جب آتا ہے چھا جاتا ہے یہ	یہ خطابت کے جہاں میں ، یکہ و ممتاز ہے
جذب و مستی میں پڑھا کرتا ہے جب اشعار یہ	ہر سرا جلاس ہو جاتا ہے گوہر بار یہ
یہ بیان کرتا ہے تقریروں میں علمی نکات	اور شعروں کی جھڑی کر دیتا ہے بھرمار یہ
اے ولی ضرب کلیم ، اک ہے کتاب مستطاب	جو خطابت کے جہاں میں ہوئی ہے لاجواب
کامیاب اس کے مرتب ہیں بہی مفتی کلیم	ہو رہی ہے جنکی ہر تقریر علمی باصواب

شخصیات

(جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے)

صفحہ نمبر ۲۴۳ کے مضمون (نماز دین کا ستون ہے) کا استدراک:

۲۴۳: پر ایک حدیث نقل کی گئی ہے " الصلوۃ عماد الدین الخ" نقل کی گئی ہے حالانکہ حدیث شریف کا جز فقط (نماز دین کا ستون) ہے، بیہقی فی شعب الایمان ج ۳ ص ۳۵۔ اور بعض فقہاء کرام نے اس سے آگے یہ جملہ بھی بڑھایا کہ جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ضائع کیا اس نے دین کو ضائع کر دیا۔

(کشف الخفاء ج ۲ ص ۲۸۔ بحوالہ کتاب المسائل ج ۱ ص ۲۳۲)

صفحہ نمبر ۳۰۸ (خواجہ صاحب کے اشعار موت کے متعلق) کا استدراک:

یہاں حاشیہ میں خواجہ معین الدین چشتی کے حالات زندگی مختصر تحریر کر دیے گئے ہیں، حالانکہ یہاں خواجہ صاحب سے مراد خواجہ عزیز الحسن مجذوب مراد ہے، جن کے حالات "جواہر علمیہ" ج / ۱ میں ملاحظہ ہو۔